باب 3

ترجمہ و تفسیر

رکوع نمبر 1:

آیت نمبر 1:

الٓمّٓ ۝
الم۔

بامحاورہ ترجمہ:

الف لام میم۔

تفسیر:

حروفِ مقطعات:

یہ حروف "حروفِ مقطعات" کہلاتے ہیں۔ اِن کی حقیقی مراد صرف اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں۔

نوٹ: حروفِ مقطعات پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان "حروفِ مقطعات" (صفحہ نمبر 241)۔

---------☆---------

آیات نمبر 2 تا 5:

ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا	رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ
وہ (یہ)	کتاب	نہیں	کوئی شک	اِس میں
هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ
ہدایت ہے	پرہیزگاروں کے لئے۔	جو	ایمان رکھتے ہیں
بِالْغَيْبِ	وَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ
غیب پر	اور	قائم کرتے ہیں	نماز	اور
مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ۝	وَ
اُس میں سے کہ جو	ہم نے اُن کو رزق دیا ہے	خرچ کرتے ہیں۔	اور
الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ
جو	ایمان رکھتے ہیں	اُس پر کہ جو	نازل کیا گیا	تجھ پر

وَ	مَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ
اور جو		نازل کیا گیا	سے	پہلے تیرے اور آخرت پر
هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ۝	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى	هُدًى مِّنْ
وہ	یقین رکھتے ہیں۔	وہی لوگ ہیں	پر	ہدایت سے
رَّبِّهِمْ ۙ	وَ اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ۝	
اپنے رب	اور وہی لوگ ہیں	وہ	فلاح پانے والے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

یہ کتاب کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ وہ لوگ کہ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جو اُس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو تجھ پر نازل کیا گیا اور اُس پر بھی کہ جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر:

کتاب لاریب:

قرآن حکیم اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے۔ یہ ایک لاریب کتاب ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن حکیم کا لاریب ہونا بنیادی طور پر دو طرح سے ہے: منزل من اللہ ہونے میں لاریب اور کتاب ہدایت ہونے میں لاریب۔

منزل من اللہ ہونے میں لاریب:

منزل من اللہ ہونے میں لاریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ مشرکین مکہ نے اس کے منزل من اللہ ہونے میں شک کیا تھا۔ قرآن حکیم اُن کے شک کو ذکر فرماتا ہے:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ﴾ (10 یونس 38)

[کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ خود گھڑ لیا ہے؟]

پھر اللہ رب العزت اُن کے اس شک کا یوں رد فرماتے ہیں:

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ (10 یونس 38)

[آپ کہیے: پس اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایک سورۃ ہی اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو بُلا سکو بُلا لو۔]

یعنی اللہ رب العزت نے اُنہیں جواب میں چیلنج کر دیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے اور یہ کہ محمد عربی ﷺ اسے (معاذ اللہ) اپنی طرف سے گھڑ لائے ہیں تو اگر وہ اپنی طرف سے گھڑ سکتے ہیں تو تم بھی کوئی ایک سورۃ ہی اس جیسی بنا کر دکھا دو۔ اگر یہ بشری استطاعت میں ہے اور اُنہوں نے گھڑ لیا ہے تو تم بھی تو زبان دان ہو اور تمہیں اپنی زبان دانی پر فخر بھی ہے، تم ایک پوری کتاب نہ سہی، کم از کم ایک سورۃ تو اس جیسی بنا کر دکھاؤ۔ اس کے لئے تم کسی اور کی مدد لینا چاہو تو ایسا بھی کر سکتے ہو اللہ کے سوا جس جس کی مدد حاصل کر سکو کر لو اور

سب مل جل کر کوشش کر کے کوئی ایک سورۃ ہی بنا دو۔ لیکن اگر تم ساری کائنات کو اپنے ساتھ ملا کر اور اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر کے بھی اس کی مثل ایک سورۃ بھی نہ بنا سکو تو پھر تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے' بلکہ اللہ رب العزت کا کلام ہے۔

قرآن حکیم کا یہ چیلنج آج تک موجود ہے' لیکن چودہ صدیوں سے زائد عرصہ گزر جانے اور بارہا کوششیں کر لینے کے باوجود دُنیائے کفر آج تک قرآن حکیم کے اِس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکی اور اِس کی مثل ایک سورۃ بھی بنا کر نہیں لا سکی۔ اگر کسی نے کوئی سورۃ گھڑ کر پیش بھی کی ہے تو خود اُس کے اپنے ساتھیوں نے اُسے رد کر دیا ہے کہ یہ اِس معیار کی نہیں ہے کہ اِسے قرآن حکیم کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے اور اِس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

کتابِ ہدایت ہونے میں لاریب:

کتابِ ہدایت ہونے میں لاریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اِس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن حکیم انسانیت کو ہدایت دیتا ہے اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

اگر ہم تاریخ عالم کے اوراق میں سے اُس دور کے عالمی حالات پر ایک نظر کریں کہ جس دور میں قرآن حکیم نازل ہوا تو ہمیں نظر آئے گا کہ نزولِ قرآن حکیم سے پہلے کے دور میں پورا عالم کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

دُنیا کے ہر مذہب میں شرک کی آمیزش ہو چکی تھی۔ یہودیت میں حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ قرار دے دیا گیا تھا، عیسائیت باپ، بیٹا اور روح القدس کی تثلیث کا شکار ہو چکی تھی، ہندومت میں خداؤں کا شمار بھی مشکل تھا، بدھ مت میں گوتم بدھ کی پوجا رائج ہو چکی تھی، زرتشت ازم یا مجوسیت میں یزداں اور اہرمن کی ثنویت تھی، تاؤازم میں چنگ تاؤ لنگ کی پرستش شروع ہو گئی، کنفیوشس ازم میں یانگ اور ین کی ثنویت رائج تھی، شنتوازم میں خداؤں کی تعداد کروڑوں سے متجاوز تھی اور عربوں میں بت پرستی کے علاوہ ستارہ پرستی، مظاہر پرستی، آباء پرستی اور آتش پرستی وغیرہ ہر قسم کا شرک رائج تھا۔

دُنیا کی ہر معاشرت طبقاتی تقسیم کا شکار تھی۔ سلطنت روما میں پیٹرس، ہمولرس اور سروی' سمیری تہذیب میں فرمانروا، کاہن، امراء، اہلِ ہنر، کاشتکار اور غلام' یونان میں احرار اور غلام' مصر میں شاہی خاندان، پروہت اور عوام' ایرانی معاشرہ میں مذہبی طبقہ، فوجی طبقہ، عمال اور عوام' ہندوستان میں برہمن، کھتری، ویش اور شودر اور چین میں حکام، امراء، عوام اور غلام کے طبقات تھے۔ عرب کی معاشرتی تقسیم البتہ قدرے مختلف انداز کی تھی، یہاں قبائلی نظام رائج تھا اور مختلف خاندانوں اور قبائل کے لحاظ سے اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم تھی۔

عورت اور غلام کی حالت ہر معاشرہ میں نہایت بُری تھی۔ روما میں بیوی کو قتل کر دینا بھی خاوند کا جُرم نہیں تھا، غلام طبقہ جو کہ سروی کہلاتا تھا' ہر قسم کے حقوق سے محروم تھا، سرویوں کو معمولی جرائم پر آگ میں جلا دینا یا درندوں کے سامنے ڈال دینا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ سمیری تہذیب میں بیٹی باپ کی جائداد کا حصہ سمجھی جاتی اور اِس کی خرید و فروخت عام ہوتی، خاوند بھی بیوی کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا تھا، عورتوں اور غلاموں کی خرید و فروخت کے باقاعدہ بازار لگتے۔ یونانی فلاسفہ اگرچہ کسی حد تک عورت کے حق میں آواز اُٹھاتے نظر آتے ہیں' لیکن یہ صرف زبانی آواز تھی' عملاً یونان میں بھی عورت کو پاؤں کی جوتی ہی خیال کیا جاتا، عورت بچپن میں والدین کی، جوانی میں خاوند کی اور بڑھاپے میں اولاد کی غلامی میں چلی جاتی، غلاموں کے حق میں تو یونانی فلاسفہ بھی کوئی آواز اُٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے، غلاموں کو ایک جاندار کھلونا سمجھا جاتا۔ مصر میں سگی بہن اور بیٹی سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا، بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی بیٹی بھی بطور تحفہ پیش کرنا معیوب نہیں تھا، غلاموں سے سخت محنت لی جاتی اور اُن پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا جاتا۔ ایران میں بیویوں کی بھی دو قسمیں بنائی گئی تھیں، ایک قسم کی بیویوں ''زن پادشائی ہا'' اور اُن کی اولاد کو وراثت میں حصہ دیا جاتا' لیکن دوسری قسم کی بیویوں ''زن چگاری ہا'' اور اُن کی اولاد کو وراثت سے محروم رکھا جاتا، مشہور ایرانی مفکر مزدک کے نزدیک عورت آگ اور پانی وغیرہ کی طرح مردوں کی مشترکہ جائیداد تھی، سگی بہن اور بیٹی سے بھی نکاح جائز تھا، غلاموں کو ہر قسم کی سزا دینا' حتیٰ کہ قتل کر دینا بھی روا تھا۔ ہندوستان میں خاوند کی وفات کے ساتھ ہی بیوی کو زندہ جلا دینے کا رواج تھا، غلام طبقہ کہ جو شودر کہلاتا تھا' کا مقام جانوروں سے بھی بدتر تھا، شودر کا کام صرف اوپر کے تین طبقات کی خدمت کرنا تھا اور وہ ہر قسم

کے حقوق سے محروم تھا۔ چین میں عورتوں اور غلاموں کی حالت البتہ قدرے بہتر تھی اور انہیں کچھ حقوق بھی دیئے گئے تھے' جو کہ اگرچہ ناکافی تھے۔ عرب معاشرہ میں بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا رواج عام تھا، ایک عورت کے ایک ہی وقت میں کئی خاوند بھی ہو سکتے تھے، استبضاع کی شرمناک رسم بھی رائج تھی کہ جس کے تحت عورت صرف اولاد کے حصول کے لئے اپنے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے بھی تعلق استوار کر لیتی، خاوند کو بار بار طلاق دے کر رجوع کر لینے کا اختیار حاصل تھا، غلاموں کے ساتھ انتہائی ناگفتہ بہ سلوک روا رکھا جاتا، انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں، انہیں سامنے کھڑا کر کے اُن پر تیروں کے ساتھ نشانہ بازی کی مشق بھی جائز تھی۔

اِن حالات میں قرآن حکیم کی تعلیمات نے دُنیا کو منور کیا۔ شرک کے ہر انداز کو قرآن حکیم کی دعوتِ توحید نے ملیامیٹ کر دیا، طبقاتی تقسیم کی جگہ قرآن حکیم نے درسِ مساوات سکھلایا، عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے حقوق دلوائے اور غلاموں کو آقاؤں کے مساوی کر دیا۔ اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات سے صرف اِس کے ماننے والوں کی زندگیوں میں ہی انقلاب برپا نہیں ہوا' بلکہ اِس کے منکرین بھی قرآن حکیم کی تعلیمات سے متاثر ہوئے ہیں اور غیر اسلامی معاشرے بھی اپنی اصلاح پر مجبور ہوئے ہیں۔ یہ ساری صورتحال اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن حکیم کے کتابِ ہدایت ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن حکیم متقین کے لئے ہدایت:

مذکورہ بالا آیات میں قرآن حکیم کو لاریب کتاب کہنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہدایت کی ضرورت تو گناہگاروں کو ہوتی ہے' جو پہلے ہی متقی و پرہیزگار ہوں' اُنہیں ہدایت کی کیا ضرورت ہے؟ مفسرین کرامؒ نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگرچہ قرآن حکیم پوری انسانیت کے لئے کتابِ ہدایت ہے' لیکن اِس کی ہدایت سے فائدہ صرف متقین ہی حاصل کرتے ہیں' اِس لئے یہاں صرف متقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں متقین سے منیبین مراد ہیں' یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے۔ تو جو کوئی تعصب وتنگ نظری سے ہٹ کر رجوع الی اللہ کرے' اُسے اِس کتاب کے ذریعے ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ مولانا قاضی عصمت اللہ ایک نئے انداز میں جواب دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اِس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ کتاب اِس قدر ہدایت والی ہے کہ متقین بھی اِس کی ہدایت سے مستغنی نہیں ہیں' تو عام افراد کو تو بطریقِ اولیٰ اِس کی ہدایت کی ضرورت ہے۔

متقین کی صفات:

مذکورہ بالا آیات میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ متقی و پرہیزگار لوگ کونسے ہوتے ہیں؟ اُن میں کون سی صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہیں؟ یہاں متقین کی چھ (6) صفات گنوائی گئی ہیں:

1: متقین غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔
2: متقین نماز قائم کرتے ہیں۔
3: متقین اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
4: متقین حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی یعنی قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں۔
5: متقین حضور اکرم ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی یعنی سابقہ کتب پر ایمان رکھتے ہیں۔
6: متقین آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

نوٹ: متقین کی صفات پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''متقین کی صفات'' (صفحہ نمبر 245)۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

آیات نمبر6 و 7:

اِنَّ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	سَوَآءٌ	عَلَیْهِمْ
بے شک	وہ لوگ کہ جو	کافر ہوئے	برابر ہے	اُن کے لئے
ءَاَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ	لَا
کہ تو اُنہیں ڈرائے	یا	نہ	تو اُنہیں ڈرائے	نہیں
یُؤْمِنُوْنَ۝	خَتَمَ	اللّٰهُ	عَلٰی	
وہ ایمان لائیں گے۔	مہر لگادی ہے	اللہ نے	پر	
قُلُوْبِهِمْ	وَ	عَلٰی	سَمْعِهِمْ	وَ	عَلٰی
اُن کے دلوں	اور	پر	اُن کے کانوں	اور	پر
اَبْصَارِهِمْ	غِشَاوَةٌ	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ
اُن کی آنکھوں	پردہ ہے	اور	اُن کے لئے ہے	عذاب
عَظِیْمٌ۝				
بڑا۔				

بامحاورہ ترجمہ:

بے شک وہ لوگ کہ جو کافر ہو چکے ہیں' اُن کے لئے برابر ہے کہ تو اُنہیں ڈرائے یا تو اُنہیں نہ ڈرائے' وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

تفسیر:

ختم قلب کے مستحقین کفار:

زیر بحث آیات میں کفار کے لئے نہایت سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ اُنہیں سمجھانے یا نہ سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے' اُنہوں نے ایمان قبول نہیں کرنا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُن کی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ ربّ العزت نے خود ہی اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور اُن کی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے' تو اب اُن بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ اللہ نے مہر نہ لگادی ہوتی تو شاید وہ ایمان قبول کر ہی لیتے' لیکن اب اللہ کے مہر لگا دینے کی وجہ سے وہ ایمان تو قبول کر ہی نہیں سکتے' تو اُن کے لئے عذاب عظیم کیوں ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اللہ ربّ العزت ابتداء سے ہی کسی پر مہر نہیں لگادیتے' بلکہ یہ مہر انسان کی اپنی بداعمالیوں کی بناء پر ہی لگتی ہے۔ گمراہی کے چار درجے ہوتے ہیں: ریب، ضلالت، جدال اور ختم قلب۔ آدمی پہلے شک میں مبتلا ہوتا ہے' یہ پہلا درجہ ہے جسے ریب کہا جاتا ہے، پھر شک کرنے میں جب وہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو دوسرے درجے ضلالت میں پہنچ جاتا ہے، پھر ضلالت میں حد سے بڑھتے ہوئے جب وہ مؤمنوں کے مقابلہ میں نکل آتا ہے تو وہ تیسرے درجے یعنی جدال میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ جدال میں بھی حد سے بڑھ جائے تو اب اُس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ اِسے ''مہر جباریت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

نوٹ: کفار سے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''کفار'' (صفحہ نمبر 250)۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 2:

آیات نمبر 8 تا 10:

وَ مِنَ النَّاسِ	مَنْ يَّقُوْلُ	اٰمَنَّا	
اور سے لوگوں	جو کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	
بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ مَا	هُمْ
اللہ پر اور دن پر	آخرت کے	اور نہیں ہیں	وہ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ	يُخٰدِعُوْنَ	اللّٰهَ	وَ الَّذِيْنَ
ایمان والے۔	دھوکہ دیتے ہیں	اللہ کو	اور اُن کو کہ جو
اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا	يَخْدَعُوْنَ	اِلَّآ	اَنْفُسَهُمْ
ایمان لائے	اور نہیں وہ دھوکہ دیتے	مگر	اپنے آپ کو ہی
وَ مَا	يَشْعُرُوْنَ ۝	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ
اور نہیں	وہ سمجھتے۔	میں	اُن کے دلوں بیماری ہے
فَزَادَهُمُ	اللّٰهُ	مَرَضًا ۚ	وَ لَهُمْ
پس زیادہ کر دی	اللہ نے	بیماری	اور اُن کے لئے ہے
عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۢ	بِمَا	كَانُوْا
عذاب	دردناک	بوجہ اُس کے کہ جو	وہ تھے
يَكْذِبُوْنَ ۝			
جھوٹ کہتے۔			

بامحاورہ ترجمہ:

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو کہتے ہیں: ''ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں'' اور درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور درحقیقت وہ صرف اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیتے ہیں اور لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اُن کے دلوں میں بیماری ہے' پس اللہ نے اُن کی بیماری زیادہ کر دی اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔

تفسیر: منافقین کا اظہارِ ایمان:

مذکورہ بالا آیات میں منافقین کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جو بظاہر ایمان قبول کر لیتے ہیں اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر اپنے ایمان کا اظہار بھی کرتے ہیں' لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

اللہ کو دھوکہ کیسے؟:

یہاں اللہ رب العزت نے منافقین کی مکر و فریب کی روش کو بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ﴾۔ اِن الفاظ کا لفظی مفہوم یہ بنتا ہے کہ ''اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں''۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب

العزت تو علّام الغیوب ہیں' اُنہیں کیسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے؟ مفسرین نے اِس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ عموماً مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں لفظ "اللہ" سے پہلے "رسول" کا لفظ محذوف ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ کے رسول کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مولانا قاضی عصمت اللہ اِس کا جواب اِس انداز میں دیتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ اللہ سے وہ معاملہ کرتے ہیں کہ جو کوئی خادع مخدوع سے کرتا ہے' یعنی اپنی پوری کوشش سے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کی اِس تعبیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے بامحاورہ ترجمہ یوں کیا ہے: "اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔" یہ معنی کرنے سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

منافقین اِس خیال میں ہیں کہ وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اللہ ربّ العزت اُن کی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی دور فرماتے ہیں کہ تم اللہ اور ایمان والوں کو نہیں بلکہ درحقیقت صرف اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہو۔ تم جو کچھ داؤ فریب اور مکر کر رہے ہو' اِس کا خود تمہیں ہی نقصان ہے۔

نفاق کی بیماری:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ اِن منافقوں کے دلوں میں بیماری ہے اور اللہ نے اِن کی بیماری بڑھا دی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اِن کے دلوں میں منافقت اور حسد و جلن کی بیماری ہے۔ جوں جوں قرآن حکیم کا نزول ہو رہا ہے اور اسلام کی اشاعت زیادہ ہوتی جا رہی ہے' اِن کی منافقت کی بیماری اور اِن کا حسد بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔

جھوٹ کہنے پر دردناک عذاب:

مراد یہ ہے کہ منافقین جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لے آئے ہیں' تو اُن کا یہ کہنا جھوٹ ہے اور حقیقت یہ ہے اُنہوں نے ایمان قبول ہی نہیں کیا اور وہ اندر سے تا حال کفر میں ہی مبتلا ہیں' اِس لئے وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

نوٹ: منافقین سے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان "منافقین" (صفحہ نمبر 254)۔

---------☆---------

آیات نمبر 11 تا 16:

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَا تُفْسِدُوْا	فِى
اور	جب	کہا جائے	اُن سے	نہ فساد پھیلاؤ	میں
الْاَرْضِ	قَالُوْٓا	اِنَّمَا	نَحْنُ	مُصْلِحُوْنَ ۝
زمین	کہتے ہیں	بے شک	ہم تو ہیں	اصلاح کرنے والے۔
اَلَآ	اِنَّهُمْ	هُمُ	الْمُفْسِدُوْنَ	وَ لٰكِنْ
خبردار	بے شک وہ	وہی ہیں	فساد کرنے والے	اور لیکن
لَا	يَشْعُرُوْنَ ۝	وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ
نہیں	وہ سمجھتے۔	اور	جب	کہا جائے	اُن سے
اٰمِنُوْا	كَمَآ	اٰمَنَ	النَّاسُ	قَالُوْٓا
ایمان لاؤ	جیسا کہ	ایمان لائے	اور لوگ	کہتے ہیں

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اَنُؤْمِنُ	كَمَآ	اٰمَنَ	السُّفَهَآءُ	اَلَآ
کیا ہم ایمان لائیں	جیسا کہ	ایمان لائے	بے وقوف لوگ	خبردار
اِنَّهُمْ	هُمُ	السُّفَهَآءُ	وَ لٰكِنْ	لَّا
بے شک وہ	وہی ہیں	بے وقوف لوگ	اور لیکن	نہیں
يَعْلَمُوْنَ۝	وَ اِذَا	لَقُوا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
وہ جانتے۔	اور جب	ملتے ہیں	اُن کو کہ جو	ایمان لائے
قَالُوْٓا	اٰمَنَّا ۚ	وَ اِذَا	خَلَوْا	اِلٰى
کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں	پاس
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ	قَالُوْٓا	اِنَّا	مَعَكُمْ ۙ	
اپنے شیطانوں کے	کہتے ہیں	بے شک ہم	تمہارے ساتھ ہیں	
اِنَّمَا	نَحْنُ	مُسْتَهْزِءُوْنَ۝	اَللّٰهُ	
بے شک	ہم	ہنسی کرتے ہیں	اللہ	
يَسْتَهْزِئُ	بِهِمْ	وَ يَمُدُّهُمْ	فِيْ	
ہنسی کرتا ہے	اُن کے ساتھ	اور اُن کو پھیلاتا ہے	میں	
طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ۝	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	
اُن کی سرکشی	حیران پھرتے ہیں۔	وہی ہیں	کہ جنہوں نے	
اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى ۪	فَمَا	رَبِحَتْ
خریدا	گمراہی کو	ہدایت کے بدلے	پس نہ	نفع والی ہوئی
تِّجَارَتُهُمْ	وَ مَا	كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ۝	
اُن کی تجارت	اور نہ	وہ ہوئے	ہدایت پانے والے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب اُن سے کہا جائے: ''زمین میں فساد نہ پھیلاؤ'' تو کہتے ہیں: ''بے شک ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں''۔ خبردار! بے شک وہی فساد پھیلانے والے ہیں اور لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اور جب اُن سے کہا جائے: ''ایمان لاؤ' جیسا کہ اور لوگ ایمان لائے'' تو کہتے ہیں: ''کیا ہم ایمان لائیں' جیسا کہ بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں''، خبردار بے شک وہ ہی بے وقوف ہیں اور لیکن وہ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم ایمان لائے'' اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ''بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، بے شک ہم تو ہنسی کرتے ہیں''۔ اللہ اُن سے ہنسی کرتا ہے اور اُنہیں اُن کی سرکشی میں پھیلاتا ہے' حیران پھرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خریدا، پس اُن کی تجارت نفع والی نہ ہوئی اور نہ ہی وہ ہدایت والے ہوئے۔

تفسیر: منافقین کا رویہ اور انداز:

زمین میں فساد:

منافقین بظاہر ایمان کا اقرار کرتے لیکن در پردہ وہ کفار کے ساتھی تھے۔ کفار کے ساتھ اُن کا میل جول اور اُن کی دوستی چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اُن کی اِس روش کی بناء پر اُن سے کہا جاتا کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ اِس کے جواب میں وہ کہتے کہ ہمارا کفار کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اور اُن سے دوستی رکھنا تو اصلاح ہی کے لئے ہے۔ اللہ اُن کے جواب میں فرماتے ہیں کہ درحقیقت یہ ہی فسادی لوگ ہیں اور مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر ہیں۔ منافقت کی روش میں یہ اِس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ اِن کی عقل ماری گئی ہے اور اِنہیں اصلاح اور فساد میں تمیز بھی نہیں رہی۔ اِن کی روش جو کہ سراسر فساد والی ہے' یہ اُسے اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں:

منافقین کے سامنے صحابہ کرامؓ کے نمونہ کو بطور معیار پیش کیا جاتا کہ تم زبانی کلامی ایمان کا دعوٰی تو کرتے ہو' لیکن اگر تم واقعی اپنے ایمان کے اظہار میں سچے ہو تو ان لوگوں کی طرح خالص ایمان لاؤ، تمہاری یہ روش درست نہیں ہے کہ ایمان کے دعوے بھی کر رہے ہو اور مشرکین کے ساتھ بھی دوستی نبھا رہے ہو۔ اِس کے جواب میں وہ کہتے کہ یہ لوگ تو (معاذ اللہ) بے وقوف ہیں۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ کفار کے ساتھ بھی تعلقات رکھے جائیں، اِن لوگوں کی طرح ایمان میں اتنا سخت ہو جانا مناسب نہیں ہے۔ اللہ ربّ العزت اُن کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ درحقیقت بے وقوفانہ روش تو تم نے اپنا رکھی ہے۔ صرف چند ایک دُنیاوی منفعتوں کے حصول کے لئے بندہ کفار و مشرکین کے ساتھ تعلقات استوار کر کے اپنی آخرت خراب کر لے' تو یہ بے وقوفی ہے۔

یہاں اللہ ربّ العزت نے منافقین کے سامنے صحابہ کرامؓ کے عملی نمونہ کو پیش فرمایا ہے کہ جس طرح یہ ایمان لائے ہیں' تمہارا ایمان بھی اِن کی طرح کا ہونا چاہیے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں اور ہمیں اُن کے اسوہ کو اپنانا چاہیے۔

اہلِ ایمان سے ہنسی:

منافقین ایمان والوں سے ملتے تو اُن سے کہتے کہ ہم ایمان قبول کر چکے ہیں' لیکن جب وہ اپنے مشرک ساتھیوں سے ملتے تو مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے اور کفار و مشرکین کو یقین دلاتے کہ درحقیقت تو ہم تمہارے ساتھ ہی ہیں' ہم تو مسلمانوں سے صرف ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت اُن کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اِس وقت تو یہ بظاہر مسلمانوں سے تمسخر کر رہے ہیں' لیکن درحقیقت یہ اپنے لئے ہی خرابی پیدا کر رہے ہیں۔ جب یہ اپنے انجام کو پہنچیں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ یہ مسلمانوں سے تمسخر کرتے تھے یا خود اِن کی ہنسی اُڑائی جا رہی تھی۔ اللہ فرماتے ہیں کہ فی الحال انہیں ڈھیل دی گئی ہے اور یہ اپنی سرکشی میں بڑھتے جا رہے ہیں' لیکن انجام کار ان پر اللہ کی پکڑ آ کر رہے گی۔

ہدایت کے بدلے گمراہی:

اللہ ربّ العزت منافقین کی ناعاقبت اندیشی کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ ہدایت کے بدلے گمراہی خرید رہے ہیں۔ اہلِ ایمان کے ساتھ اپنے ظاہری تعلق کا اظہار بھی کرتے ہیں، بظاہر قبولیتِ ایمان کے دعوے بھی کرتے ہیں' لیکن اِس کے باوجود حقیقی ایمان سے محروم ہیں۔ حق ان پر واضح بھی ہو رہا ہے' پھر بھی یہ گمراہی ہی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ انہوں نے بہت گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ ان کی یہ تجارت نفع والی نہیں ہے اور یہ ایمان کی دولت سے محروم رہے ہیں۔

نوٹ: منافقین سے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان "منافقین" (صفحہ نمبر 254)۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

آیات نمبر 17 تا 20:

مَثَلُهُمْ	كَمَثَلِ	الَّذِي
اُن کی مثال	جیسا کہ مثال	اُس کی کہ جس نے
اسْتَوْقَدَ	نَارًا ۚ	فَلَمَّا
جلائی	آگ	پس جب
أَضَاءَتْ	مَا حَوْلَهُ	ذَهَبَ
روشن کر دیا	اُس کے اردگرد کو	لے گیا
اللَّهُ	بِنُورِهِمْ	وَ تَرَكَهُمْ
اللہ	اُن کی روشنی	اور اُن کو چھوڑ دیا
فِي	ظُلُمَاتٍ	لَّا
میں	اندھیروں	نہیں
يُبْصِرُونَ ۝	صُمٌّ	بُكْمٌ
وہ دیکھتے۔	بہرے ہیں۔	گونگے ہیں
عُمْيٌ	فَهُمْ	لَا
اندھے ہیں	پس وہ	نہیں
يَرْجِعُونَ ۝	أَوْ	كَصَيِّبٍ
لوٹتے۔	یا	جیسے زور کی بارش
مِّنَ	السَّمَاءِ	فِيهِ
سے	آسمان	اُس میں ہیں
ظُلُمَاتٌ	وَ رَعْدٌ	وَ بَرْقٌ
تاریکیاں	اور گرج	اور بجلی
يَجْعَلُونَ	أَصَابِعَهُمْ	فِي
ڈال لیتے ہیں	اپنی انگلیاں	میں
آذَانِهِم	مِّنَ	الصَّوَاعِقِ
اپنے کانوں	سے	کڑک
حَذَرَ	الْمَوْتِ ۚ	وَ اللَّهُ
ڈر سے	موت کے	اور اللہ
مُحِيطٌ	بِالْكَافِرِينَ ۝	يَكَادُ
گھیرے ہوئے ہے	کافروں کو۔	قریب ہے
الْبَرْقُ	يَخْطَفُ	أَبْصَارَهُمْ ۖ
بجلی	خیرہ کر دے	اُن کی آنکھیں
كُلَّمَا	أَضَاءَ	لَهُم
جب بھی	روشنی ہوتی ہے	اُن کے لئے
مَّشَوْا	فِيهِ ۖ	وَ إِذَا
چل پڑتے ہیں	اس میں	اور جب
أَظْلَمَ	عَلَيْهِمْ	قَامُوا ۖ
تاریکی ہوتی ہے	اُن پر	کھڑے ہو جاتے ہیں
وَ لَوْ	شَاءَ اللَّهُ	لَذَهَبَ
اور اگر	چاہے اللہ	تو لے جائے
بِسَمْعِهِمْ	وَ أَبْصَارِهِمْ ۖ	إِنَّ
اُن کے کان	اور اُن کی آنکھیں	بے شک

اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
اللہ	پر	ہر	چیز قادر ہے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اُن کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی نے آگ جلائی، پس جب اُس نے اُس کا اردگرد روشن کر دیا تو اللہ اُن کی روشنی لے گیا اور اُن کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھتے نہیں۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں' پس وہ نہیں لوٹتے۔ یا جیسے آسمان سے زور کی بارش کی جس میں تاریکیاں، گرج اور بجلی ہے' کڑک کے مارے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں' اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ بجلی اُن کی آنکھیں خیرہ کر دے، جب کبھی اُن کے لئے روشنی ہوتی ہے تو اُس میں چل پڑتے ہیں اور جب اُن پر تاریکی ہوتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں لے جائے' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر:

کفار و منافقین کی مثالیں:

مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ میں دو مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ عام مفسرین کے نزدیک یہ دونوں مثالیں منافقین کی ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے خیال میں یہاں مذکور دو مثالوں میں سے پہلی مثال اعلانیہ کفر کرنے والے کفار کی ہے اور دوسری مثال منافقین کی ہے۔

پہلی مثال کی وضاحت:

اگر پہلی مثال کو عام مفسرین کی رائے کے مطابق منافقین کی مثال ہی قرار دیا جائے' تو اس مثال کی توضیح اِس طرح سے ہوگی کہ آگ روشن کرنے سے مراد منافقین کا ظاہراً اسلام قبول کرنے کا اقرار کرنا ہے۔ اردگرد کو روشن کرنے سے وہ فوائد مراد ہیں کہ جو اِن منافقین کو ظاہراً اسلام کا اقرار کرنے سے حاصل ہو رہے تھے۔ اللہ کے روشنی لے جانے اور اُنہیں اندھیروں میں چھوڑ دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان منافقین کی حقیقت حضور اکرم ﷺ پر آشکار فرما دی اور اُنہیں اپنے ظاہری اقرارِ اسلام سے جو فوائد حاصل ہو رہے تھے' اللہ نے اُن کی حقیقت ظاہر کر کے اُنہیں ان فوائد سے محروم کر دیا۔

اگر اِس مثال کو مولانا حسین علیؒ اور مولانا غلام اللہ خانؒ کی رائے کے مطابق اعلانیہ کفر کرنے والے کفار کی قرار دیا جائے تو مثال کی وضاحت اِس طرح سے ہوگی کہ آگ روشن کرنے والے سے حضور اکرم ﷺ مراد ہیں کہ جنہوں نے آیاتِ بینات کے ذریعے رشد و ہدایت کی آگ روشن کی۔ اردگرد روشن کر دینے سے مراد آپؐ کی ہدایت کا عام ہونا ہے۔ اللہ کے روشنی لے جانے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ نورِ ہدایت تو عام ہو چکا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اِس نورِ ہدایت کو دیکھنے کے لئے بینائی کی ضرورت ہے' لیکن اِن کفار کے بغض و حسد اور کفر پر ڈٹ جانے کی وجہ سے اللہ نے اِن کا نورِ بصیرت ہی سلب کر لیا ہے۔ انہیں اندھیرے میں چھوڑ دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور اب یہ ہدایت کی طرف آئیں گے ہی نہیں۔

﴿كَمَثَلِ الَّذِي﴾ میں اسم موصول ﴿الَّذِي﴾ واحد استعمال ہونے اور ﴿بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ﴾ میں ﴿هِمْ﴾ ضمیر جمع کی استعمال ہونے سے مولانا حسین علیؒ اور مولانا غلام اللہ خانؒ کی تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگلی آیت مبارکہ ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝﴾ سے ربط بھی انہیں دونوں کی تفسیر سے زیادہ صحیح بنتا ہے کہ بہرے، گونگے، اندھے ہونے سے بھی مہر لگ جانا مراد ہوگا۔

دوسری مثال کی وضاحت:

دوسری مثال بالاتفاق منافقین کی ہی ہے۔ اِس مثال کی توضیح اِس طرح ہوگی کہ آسمان سے بارش سے مراد ایمان یا قرآن ہے۔

ظلمات اور گرج سے وہ مصائب مراد ہیں کہ جو ایمان قبول کرنے یا قرآن حکیم پر عمل کرنے پر برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ بجلی سے ایمان کے فوائد یا قرآن کی رشد و ہدایت مراد ہے۔ کڑک سے مراد ایمان قبول کرنے پر لازم ہونے والے امور یا قرآن حکیم کی وعیدیں اور تخویفات ہیں۔ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ منافقین صحیح معنوں میں ایمان قبول کرنے کی طرف نہیں آتے' کیونکہ وہ قبولِ ایمان کو اپنے لئے موت سمجھتے ہیں۔

مثال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ جب کبھی اُن پر روشنی ہوتی ہے تو اُس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا کیا جاتا ہے تو رُک جاتے ہیں۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ منافقین جب کبھی مسلمانوں کا غلبہ اور اسلام کی سربلندی دیکھتے ہیں تو کسی حد تک ایمان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں' لیکن جب کبھی وہ اِس کے برعکس دیکھتے ہیں تو پھر کفر پر ہی ڈٹ جاتے ہیں۔

مجموعی طور پر مثال کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور اُس میں گرج و چمک وغیرہ بھی ہو تو چاہیے تو یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی چمک کے ساتھ کچھ روشنی پیدا ہو بندہ دور تک راستہ دیکھ لے اور پھر جب اندھیرا بھی ہو تو ٹٹول ٹٹول کر اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے' تاکہ جلد از جلد کسی محفوظ مقام تک پہنچ سکے۔ لیکن اِن منافقین کا حال یہ ہے کہ یہ جب کبھی روشنی ہو تو تھوڑا سا آگے بڑھتے ہیں اور جب اندھیرا ہو تو بالکل رک جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اِس طریقے سے محفوظ مقام تک پہنچنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ مزید یہ کہ یہ ایمان کو موت سمجھتے ہیں اور اِس ڈر سے کہ کہیں اِن کے اندر ایمان نہ پیدا ہو جائے' یہ قرآن حکیم کی وعیدیں اور تخویفات سننے کی بجائے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں۔

نوٹ: کفار اور منافقین سے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کے عنوانات "کفار" (صفحہ نمبر 250) اور "منافقین" (صفحہ نمبر 254)۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 3:

آیات نمبر 21 و 22:

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اعْبُدُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ
اے	لوگو	عبادت کرو	اپنے ربّ کی	کہ جس نے
خَلَقَكُمْ	وَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ
تمہیں پیدا کیا	اور	اُن کو کہ جو	سے	تمہارے پہلے
لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ ۙ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ
تاکہ تم	پرہیزگار بن جاؤ۔	جس نے	بنایا	تمہارے لئے
الْاَرْضَ	فِرَاشًا	وَّ	السَّمَآءَ	بِنَآءً	وَّ	اَنْزَلَ
زمین کو	بچھونا	اور	آسمان کو	چھت	اور	نازل کیا
مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ	بِهٖ	مِنَ
سے	آسمان	پانی	پس نکالے	اس کے ساتھ	سے
الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا	لَّكُمْ ۚ	فَلَا	تَجْعَلُوْا
پھل	رزق	تمہارے لئے	پس نہ	بناؤ

لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	وَّ اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ۝	
اللہ کے لئے	شریک	اور تم	جانتے ہو۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اے لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو کہ جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور اُن کو بھی کہ جو تم سے پہلے تھے' تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی نازل کیا' پس اس سے تمہارے لئے بطور رزق پھل نکالے' پس اللہ کے لئے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔

تفسیر:

توحید اور ردِّ شرک:

مذکورہ بالا آیات میں صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرنے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانے کا فرمایا گیا ہے۔ اللہ ہی کی عبادت کی دعوت کے ضمن میں اللہ ربّ العزت نے چند دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں کہ اللہ ہی کی عبادت کیوں ہونی چاہیے۔ ذیل میں ہم اللہ ہی کی عبادت، اس کے دلائل اور شریک نہ بنانے کے نکات کو الگ الگ واضح کر رہے ہیں:

اللہ ہی کی عبادت:

ہر قسم کی عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ ربّ العزت ہی ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کی کسی قسم کی عبادت روا نہیں ہے۔ عبادت کیا ہے؟ عموماً لوگ رکوع و سجود، قیام و قعود، طواف و قربانی وغیرہ جیسے چند افعال کو ہی عبادت سمجھتے ہیں اور اُن کا خیال ہوتا ہے کہ عبادت صرف یہی کچھ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ یہ چیزیں بھی عبادات میں شامل ہیں' لیکن عبادت کا مفہوم صرف اتنا کچھ ہی نہیں ہے۔ مختلف علماء و مفسرین نے عبادت کی مختلف تعریفات کی ہیں' ان میں سے علّامہ ابن قیمؒ کی تعریف ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ ترجیح ہے۔ علّامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

> ''عبادت اِس اعتقاد اور شعور سے عبارت ہے کہ معبود کو (علم اور تصرف) میں ایک مافوق الاسباب غیبی طاقت حاصل ہے کہ جس کے ذریعے وہ نفع و نقصان پر قادر ہے۔ پس ہر وہ دعاء اور نداء اور ثناء اور تعظیم کہ جو اِس اعتقاد سے پیدا ہو' تو وہ عبادت ہے۔''

اِس تعریف کو مزید وسعت دیتے ہوئے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ

> ''کسی ہستی کے پاس علم اور تصرف کی ایسی مافوق الاسباب غیبی طاقت تسلیم کرتے ہوئے کہ جس کے ذریعے وہ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے' اُس ہستی کو راضی کرنے کی ہر کوشش اُس کی عبادت ہے۔''

عبادت کے یہ تعریف نہایت وسیع مفہوم کی حامل ہے۔ اِس میں رکوع و سجود، قیام و قعود، طواف و قربانی وغیرہ کے علاوہ بھی بہت کچھ داخل ہو جاتا ہے۔ اِس تعریف کے مطابق عبادت کے دائرہ میں ہر وہ چھوٹا یا بڑا فعل شامل ہو جاتا ہے کہ جس کی بنیاد کسی ہستی کو مذکورہ حیثیت دیتے ہوئے اُس ہستی کو راضی کرنا ہو۔ یہاں تک کہ ایسے افعال کہ جو بظاہر توہین آمیز ہوں' وہ بھی اگر اِس نظریہ کے ساتھ ہوں تو عبادت بن جایا کرتے ہیں۔ بطور مثال ہم یہ ذکر کریں گے کہ قبر پر پتھر مارنا بظاہر توہین آمیز ہے' لیکن اگر کسی قبر کے متعلق یہ اعتقاد بن جائے کہ اِس قبر والا علم و تصرف کی مافوق الاسباب غیبی طاقت کا مالک ہے اور وہ اِس طاقت کے ذریعے نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور وہ راضی اِس بات سے ہوتا ہے کہ اُس کی قبر پر پتھر مارے جائیں' تو اب اگر کوئی اُسے راضی کرنے کے لئے وہاں پتھر بھی مارے تو گویا وہ اس قبر والے کی عبادت کر رہا ہے۔

یہاں یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ رب العزت کی عبادت میں بھی کوئی توہین آمیز فعل شامل ہو سکتا ہے۔ یہ مثال ہم نے قبر والے کی دی ہے اور کسی قبر والے کے لئے تو عوام میں ایسے بیہودہ اعتقادات پیدا ہو سکتے ہیں' لیکن اللہ رب العزت کسی ایسی بیہودگی پر راضی نہیں ہو سکتے' اس لئے اللہ رب العزت کی عبادت میں صرف وہ افعال شامل ہوں گے کہ جن سے اللہ راضی ہوں اور وہ صرف اچھے اعمال ہوں گے۔

ہماری مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہوا کہ عبادت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کسی ہستی کو یہ حیثیت دی جائے کہ وہ ہستی علم اور تصرف کی مافوق الاسباب غیبی طاقت رکھتے ہے اور نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ اگر یہ حیثیت نہ دی جائے تو عبادت نہیں بنتی اور اگر یہ حیثیت کسی ہستی کو دے دی جائے تو لامحالہ اُس کی عبادت شروع ہو جائے گی۔ اسی بنیاد پر ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ توحید پر کاربند رہنے کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حیثیت صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے تسلیم کی جائے۔ اگر یہ حیثیت صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی کے لئے تسلیم کی جائے تو اُسی کو راضی کرنے کی کوشش ہو گی اور صرف اُسی کی عبادت کی جائے گی اور یہ توحید بن جائے گی اور اس کے برعکس اگر یہ حیثیت اللہ رب العزت کے علاوہ بھی کسی کو دے دی جائے تو اُسے بھی راضی کرنے کی کوشش ہو گی اور اُس کی بھی عبادت کی جائے گی اور یہ شرک بن جائے گا۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ توحید کا تقاضا ہے کہ

- O: علام الغیوب صرف اور صرف اللہ ہی کو تسلیم کیا جائے۔
- O: مختارِ کل اور تصرفات کا مالک صرف اللہ ہی کو تسلیم کیا جائے۔
- O: نفع ونقصان پہنچانے پر قادر صرف اور صرف اللہ ہی کو تسلیم کیا جائے۔

اللہ ہی کی عبادت کے لئے دلائل:

اللہ رب العزت نے اس مقام پر چند دلائل ذکر کئے ہیں کہ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ یہاں مذکور دلائل کا حاصل یہ ہے کہ

O: اے لوگو! تمہارا اور تم سے پہلے تمہارے آباء واجداد کا خالق صرف اللہ ہی ہے' اللہ کے سوا کوئی کسی چیز کی تخلیق کا اختیار نہیں رکھتا۔ جب تمہارا بنانے والا اللہ ہی ہے، تم مخلوق اللہ ہی کی ہو تو تمہیں صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے۔

O: اے لوگو! اُس ربِ قدوس نے ہی تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا، زمین پر تمہارے بسنے کے سارے انتظامات کئے، کوئی اور اتنی بڑی زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنانے پر اور اس کے انتظامات کرنے پر قادر نہیں تھا تو تمہیں اُسی کا بن کر رہنا چاہیے اور صرف اور صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

O: اے لوگو! وہی مالک الملک ہے کہ جس نے تمہارے لئے آسمان کو چھت بنا دیا اور آسمان کی وسعتوں میں تمہارے فائدے کے لئے اجرامِ فلکی وغیرہ کی شکل میں کئی انتظامات کر دیئے، کسی اور کی اتنی طاقت وقدرت نہیں کہ وہ یہ سب کچھ کر سکے تو تمہیں صرف اُسی کے احکام کا کاربند رہنا چاہیے اور صرف اور صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

O: اے لوگو! صرف ربِ ذوالجلال ہی اس پر قادر ہے کہ اُس نے تمہارے لئے آسمانوں سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعے تمہاری کھیتیوں اور فصلوں اور تمہارے پھلوں کی افزائش کی اور تمہیں رزق مہیا کیا، کوئی اور تمہاری رزق رسانی کا اختیار نہیں رکھتا تو تم اُسی رازق و رزّاق کو راضی کرنے کی کوشش کرو اور صرف اور صرف اُسی کی عبادت کرو۔ خیال رہے کہ آسمان کا لفظ بعض اوقات کسی بھی بلند چیز کے لئے استعمال کر لیا جاتا ہے اور یہاں بھی آسمانوں سے بادل مراد ہیں' اُن کے اوپر ہونے کی وجہ سے اُنہیں آسمانوں سے تعبیر کر دیا گیا۔

اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ:

اللہ کے ساتھ شریک نہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ اُسے اپنی ذات، صفات اور عبادات میں وحدہٗ لاشریک تسلیم کرو۔
ذات میں وحدہٗ لاشریک ماننا یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے، اُسے کسی معاون و مددگار کی بھی ضرورت نہیں

ہے، وہ خاندان اور کنبہ وقبیلہ وغیرہ سے بھی پاک ہے، کوئی اُس کی ہمسری و برابری کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔

صفات میں وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ صفت کہ جو اللہ رب العزت کی ذات کے لائق ہے اُسے صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے تسلیم کیا جائے۔ اُس کی کسی صفت کو کسی اور میں تسلیم نہ کیا جائے۔ وہ عالم الغیب ہے تو کوئی اور عالم الغیب نہیں، وہ متصرف فی الامور ہے تو کوئی اور متصرف فی الامور نہیں، وہ مختار کل ہے تو کوئی اور مختار کل نہیں، وہ حاجت روا ہے تو کوئی اور حاجت روا نہیں، وہ مشکل کشا ہے تو کوئی اور مشکل کشا نہیں، وہ ہر جگہ موجود ہے تو کوئی اور ہر جگہ موجود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے تو کوئی اور ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں، غرض ہر وہ صفت کہ جو اُس میں موجود ہے اُس کا مالک صرف اور صرف وہی ہے، کسی اور میں وہ صفات نہیں پائی جاتی۔

عبادات میں وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اُسی کی ہونی چاہیے۔ سجدہ صرف اُسی کے لئے روا ہے، رکوع صرف اُسی کے آگے ہونا چاہیے، طواف صرف اُسی کے گھر کا ہونا چاہیے، نذر و نیاز صرف اُسی کے نام کی ہونی چاہیے، قربانی صرف اُسی کے نام کی ہونی چاہیے، دُعا و پکار صرف اُسی کے سامنے ہونی چاہیے، دامن صرف اُسی کے آگے پھیلانا چاہیے، عاجزیوں کے لائق صرف وہی ہے، جبین نیاز جھکانے کے لئے صرف اُسی کا در ہے، غرضیکہ ہر چھوٹی و بڑی عبادت صرف اور صرف اُسی کے لئے روا اور جائز سمجھنی چاہیے، کسی اور کے لئے کسی قسم کی کوئی عبادت درست نہیں سمجھنی چاہیے۔

---------☆---------

آیات نمبر 23 و 24:

وَ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِيْ	رَيْبٍ	مِّمَّا
اور	اگر	تم ہو	میں	شک	اُس میں کہ جو
نَزَّلْنَا	عَلٰى	عَبْدِنَا	فَاْتُوْا	بِسُوْرَةٍ
ہم نے نازل کیا	پر	اپنے بندے	تو لے آؤ	کوئی ایک سورۃ
مِّنْ	مِّثْلِهٖ	وَ	ادْعُوْا	شُهَدَآءَكُمْ	مِّنْ
سے	اس کی مثل	اور	بُلاؤ	جن کو تم حاضر کرتے ہو	سے
دُوْنِ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝
سوا	اللہ کے	اگر	تم ہو	سچے۔
فَاِنْ	لَّمْ	تَفْعَلُوْا	وَ	لَنْ	تَفْعَلُوْا
پس اگر	نہ	تم کر سکو	اور	ہرگز نہیں	کر سکو گے
فَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْ	وَقُوْدُهَا	النَّاسُ
پس ڈرو	آگ سے	جو	کہ اُس کا ایندھن	لوگ ہیں
وَ	الْحِجَارَةُ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ ۝
اور	پتھر ہیں	تیار کی گئی ہے	کافروں کے لئے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور اگر تم اُس کے متعلق کہ جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا' شک میں ہو تو اُس جیسی کوئی ایک سورۃ ہی لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم حاضر کرتے ہو' اُن کو بھی بُلا لو اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے' تو اُس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

تفسیر:

اعجاز القرآن:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں خداوند قدوس قرآن حکیم کی حقانیت بھی بیان فرما رہے ہیں کہ اِس بات میں کسی شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اللہ ربّ العزت کا کلام ہے۔ بطور دلیل اللہ یہ چیلنج فرما رہے ہیں کہ ایسا کلام کسی بشر کی استطاعت میں نہیں ہو سکتا' اے کفار و مشرکین! اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے اور (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ خود گھڑ کر پیش فرما رہے ہیں تو تم بھی کوشش کر دیکھو۔ اگر حضور اکرم ﷺ خود بنا سکتے ہیں تو جس طرح وہ بشر اور انسان ہیں' اِسی طرح تم بھی بشر اور انسان ہو۔ اگر وہ بنا سکتے ہیں تو تم بھی ذرا بنا کر دکھلا دو۔ تمہارے اندر بڑے بڑے ادباء و شعراء بھی موجود ہیں اور تمہیں اپنی زبان دانی پر فخر بھی ہے تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا لاتے؟ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے اندر ایسی طاقت نہیں پاتے تو تم نے تو بہت سے معبود بھی بنا رکھے ہیں' کہ جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ سب کچھ کر سکتے ہیں اور تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری مشکلوں میں کام آتے ہیں' تو تم اُن کو بھی اپنی مدد کے لئے بُلا لو اور اُنہیں بھی اپنے ساتھ ملا کر کوشش شروع کر دو' لیکن تم' اِس جیسی کتاب لانا تو بڑی دور کی بات' ایک سورۃ بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔ جب اِس قرآن کے معجزانہ اسلوب کا کوئی انسان مقابلہ نہیں کر سکتا تو تمہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ واقعی اللہ ہی کی کتاب ہے۔ تمہیں یہ خیال بھی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی اتنی واضح حقیقت دیکھ کر بھی اِسے اللہ کی کتاب تسلیم نہ کرے اور حضور اکرم ﷺ پر خود گھڑنے کے الزامات رکھے تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ خیال کرو اور اُس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ وہ آگ اتنی تیز ہے کہ پتھر بھی اُس کے اندر جل جاتے ہیں۔ وہ آگ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے' دیکھنا! کہیں تم بھی انکار کر کے اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دے کر اُس آگ کا ایندھن نہ بن جانا۔

نوٹ: اعجاز القرآن سے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 1 کا عنوان "اعجاز القرآن" (صفحہ نمبر 38)۔

---------☆---------

آیات نمبر 25 تا 27:

وَ	بَشِّرِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا
اور	خوشخبری سنا دو	اُن کو کہ جو	ایمان لائے ہیں	اور	جنہوں نے عمل کئے ہیں
الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	لَهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ
نیک	یہ کہ	اُن کے لئے ہیں	باغات	بہتی ہیں
مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	كُلَّمَا	رُزِقُوْا
سے	اُن کے نیچے	نہریں	جب کبھی	رزق دیئے جائیں گے
مِنْهَا	مِنْ	ثَمَرَةٍ	رِّزْقًا	قَالُوْا	هٰذَا
اس سے	سے	کوئی پھل	رزق	کہیں گے	یہ ہے

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

الَّذِیْ	رُزِقْنَا	مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا
کہ جو	ہمیں رزق دیا گیا ہے	سے پہلے اور دیا جائے گا
بِهٖ	مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ	فِیْهَا
اُس کے ساتھ	ملتا جلتا اور اُن کے لئے ہیں	اُن میں (وہاں)
اَزْوَاجٌ	مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّ هُمْ فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝
بیویاں ہیں	پاکیزہ اور وہ وہاں	ہمیشہ رہیں گے۔
اِنَّ	اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ	اَنْ
بے شک	اللہ نہیں شرماتا	اِس سے کہ
یَّضْرِبَ	مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً	فَمَا
بیان کرے	مثال جو مچھر کی	پس جو
فَوْقَهَا ؕ	فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	
اس سے اوپر ہے	پس بہر حال جو ایمان لائے ہیں	
فَیَعْلَمُوْنَ	اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ	
پس وہ جانتے ہیں	یہ کہ یہ حق ہے سے اُن کے ربّ اور	
اَمَّا	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ	مَاذَاۤ
بہر حال جو	کافر ہیں پس وہ کہتے ہیں	کیا
اَرَادَ	اللّٰهُ بِهٰذَا	مَثَلًا ۘ یُضِلُّ
ارادہ کرتا ہے	اللہ ساتھ اِس	مثال کے وہ (اللہ) گمراہ کرتا ہے
بِهٖ	كَثِیْرًا ؕ وَ یَهْدِیْ بِهٖ	كَثِیْرًا ؕ
اِس کے ساتھ	بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے اِس کے ساتھ	بہت سوں کو
وَ مَا	یُضِلُّ بِهٖۤ	اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۝
اور نہیں	گمراہ کرتا اِس کے ساتھ	مگر نافرمانوں کو۔
الَّذِیْنَ	یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ	مِنْۢ
کہ جو	توڑتے ہیں عہد اللہ کا	سے
بَعْدِ	مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ	مَاۤ
بعد	اس کے پختہ کرنے کے اور قطع کرتے ہیں	اُس کو کہ جو

اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ	اَنْ	يُّوْصَلَ	وَ
حکم دیا ہے	اللہ نے	اُسے	یہ کہ	جوڑا جائے	اور
يُفْسِدُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	
فساد کرتے ہیں	میں	زمین	وہی لوگ ہیں	وہ	
الْخٰسِرُوْنَ ۝					
نقصان والے۔					

بامحاورہ ترجمہ:

اور اُن کو کہ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کئے اُنہیں خوشخبری سنا دو کہ اُن کے لئے باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جہاں جب کبھی کوئی پھل اُن کو بطور رزق دیا جائے گا کہیں گے: ''یہ تو وہی ہے کہ جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا ہے'' اور اُن کو ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ نہیں شرماتا اِس سے کہ مثال بیان کرے کسی مچھر کی یا اُس کی کہ جو اس سے اوپر ہے، پس بہر حال وہ لوگ کہ جو ایمان والے ہیں' جانتے ہیں کہ یہ اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے اور بہر حال وہ لوگ کہ جو کافر ہیں' پس وہ کہتے ہیں: ''اللہ اِس مثال کے ساتھ کیا ارادہ کرتا ہے؟'' وہ اِس کے ساتھ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے، اور نہیں گمراہ کرتا' مگر نافرمانوں کو ہی۔ جو کہ اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم کیا ہے' اُسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ نقصان والے ہیں۔

تفسیر: اہلِ جنت کے لئے انعامات:

اللہ ربّ العزت ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے بشارت دے رہے ہیں کہ اُن کے لئے آخرت میں باغات ہوں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں اُنہیں پھلوں سے رزق دیا جائے گا۔ یہاں اللہ ربّ العزت نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب اُنہیں کوئی پھل دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے کہ جو ہمیں پہلے بھی رزق دیا گیا۔ اِس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اہلِ جنت کو جو پھل دیئے جائیں گے' وہ شکل وصورت کے اعتبار سے دُنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے تو جب اُن کے سامنے یہ پھل پیش کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے کہ جو ہمیں اِس سے پہلے دُنیا میں بھی دیا گیا تھا۔ اِس سے دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اہلِ جنت کو جو پھل دیئے جائیں گے وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور ایک پھل کے بعد جب اُسی کے مشابہ دوسرا پھل آئے گا تو کہیں گے کہ یہ تو ابھی ہم نے کھایا تھا۔ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ واقعی اُنہیں ملتا جلتا ہی دیا جائے گا۔ یعنی وہ پھل شکل وصورت کے اعتبار سے واقعی دُنیا کے پھلوں کے یا ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ لیکن یہ مشابہت صرف شکل وصورت کے اعتبار سے ہے' جب جنتی اُنہیں چکھیں گے تو اُنہیں دُنیا کے پھلوں سے یا اُن سے پہلے دیئے گئے جنت کے ہی اُن سے مشابہ پھلوں سے بہت مختلف پائیں گے۔

چھوٹی چیزوں کی مثال:

قرآن حکیم میں بعض مقامات پر چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ مثلاً فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ﴾ (22 الحج 73)

[اے لوگو! ایک مثال کہی گئی ہے' پس اُس پر کان لگاؤ، بے شک وہ لوگ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو' وہ اگر چہ سارے اس کے لئے

جمع ہو جائیں' ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔]

ایسی مثالوں کو سن کر مشرکین مکہ اعتراض کرتے کہ اللہ کی ذات تو بہت بڑی ذات ہے' اُسے اِن چھوٹی چھوٹی مثالوں سے کیا کام، اُس نے مثال دینا ہو تو کسی بڑی چیز کی مثال دے۔ اُن کے اِس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ اللہ چھوٹی چیزوں کی مثالیں دینے سے شرماتا نہیں ہے۔

واضح سی بات ہے کہ غیر اللہ کے اختیارات کی نفی کے لئے اگر اللہ رب العزت بڑی بڑی چیزوں کی مثال دیتے کہ مثلاً اللہ کے سوا آسمان کوئی نہیں بنا سکتا یا سورج کوئی نہیں پیدا کر سکتا وغیرہ تو مشرکین نے کہنا تھا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اتنی بڑی بڑی چیزیں تو واقعی اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا' لیکن ہمارے معبود چھوٹی چھوٹی چیزیں تو پیدا کر ہی سکتے ہیں۔ اِس لئے معبودانِ باطلہ سے اختیارات کی نفی کے لئے یہی مناسب ہے کہ چھوٹی سی چیز کا ذکر کر کے کہا جائے کہ تمہارے معبودان تو یہ چھوٹی سی چیز بھی بنانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ظاہر ہے کہ معبودانِ باطلہ کے اختیارات کی نفی پوری طرح اِسی صورت میں ہو سکتی ہے' بڑی چیزوں کی مثالوں کے ذریعے پوری طرح نفی نہیں ہو سکتی۔

یہ اعتراض کرنے والے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ مثال کا مثیل (مثال بیان کرنے والا) کے مطابق ہونا ضروری نہیں' ممثل لہٗ (جس کے لئے مثال بیان کی جائے) کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ مثال بیان کرنے میں مثیل کا خیال صرف اِس حد تک کیا جائے گا کہ مثال مثیل کی شان کے خلاف نہ ہو۔ اگر مثیل ایک اعلیٰ ہستی ہے تو مثال گھٹیا قسم کی اور بیہودہ نہیں ہونی چاہیئے۔ گھٹیا قسم کی اور بیہودہ مثال واقعی مثیل کی شان کے خلاف ہے' لیکن چھوٹی چیزوں کی مثال بیان کرنا مثیل کی شان کے خلاف نہیں' بلکہ جہاں چھوٹی چیزوں کی مثال کی ضرورت ہو وہاں ایسی مثال دینا ہی مثیل کی شان کے مطابق ہے۔

اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کا یہ اعتراض بالکل فضول اعتراض ہے۔ اہلِ ایمان اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ مثالیں شانِ کبریائی کے خلاف نہیں ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے ہیں' البتہ کفار ایسی مثالوں کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ جیسی عظیم ہستی کو ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالوں سے کیا کام' وہ تو کسی بڑی چیز کی مثال بیان کرے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ضد اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں' وہ تو اِن مثالوں کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور راہِ راست پر آ جاتے ہیں' لیکن ان کے مقابلہ میں نافرمان لوگ اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں۔

پھر اللہ رب العزت نے فاسقین اور نافرمانوں کے چند اوصاف ذکر کئے ہیں کہ

O: وہ اللہ کا عہد پختہ کرنے کے بعد اِسے توڑتے ہیں۔ یہاں عہد سے مراد توحید اور احکامِ الٰہی کا عہد ہے۔

O: جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' اُسے قطع کرتے ہیں۔ اِس میں تمام احکامِ الٰہی آ جاتے ہیں کہ اللہ نے اُن کے بجا لینے کا حکم دیا ہے' لیکن یہ لوگ اُن کے خلاف کرتے ہیں۔

O: زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یعنی خود بھی کفر و شرک میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی اِسی طرف دعوت دیتے ہیں اور کفر و شرک کو عام کر کے خرابی اور فساد کا باعث بنتے ہیں۔

---------☆---------

آیات نمبر 28 و 29:

كَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ كُنْتُمْ	اَمْوَاتًا
کس طرح	تم انکار کرتے ہو	اللہ کا	اور تم تھے	مردہ
فَاَحْيَاكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	
پس تمہیں زندہ کیا	پھر	تمہیں مارے گا	پھر	

يُحْيِيكُمْ	ثُمَّ	إِلَيْهِ	تُرْجَعُونَ ۝	هُوَ	
تمہیں زندہ کرے گا	پھر	اُسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے۔	وہی ہے	
الَّذِي	خَلَقَ	لَكُمْ	مَّا	فِي	الْأَرْضِ
کہ جس نے	پیدا کیا	تمہارے لئے	جو ہے	میں	زمین
جَمِيعًا	ثُمَّ	اسْتَوَىٰ	إِلَى	السَّمَاءِ	
سب کا سب	پھر	وہ متوجہ ہوا	طرف	آسمان کے	
فَسَوَّاهُنَّ	سَبْعَ	سَمَاوَاتٍ	وَ	هُوَ	بِكُلِّ
پس اُن کو ٹھیک کر دیا	سات	آسمان	اور	وہ ہے	ساتھ ہر
شَيْءٍ	عَلِيمٌ ۝				
چیز	جاننے والا۔				

بامحاورہ ترجمہ:

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ اور حالانکہ تم مردہ تھے' پس تم کو زندہ کیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی ہے کہ جس نے تمہارے لئے پیدا کیا' جو کچھ زمین میں ہے، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا' پس اُن کو ٹھیک کر دیا سات آسمان اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تفسیر:

وجودِ باری تعالیٰ:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزت اُن کفار سے مخاطب ہیں کہ جو ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ ہے ہی نہیں اور یہ سارا کارخانہ قدرت خود بخود چل رہا ہے۔ اللہ ربّ العزت اُن کو مخاطب کر کے کچھ دلائل ذکر فرما رہے ہیں کہ ذرا اِن دلائل پر غور کرو کہ کیا یہ حقائق وجودِ باری تعالیٰ کو ثابت نہیں کر رہے:

O: تم مردہ تھے' تمہیں زندہ کیا۔ یعنی تمہیں مردہ نطفے یا مردہ مٹی سے پیدا کیا۔ انسان کی تخلیق کی اصل مٹی ہے کہ اسے مٹی سے بنایا گیا ہے اور نسل چلنے کے لحاظ سے انسان کی تخلیق نطفہ سے ہے اور یہ دونوں چیزیں مردہ ہیں۔ خیال کرو کیا تم خود بخود پیدا ہو گئے ہو اور کیا تم خود بخود مردہ سے زندہ ہو گئے ہو؟ یقیناً ایسا نہیں ہے' بلکہ کوئی خالق موجود ہے۔

O: پھر تمہیں مارے گا۔ وفات اور موت ایسی حقیقت ہے کہ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہم روزانہ اپنے سامنے لوگوں کو مرتے دیکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان کا وجود چند لمحے پہلے زندہ تھا' اب مردہ ہو چکا ہے، چند لمحے پہلے اُس میں حرکت تھی' اب ساکن ہو چکا ہے، چند لمحے پہلے اُس میں حسیات تھیں' اب وہ ہر قسم کے احساسات کھو چکا ہے' حالانکہ بظاہر جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ کیا یہ خود بخود ہے' یا اِس کا کوئی کرنے والا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سب خود بخود ہی تو نہیں ہو گا' یقیناً کوئی ایسی ہستی موجود ہے کہ جو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ بنا دینے والی ہے۔

O: پھر تمہیں زندہ کرے گا اور پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پہلے دو دلائل ذکر کئے گئے ہیں کہ مردہ سے زندہ کرنے والا اور زندہ سے مردہ کرنے والا یقیناً کوئی موجود ہے۔ اب ایک ڈراوے کے ساتھ جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ خیال کرو' جس طرح اُس نے پہلی دفعہ تمہیں

مردہ سے زندہ کر دیا تھا' اُسی طرح دوبارہ بھی مردہ سے زندہ کر لئے جاؤ گے اور پھر تمہیں اُس کے دربار میں پیش ہونا ہوگا تو تمہیں چاہیے کہ اُس کا انکار کرنے کی روش اختیار کرنے کی بجائے اُس کے بندے بن کر رہو۔

O: اُس نے تمہارے لئے زمین میں سب کچھ پیدا کیا۔ یہ ایک اور دلیل ذکر کی جا رہی ہے کہ صرف تمہارا ہی نہیں' بلکہ اِس ساری کائنات کا بھی وہ خالق ہے۔ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے' یہ سب خود بخود ہی نہیں بن گیا' بلکہ اِس کا کوئی خالق موجود ہے۔

O: پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور اُنہیں سات آسمان بنا دیا۔ اُس خالق نے صرف زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہی پیدا نہیں کیا' بلکہ اُس نے آسمان بھی بنائے ہیں۔ یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ سب کچھ ایک خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

O: وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ یہاں پھر ڈراوا ہے کہ لوگو! خیال کرو کہ تم نے اُس کے دربار میں پیش بھی ہونا ہے اور یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے اعمال اُس سے چھپے رہیں گے' بلکہ وہ تو ہر چیز کو جاننے والا ہے تو اُس سے ڈرو اور اُس کا انکار کر کے خود کو جہنم کا ایندھن نہ بنا لو۔

دلائلِ وجود یا دلائلِ توحید:

مذکورہ بالا آیات کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اِن آیات میں خداوند قدوس کا خطاب منکرینِ خدا سے نہیں ہے' بلکہ ایسے کفار و مشرکین سے ہے کہ جو خداوند قدوس کے وجود کے بہر حال قائل ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کو مخاطب بنایا جائے تو آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ لوگو! تم مردہ تھے، پھر تم کو زندہ کیا، پھر تم کو مارے گا، پھر تم کو زندہ کرے گا، پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اُس نے تمہارے لئے زمین میں سب کچھ پیدا کیا، اُسی نے آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جاننے والا بھی ہے' تو اِس سب کو تسلیم کرنے کے باوجود تم اللہ کے حکموں سے روگردانی کیوں کر رہے ہو اور کفر و شرک میں کیوں مبتلا ہو؟ تم کفر و شرک کی روش اختیار کر کے گویا عملاً اللہ ربّ العزت کا انکار کر رہے ہو' ایسا نہیں چاہیے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ

"تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو سے مراد یہ ہے کہ تم کس طرح اُس کے ساتھ غیروں کی عبادت کرتے ہو۔"

گویا غیر اللہ کی عبادت کرنا عملاً اللہ کا انکار کرنا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ آیات کا مخاطب اللہ کا انکار نہ کرنے والے کفار و منافقین کو بنانے سے مذکورہ آیات میں مذکور دلائل وجودِ باری تعالیٰ کی بجائے توحیدِ باری تعالیٰ کے ہوں گے۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 4:

آیات نمبر 30 تا 33:

وَ اِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ
اور جب	کہا	تیرے ربّ نے	فرشتوں سے بے شک میں
جَاعِلٌ	فِي	الْاَرْضِ	خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا
بنانے والا ہوں	میں	زمین	ایک خلیفہ کہنے لگے
اَتَجْعَلُ	فِيْهَا	مَنْ	يُّفْسِدُ فِيْهَا
کیا آپ بنائیں گے	اس میں	جو	فساد پھیلائے اس میں

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ وَ	اور بہائے خون اور ہم تسبیح بیان کرتے ہیں آپ کی حمد کے ساتھ اور تقدیس بیان کرتے ہیں آپ کی کہا بے شک میں جانتا ہوں جو نہیں تم جانتے۔ اور
عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ	سکھلائے آدمؑ کو نام سارے پھر اُن کو پیش کیا پر فرشتوں پس کہا مجھے بتلاؤ
بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا	نام ان کے اگر تم ہو سچے۔ کہنے لگے آپ پاک ہیں نہیں علم ہمیں مگر
مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ	جتنا آپ نے ہمیں سکھلایا بے شک آپ آپ ہی ہیں جاننے والے
الْحَكِیْمُ۝ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ	حکمت والے۔ کہا اے آدمؑ ان کو بتلایئے
بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ	ان کے نام پس جب اُن کو بتلا دیئے
بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ	ان کے نام کہا کیا نہیں میں نے کہا تھا تمہیں
اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ	بے شک میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی
وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ	اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

تَكْتُمُوْنَ ۝ چھپاتے ہو۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا: ''بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' کہنے لگے: ''کیا آپ اس میں بنائیں گے کہ جو اس میں فساد کرے اور خون بنائے اور حالانکہ ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور آپ کی تقدیس بیان کرتے ہیں'' کہا: ''بے شک میں جانتا ہوں کہ جو تم نہیں جانتے''۔ اور آدمؑ کو سارے نام سکھلائے، پھر اُن (چیزوں) کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا' پس کہا: ''اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتلاؤ''۔ کہنے لگے: ''آپ پاک ہیں، ہمیں علم نہیں ہے' مگر جتنا آپ نے ہمیں سکھلایا، بے شک آپ ہی جاننے والے حکمت والے ہیں''۔ کہا: ''اے آدمؑ! ان (فرشتوں) کو ان (چیزوں) کے نام بتلایئے'' پس جب اُنہوں نے اُن کو اُن کے نام بتلا دیئے' کہا: ''کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ بے شک میں ہی آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کو جانتا ہوں اور جانتا ہوں کہ جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو''۔

تفسیر: تخلیق آدمؑ:

فرشتوں کے سامنے ذکر:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں حضرت آدمؑ کی تخلیق اور اُن کی فرشتوں پر فوقیت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ربّ قدوس نے دیگر مخلوقات بھی پیدا فرمائیں' لیکن کسی مخلوق کی تخلیق کے وقت ربّ تعالیٰ نے اُس سے پہلے موجود کسی دوسری مخلوق کے سامنے ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ جب انسان کی تخلیق کا وقت آیا تو ربّ ذوالجلال نے اِسے ایک خاص امتیاز بخشا کہ اس سے پہلے موجود مخلوقات میں سے بہترین مخلوق یعنی فرشتوں کے سامنے ذکر فرما کر انسان کی اہمیت کو واضح کیا۔

انسان کی حیثیت کا تعین بطور خلیفہ:

مزید یہ کہ فرشتوں کے سامنے صرف ایک نئی مخلوق کی تخلیق کا ذکر ہی نہیں کیا' بلکہ اُس نئی مخلوق کی ایک عظیم حیثیت کا بھی تعین فرمایا:

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (2 البقرہ 30)

[بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔]

اللہ ربّ العزت نے یہاں جو ﴿خَلِیْفَةً﴾ کا لفظ استعمال فرمایا ہے' اس کے متعلق دو امور وضاحت طلب ہیں:

1: خلافت کا مصداق کون ہے؟
2: خلافتِ انسانی سے مراد کیا ہے؟

خلافت کا مصداق:

خلافتِ انسانی کا مصداق کون ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کی آراء مختلف ہیں: بعض مفسرین نے صرف حضرت آدمؑ کو خلیفہ قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین نے تمام انبیاء اور ختم نبوت کے بعد امت محمدیہ کے چیدہ و چنیدہ افراد کو خلیفہ قرار دیا ہے اور بعض مفسرین کی رائے میں پوری نسلِ انسانی اِس لفظ کا مصداق ہے۔ اکثر مفسرین اِس تیسرے نظریہ کے ہی قائل ہیں اور لفظ خلیفہ کو پوری انسانیت کے لئے قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی پوری انسانیت کو ہی خلیفہ کہا گیا ہے۔

خلافتِ انسانی سے مراد:

خلافتِ انسانی سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے دو نظریات آتے ہیں: ایک یہ کہ خلیفہ کا معنٰی ہے "کسی کے بعد آنے والا"۔ چونکہ انسان نسل در نسل ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں' اس لئے انسان کو خلیفہ کہا گیا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان کو زمین کا نظام چلانے کے لئے کچھ بااختیار بنایا گیا ہے' اس لئے اسے خلیفہ کہا گیا ہے۔

ہمارے خیال میں ہمیں دونوں نظریات بیک وقت تسلیم کرنا ہوں گے۔ یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم معنٰی تو یہی لیتے ہیں کہ انسان کو خلیفہ اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی ہے' البتہ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہیں گے کہ دیگر جاندار مخلوقات بھی اگرچہ نسل در نسل ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں' لیکن انہیں خلیفہ نہیں کہا گیا اور انسان کو کہا گیا ہے' تو اس میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ انسان کے کسی حد تک صاحبِ اختیار ہونے کی وجہ سے بھی یہ لفظ انسان کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

فرشتوں کا استفسار:

اللہ ربّ العزت نے جب فرشتوں کے سامنے ایک خلیفہ بنانے کے ارادہ کا اظہار فرمایا تو فرشتوں نے ایک استفسار کیا کہ اے اللہ! کیا آپ زمین میں فساد پھیلانے والی اور خون بہانے والی مخلوق پیدا فرما رہے ہیں' حالانکہ آپ کی تسبیح و تحمید اور تقدیس کا فریضہ ہم سرانجام دے رہے ہیں؟ فرشتوں کے اس استفسار پر کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں:

1: کیا فرشتوں نے اعتراض کیا تھا؟ انہیں جرأتِ اعتراض کیسے ہو گئی؟
2: فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ انسان زمین میں فساد پھیلائے گا؟ کیا فرشتے عالم الغیب ہیں؟
3: فرشتوں نے استفسار کے ساتھ ساتھ اپنی تسبیح و تحمید و تقدیس کا ذکر کیوں کیا؟

کیا فرشتوں نے اعتراض کیا تھا؟:

اس سوال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ فرشتوں نے اعتراض نہیں صرف استفسار کیا تھا۔ چونکہ اس سے قبل فرشتے اعلیٰ ترین مخلوق تھے اور اب اللہ ربّ العزت ایک اور مخلوق کی تخلیق کے ارادہ کا اظہار فرما رہے تھے تو فرشتوں کو یہ فکر دامن گیر ہو گئی تھی کہ کہیں ہم سے کوئی کوتاہی تو نہیں ہو گئی کہ اللہ ربّ العزت ایک نئی مخلوق پیدا فرمانے لگے ہیں۔ "خلیفہ" کے لفظ سے فرشتوں نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ نئی مخلوق درجہ و مقام میں ہم سے برتر ہو گی۔

کیا فرشتے عالم الغیب ہیں؟:

فرشتے عالم الغیب نہیں ہیں۔ اُنہوں نے اس سے قبل زمین میں جنات کو فساد پھیلاتے دیکھ رکھا تھا اور چونکہ اس نئی مخلوق کو بھی اللہ زمین میں ہی بھیجنے والے تھے تو اُنہوں نے اندازہ کیا کہ یہ بھی فساد پھیلائیں گے۔

فرشتوں نے اپنی تسبیح و تحمید و تقدیس کا ذکر کیوں کیا؟

اس سوال کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب سے ہی سامنے آجاتا ہے کہ چونکہ فرشتوں کو یہ خوف لاحق ہو گیا تھا کہ شاید ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے کہ اللہ ایک نئی مخلوق پیدا فرمانے لگے ہیں' لہٰذا اُنہیں نے اپنی وفاداری کا ذکر کیا کہ یا اللہ! ہم جو تسبیح و تحمید اور تقدیس میں مشغول ہیں تو کیا ہم سے کوئی کمی، کوتاہی ہو گئی ہے کہ آپ ایک نئی مخلوق بنا رہے ہیں؟

انسان کی فرشتوں پر فوقیت:

حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اُن کی فرشتوں پر فوقیت کا اظہار فرمایا گیا۔ حضرت آدمؑ کو علم کے لحاظ سے فوقیت دی گئی:

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (2 البقرہ 31)

[اور آدمؑ کو سارے نام سکھلائے۔]

لفظ "کل" سے ہر قسم کی تمام اشیاء مراد نہیں ہیں' بلکہ اس سے ایسی اشیاء مراد ہیں کہ جن کی حضرت آدمؑ کو ضرورت ہو سکتی تھی۔

"اسماء" سے مراد چیزوں کے اوصاف ہیں' جیسا کہ علاّمہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ

"اسماء سے مراد چیزوں کی صفات اور اُن کے اوصاف اور اُن کے خواص ہیں۔"

گویا حضرت آدمؑ کو اُن کے لئے ضروری اشیاء کی تاثیرات اور اُن کے اوصاف و خواص کا علم دیا گیا اور پھر فرشتوں کے سامنے اُن چیزوں کو پیش کر کے اُن سے اُن چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا' لیکن وہ ان کے متعلق نہ بتلا سکے۔ پھر اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کو ان چیزوں کے متعلق بتلانے کا حکم دیا اور آپؑ نے اُن کے متعلق بتلا دیا۔ اِس طرح انسان کی فرشتوں پر برتری کا عملی اظہار فرمایا گیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کو اللہ رب العزت نے خود سکھلا دیا تھا تو آپؑ کا کیا کمال ہوا؟ اور فرشتوں کو اللہ رب العزت نے نہیں سکھلایا تھا تو اُن کا کیا قصور ہے کہ اُن کا درجہ کم ہو گیا؟ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اِس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "تعلیم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں اِس علم کی استعداد رکھ دی تھی اور اُنہوں نے اِس فطری استعداد کے ذریعے ان اشیاء کے اوصاف اور خواص بیان کر دیئے' لہٰذا آدمؑ کی یہ برتری اُن کی فطرت اور جبلت کے اعتبار سے تھی۔ یہ مطلب نہیں کہ فطری استعداد کے علاوہ اُن کو علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ جب ان اشیاء کا علم حضرت آدمؑ کو دے دیا تو اس میں اُن کا کیا کمال ہے؟ اور فرشتوں کو نہیں دیا تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟"

---------☆---------

آیات نمبر 34 تا 39:

وَ	اِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ
اور	جب	ہم نے کہا	فرشتوں سے	سجدہ کرو	آدمؑ کو
فَسَجَدُوْٓا	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	اَبٰى	وَ
پس اُنہوں نے سجدہ کیا	سوائے	ابلیس کے	اُس نے انکار کیا	اور
اسْتَكْبَرَ	وَ	كَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ	وَ
تکبر کیا	اور	ہو گیا	سے	کافروں۔	اور
قُلْنَا	يٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَ	زَوْجُكَ	الْجَنَّةَ
ہم نے کہا	اے آدمؑ	رہو	تم	اور	تمہاری بیوی	جنت میں
وَ	كُلَا	مِنْهَا	رَغَدًا	حَيْثُ	شِئْتُمَا
اور	کھاؤ	اس میں سے	بافراغت	جہاں سے	تم چاہو
وَ	لَا	تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ	فَتَكُوْنَا	مِنَ
اور	نہ	قریب جاؤ	اس	درخت کے	پس تم ہو جاؤ گے	سے

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

الظّٰلِمِيْنَ ۝	فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
ظالموں۔	پس اُنہیں بہکایا شیطان نے اس سے
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَ	
پس اُنہیں نکال دیا اُس میں سے کہ جو وہ تھے اُس میں اور	
قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ	
ہم نے کہا اترو تمہارے بعض بعض کے	
عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ	
دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے میں زمین ٹھکانا ہے اور	
مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ	
نفع اُٹھانا ہے تک ایک مدت۔ پس سیکھ لئے آدمؑ نے سے	
رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ	
اپنے رب کچھ کلمات پس متوجہ ہوا اُن پر بے شک وہ	
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوْا	
وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ ہم نے کہا اترو	
مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ	
یہاں سے سارے کے سارے پس اگر تمہارے پاس آئے	
مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ	
میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی	
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ	
تو نہیں کوئی خوف ہوگا اُن کو اور نہ ہی وہ	
يَحْزَنُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا	
غمگین ہوں گے۔ اور وہ کہ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا	
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ	
ہماری آیتوں کو وہی ہیں آگ والے وہ	
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝	
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: ''آدمؑ کو سجدہ کرو'' تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا، اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ اور ہم نے کہا: ''اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اِس میں سے جہاں سے چاہو، فراغت کھاؤ اور اِس درخت کے قریب نہ ہونا، پس تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔ پس اُنہیں شیطان نے اس سے بہکایا، پس اُنہیں اُس میں سے نکال دیا کہ جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا: ''اترو، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ اور ایک مدت تک نفع اُٹھانا ہوگا''۔ پس آدمؑ نے اپنے ربّ سے کچھ کلمات سیکھ لئے، پس وہ (اللہ) اُن (آدمؑ) پر متوجہ ہوا، بے شک وہ وہی توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ ہم نے کہا: ''یہاں سے سارے کے سارے اترو، پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو اُنہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی آگ والے ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

تفسیر:

قصۂ آدمؑ و ابلیس:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اللہ ربّ العزت نے تمام فرشتوں کو اور ابلیس کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو تعظیمی سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے تو حضرت آدمؑ کو سجدہ کر دیا، لیکن ابلیس نے اللہ ربّ العزت کے حکم کی نافرمانی کی اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت آدمؑ کو تعظیمی سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ مبغوض ہو گیا اور قرآن حکیم کی تعبیر کے مطابق کافروں میں سے ہو گیا۔ حضرت آدمؑ کے ساتھ اللہ ربّ العزت نے ایک عورت حضرت حوا بھی پیدا فرما دیں اور ان دونوں کو اللہ ربّ العزت نے جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ ان دونوں کو جنت میں سے ہر قسم کے میوہ جات وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت تھی، البتہ صرف ایک درخت سے اللہ ربّ العزت نے انہیں روکا تھا۔ شیطان ابلیس نے انہیں اس درخت کے متعلق بہکایا اور انہوں نے اس درخت میں سے کچھ چکھ لیا۔ اس پر اللہ ربّ العزت نے ان دونوں کو جنت سے نکلنا اور دُنیا میں بسنے کا حکم دے دیا اور ساتھ ہی تاکید فرما دی کہ جب بھی تمہارے طرف یا تمہارے اولاد کی طرف میری طرف سے کوئی پیغامِ ہدایت نازل ہو، اُس کی پیروی کرنا۔ جو میرے احکام کی پیروی کریں گے، اُن کو کسی قسم کا کوئی غم و خوف نہیں ہوگا اور جو میرے حکموں کی خلاف ورزی کریں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدمؑ توبہ میں مشغول رہے اور پھر اللہ ربّ العزت نے خود ہی انہیں کچھ کلمات سکھلا دیئے کہ جن کلمات کے ساتھ توبہ کرنے سے اللہ نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔

نوٹ: قصۂ آدمؑ و ابلیس پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''قصۂ آدمؑ و ابلیس'' (صفحہ نمبر 259)۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 5:

آیات نمبر 40 تا 42:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ
اے بنی اسرائیل	یاد کرو	میرے احسان	کہ جو

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ	
میں نے انعام کئے تم پر اور پورا کرو میرا عہد	
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝	
میں پورا کروں گا تمہارے عہد کو اور مجھ ہی سے پس ڈرو۔	
وَ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا	
اور ایمان لاؤ اُس پر کہ جو میں نے نازل کیا تصدیق کرنے والا ہے	
لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ	
اُس کی کہ جو تمہارے پاس ہے اور نہ ہو جاؤ پہلے	
كَافِرٍ بِهٖ ۪ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ	
انکار کرنے والے اِس کا اور نہ تم خریدو میری آیتوں پر	
ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَ	
مول تھوڑا اور مجھ ہی سے پس ڈرو۔ اور	
لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا	
نہ تم ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپاؤ	
الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	
حق کو اور تم جانتے ہو۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اے بنی اسرائیل! میرے احسان یاد کرو کہ جو میں نے تم پر کئے اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے پس تم ڈرو۔ اور اُس پر ایمان لاؤ کہ جو میں نے نازل کیا اُس کی تصدیق کرنے والا ہے کہ جو تمہارے پاس ہے اور اس کے پہلے منکر نہ ہو جاؤ، اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑا مول نہ خریدو اور مجھ ہی سے پس تم ڈرو۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔

تفسیر:

بنی اسرائیل کے لئے احکامات:

اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا اور آپؑ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے بنی اسرائیل کی طرف پے در پے انبیاء کرام ورسل عظام بھیجے۔ مذکورہ بالا آیات میں اللہ ربّ العزت ان بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر چند احکامات دے رہے ہیں:

میرے احسان یاد کرو:

بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے ﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ﴾ فرمایا گیا ہے کہ "میرے احسان یاد کرو"۔ یہاں لفظ "نعمت" سے کوئی خاص احسان مراد نہیں ہے بلکہ یہاں یہ لفظ بطور جنس استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر ہونے والے میرے تمام انعامات و

احسانات کو یاد کرو۔

میرے عہد کو پورا کرو:

اللہ ربّ العزت نے یہاں بنی اسرائیل سے فرمایا ہے کہ تم اپنے اُس عہد کو پورا کرو کہ جو تم نے مجھ سے کیا ہے اور میں بھی اُس عہد کو پورا کروں گا کہ جو میں نے تم سے کیا ہے۔ بنی اسرائیل کا اللہ سے کیا عہد تھا اور اللہ کا بنی اسرائیل سے کیا عہد تھا؟ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر اس کا جواب ہے:

﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (5 المائدہ 12)

[اور البتہ تحقیق اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے اُن میں بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ نے کہا: "اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور اُن کی مدد کرو گے اور تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں"۔]

اس آیت مبارکہ سے بنی اسرائیل کا عہد بھی واضح ہو جاتا ہے اور جواب میں اللہ کا اُن سے عہد بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے عہد میں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رسولوں پر ایمان لانا، رسولوں کی مدد کرنا اور اللہ کو اچھا قرض دینا یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شامل تھا اور جواب میں اللہ کی طرف سے اُنہیں یہ سب کرنے پر گناہ دور کرنے اور جنت میں داخل کرنے کا وعدہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک اور عہد کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ میں بنی اسماعیل میں ایک اُمّی نبی بھیجوں گا، پس جو اُس کی پیروی کرے گا اور اُس کے ساتھ آنے والے نور یعنی قرآن کی تصدیق کرے گا، تو میں اُس کے گناہ بخش دوں گا اور اُسے جنت میں داخل کروں گا"۔

حضرت ابن عباسؓ کے اِس فرمان کے مطابق بنی اسرائیل کا عہد حضور اکرم ﷺ اور قرآن حکیم کو تسلیم کرنے کا اور اِس کے جواب میں اللہ کا وعدہ گناہ بخشنے کا اور جنت میں داخل کرنے کا تھا۔

مجھ سے ہی ڈرو:

مذکورہ آیات میں ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝﴾ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور ﴿وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝﴾ کا بھی۔ دونوں کا معنیٰ یہ ہی ہے کہ "اور مجھ ہی سے پس تم ڈرو"۔ اللہ ربّ العزت مالک الملک اور احکم الحاکمین ہیں، ساری کائنات پر اللہ ہی کی حکمرانی ہے، اُس کی بادشاہت کائنات کے ایک ایک ذرے پر ہے، دُنیا والوں کی بادشاہتیں اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ اور عارضی اور محدود ہیں اور محدود اختیارات والی ہیں جبکہ اللہ ربّ العزت کی بادشاہت ذاتی، مستقل اور لامحدود ہے اور مکمل اختیارات والی ہے لہٰذا اللہ ہی کی ذات اِس لائق ہے کہ دل میں اُس کا ڈر رکھا جائے۔

قرآن پر ایمان لاؤ:

بنی اسرائیل کو قرآن حکیم پر ایمان لانے کا بھی حکم دیا جا رہا ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ اُس کی تصدیق کرنے والا

ہے کہ جو تمہارے پاس ہے۔ مدینہ میں آباد بنی اسرائیل یہودی تھے اور تورات کو الہامی کتاب تسلیم کرتے تھے تو مفہوم یہ ہوا کہ یہ قرآن حکیم تورات کی تصدیق کر رہا ہے۔ تورات کی تصدیق کا ایک انداز تو یہ ہے کہ یہ قرآن حکیم یہ شہادت دیتا ہے کہ واقعی تورات اللہ کی کتاب ہے کہ جو حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی۔ دوسرا انداز یہ ہے کہ قرآن حکیم تورات کی تعلیمات کی بھی تصدیق کر رہا ہے۔ جو عقائد تورات میں بیان کئے گئے ہیں' وہی عقائد قرآن حکیم میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف انبیاء کی شریعتوں کی تفصیلات میں اگرچہ اپنے اپنے دور کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں' لیکن بنیادی عقائد بہرحال سارے انبیاء کی شرائع میں ایک ہی رہے ہیں۔

بنی اسرائیل یا یہودِ مدینہ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کے پہلے منکر نہ بنو' حالانکہ مشرکینِ مکہ ان سے پہلے قرآن حکیم کا انکار کر کے پہلے منکر بن چکے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب پہلے منکر مشرکینِ مکہ اس سے پہلے ہی بن چکے ہیں تو یہود یا بنی اسرائیل سے کیوں کہا گیا کہ پہلے منکر نہ بنو؟ مفسرین کرامؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہودِ مدینہ یا بنی اسرائیل کی مذہبی حیثیت کو عوام میں تسلیم کیا جاتا تھا اور ان یہود کا انکار بہت سے اور لوگوں کے انکار کا بھی سبب بن سکتا تھا، بہت سے لوگوں کی نظریں اپنے انہی مذہبی پیشواؤں پر لگی ہوئی تھیں کی اگر یہ رحمت کونین ﷺ کو نبی تسلیم کر لیں تو وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ اس لئے عوام الناس کے ان افراد کی نسبت سے بنی اسرائیل کو پہلے منکر کہا جا رہا ہے کہ جن افراد نے بنی اسرائیل کے پیروی میں انکار کرنا تھا۔

میری آیتوں کے بدلے تھوڑا مول نہ لو:

مراد یہ ہے کہ دُنیاوی فوائد کی خاطر میری آیات کو پسِ پشت نہ ڈالو۔ یہاں تھوڑے مول کی ممانعت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ تھوڑے فائدہ کی خاطر تو آیاتِ الٰہی کو پسِ پشت نہیں ڈالنا چاہیئے' البتہ زیادہ فوائد حاصل ہو رہے ہوں تو آیاتِ الٰہی کو پسِ پشت ڈالنے کی گنجائش ہے۔ دُنیاوی فوائد خواہ جس قدر بھی حاصل کر لئے جائیں' وہ اُخروی فوائد کے مقابلہ میں بہرحال حقیر ہی ہیں' اس لئے تھوڑا مول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق چھپاؤ:

یہود کے علماء عوام کو گمراہ کرنے کے لئے دو طرح کے حربے استعمال کرتے تھے۔ عوام میں سے بعض ایسے تھے کہ جن کو تورات میں موجود حضور اکرم ﷺ کے متعلق بشارات اور علامات وغیرہ کا کچھ علم تھا' یہود کے علماء انہیں گمراہ کرنے کے لئے اُلٹی سیدھی تاویلات وغیرہ کے ذریعے حق و باطل کو خلط ملط کر دیتے اور انہیں حقیقتِ حال کی خبر نہ ہونے دیتے' اُن کے اس کرتوت کے متعلق فرمایا کہ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ عوام الناس کی دوسری قسم ایسے افراد پر مشتمل تھی کہ جنہیں تورات میں موجود حضور اکرم ﷺ کے متعلق بشارات اور علامات وغیرہ کے متعلق بالکل معلومات حاصل نہ تھیں' یہود کے علماء انہیں گمراہ کرنے کے لئے یہ کوشش کرتے کہ ان لوگوں کے سامنے تورات کے ایسے حصے آئیں ہی نہ اور یہ لاعلم ہی رہیں' اُن کے اس کرتوت کے متعلق فرمایا کہ حق کو چھپاؤ نہیں۔

علماءِ یہود کو یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ تم جو حق و باطل کو خلط ملط کر رہے ہو یا حق کو چھپا رہے ہو تو یہ کسی لاعلمی اور ناواقفیت کی بناء پر کر رہے ہو' بلکہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور پہچان چکے ہو کہ واقعی تورات میں موجود بشارات اور علامات حضور اکرم ﷺ پر منطبق ہو رہی ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں' لیکن تم جان بوجھ کر صرف ضد اور ہٹ دھرمی میں خود بھی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہو اور لوگوں کی گمراہی کا بھی سبب بن رہے ہو۔

آیات نمبر 43 تا 46:

وَ	اَقِیْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتُوا	الزَّكٰوةَ	وَ
اور	قائم کرو	نماز		اور ادا کرو	زکوٰۃ	اور

ارْكَعُوْا	مَعَ	الرّٰكِعِيْنَ ۝	اَتَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ
جھک جاؤ	ساتھ	جھکنے والوں کے۔	کیا تم حکم کرتے ہو	لوگوں کو
بِالْبِرِّ	وَ	تَنْسَوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَ اَنْتُمْ
نیکی کا	اور	بھول جاتے ہو	اپنے آپ کو	اور تم
تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ ؕ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۝	وَ
تلاوت کرتے ہو	کتاب کی	کیا پھر نہیں	تم سوچتے۔	اور
اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ	وَ الصَّلٰوةِ ؕ	وَ	
مدد حاصل کرو	ساتھ صبر کے	اور نماز کے	اور	
اِنَّهَا	لَكَبِيْرَةٌ	اِلَّا	عَلَى	
بے شک یہ	البتہ بھاری ہے	مگر	پر	
الْخٰشِعِيْنَ ۝	الَّذِيْنَ	يَظُنُّوْنَ	اَنَّهُمْ	
عاجزی کرنے والوں۔	جو	گمان کرتے ہیں	کہ وہ	
مُّلٰقُوْا	رَبِّهِمْ	وَ اَنَّهُمْ	اِلَيْهِ	
ملنے والے ہیں	اپنے رب سے	اور یہ کہ وہ	اُسی کی طرف	
رٰجِعُوْنَ ۝				
لوٹ کر جانے والے ہیں۔				

بامحاورہ ترجمہ:

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو اور حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، کیا پھر تم سوچتے نہیں؟ اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو اور بے شک یہ البتہ بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔ جو کہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ربّ سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ وہ اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

تفسیر:

بنی اسرائیل کو احکامِ شریعت پر عمل کرنے کا حکم:

اقامتِ صلوٰۃ و ایتاءِ زکوٰۃ:

سابقہ آیات میں یہود یا بنی اسرائیل کو قرآن حکیم پر ایمان لانے یعنی اسلام میں داخل ہونے کا حکم تو کیا جا چکا تھا' اب اِن آیات میں اُنہیں قبولِ ایمان کے بعد احکام شریعت پر عمل کرنے اور عباداتِ اسلامیہ بجالانے کا بھی حکم دیا جا رہا ہے۔ اگرچہ بنی اسرائیل کو قبولِ ایمان کے بعد اسلام کے تمام اعمال پر عمل کا حکم ہے' لیکن چونکہ نماز بدنی عبادات میں سے اہم ترین اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سے اہم ترین ہے' لہٰذا اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔

رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع:

یہود یا بنی اسرائیل سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو" یا یہ کہ "جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ"۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں تلقین کی جارہی ہے کہ امتِ مسلمہ میں داخل ہو کر اعمال بجالاؤ۔ بعض علماء کرام کا یہ بھی خیال ہے کہ رکوع امتِ محمدیہ کے لئے خاص ہے' سابقہ انبیاء کی امتوں کی کسی عبادت میں رکوع نہیں تھا۔ چنانچہ یہاں بنی اسرائیل کو تاکید کی جارہی ہے کہ اُس اُمت میں شامل ہو کر عبادات بجالاؤ کہ جس امت کی نماز میں رکوع ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

"یعنی اُن لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو کہ جن کی نماز میں رکوع ہے۔"

علماءِ یہود کو قبولِ حق کا حکم:

علماءِ یہود کو مخاطب کرتے ہوئے خاص طور پر کہا جارہا ہے کہ تم لوگوں کو تو نیکی کی تلقین کرتے ہو' لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ مراد یہ ہے کہ تمہارا درس تو ہمیشہ نیکی کا ہوتا ہے تو تمہیں اپنا عمل بھی اپنے اس درس کے مطابق بنانا چاہیے۔ تمہیں حق و باطل کو خلط ملط کرنے اور حق کو چھپانے کی روش چھوڑ کر لوگوں کو حق بتلانے کی روش اختیار کرنی چاہیے اور خود بھی امتِ محمدیہ میں داخل ہو جانا چاہیے اور لوگوں کو بھی یہ ہی راستہ بتلانا چاہیے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ یعنی یہ نہیں کہ تم پر بات غیر واضح ہو' بلکہ تم تورات کے عالم ہو اور تورات میں حضور اکرم ﷺ کے متعلق بشارات اور علامات پڑھ کر تم پہچان چکے ہو کہ حضور اکرم ﷺ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں۔ تمہیں اپنی غلط روش کے متعلق سوچنا چاہیے اور قبولِ حق میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

صبر اور نماز سے مدد:

علماءِ بنی اسرائیل کو حق واضح ہو جانے کے باوجود قبولِ حق سے روکنے والی سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ انہیں یہ ڈر تھا کہ اگر ہم اسلام قبول کرلیں گے تو ہماری یہ مذہبی چودھراہٹ جو قائم ہے یہ ختم ہو جائے گی اور ہمیں نذرانے وغیرہ ملنا بند ہو جائیں گے۔ گویا انہیں اسلام قبول کرنے سے روکنے والے دو خوف تھے: ایک یہ کہ ہماری آمدنی ختم ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ ہمارا مذہبی وقار اور ہماری شان و شوکت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اللہ ربّ العزت نے اُن کے ان خدشات کے جواب میں فرمایا کہ صرف پیٹ کی خاطر اور ذاتی عزّ و شرف اور جاہ و وقار کی خاطر قبولِ حق سے رُکے رہنے کی بجائے تمہیں اسلام میں داخل ہو جانا چاہیے۔ قبولِ اسلام کے بعد صبر کرو اور نماز میں مشغولیت اختیار کرو' تو تم مال و جاہ کی محبت کے جذبہ کو دبا سکو گے۔ مال و جاہ کی محبت سے نکل کر اللہ کی طرف مائل ہونا اگرچہ مشکل ضرور ہے' لیکن جو لوگ دل میں اللہ کا ڈر رکھتے ہیں اور اللہ کے حکموں کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اُنہیں یہ خیال ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہے' اُن کے لئے یہ مشکل نہیں رہتا۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 6:

آیات نمبر 47 تا 50:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ
اے بنی اسرائیل	یاد کرو	میرے احسان	کہ جو
اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَ اَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ
میں نے انعام کئے	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تم کو فضیلت دی

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا	
پر جہانوں۔ اور ڈرو اُس دن سے کہ نہ	
تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا	
کام آئے گا کوئی نفس سے (کے) کسی نفس کچھ بھی اور نہ	
يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ	
قبول کی جائے گی اُس کی طرف سے کوئی سفارش اور نہ لیا جائے گا	
مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَ	
اُس کی طرف سے کوئی بدلہ اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ اور	
اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ	
جب ہم نے تمہیں نجات دی سے فرعون کے لوگوں	
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ	
تم کو پہنچاتے تھے بڑا عذاب ذبح کرتے تھے	
اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ	
تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور	
فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝	
میں اِس آزمائش تھی سے تمہارے رب بڑی۔	
وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ	
اور جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لئے سمندر کو	
فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ	
پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے غرق کر دیا فرعون کے لوگوں کو اور	
اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝	
تم دیکھ رہے تھے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اے بنی اسرائیل! میرے احسان یاد کرو کہ جو میں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی۔ اور اُس دن سے ڈرو کہ جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور نہ اُس کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس کی طرف سے کوئی بدلہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ اور جب ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی کی جو تمہیں بڑا عذاب پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اِس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

تفسیر:

بنی اسرائیل پر انعامات اور اُخروی انجام کی تنبیہ:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کو اُن پر ہونے والے انعامات یاد دلا کر اُنہیں دعوتِ فکر دی جا رہی ہے کہ اللہ کے تم پر اِس قدر احسانات ہیں اور اِن احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ تم ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ اور انکار کی روش چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لو۔ تم پہچان چکے ہو کہ محمد عربی ﷺ واقعی اللہ کے نبی ہیں کہ جن کے متعلق تم اپنی کتب میں بشارات بھی پڑھ چکے ہو اور علامات و نشانات کو بھی پرکھ چکے ہو۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود حق تسلیم نہ کرنے والو! اپنے اُخروی انجام سے ڈرو کہ وہاں تم پر سخت پکڑ ہو گی اور تم کسی طرح بھی اللہ کی پکڑ سے بچ یا بھاگ یا چھوٹ نہیں سکو گے۔

ذیل میں ہم بنی اسرائیل پر انعامات اور اُن پر اُخروی انجام کی تنبیہ پر مختصر بحث کر رہے ہیں:

انعامات:

مذکورہ بالا آیات میں بنی اسرائیل پر ہونے والے مندرجہ ذیل انعامات گنوائے گئے ہیں:

جہانوں پر فضیلت:

مفسرین کرام کا اِس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ بنی اسرائیل کی فضیلت اپنے مخصوص دور تک کے لئے تھی، ہمیشہ کے لئے نہیں تھی۔ رحمتِ کونین ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد اب افضل ترین امت کا اعزاز امتِ محمدیہ کے پاس ہے۔ بنی اسرائیل میں سے بھی جو خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے، وہ دوبارہ اِس اعزاز میں شریک ہو جائے گا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت کس انداز کی تھی؟ اِس کے متعلق مختلف مفسرین نے مختلف چیزیں گنوائی ہیں کہ انبیاء کا سلسلہ اُنہی میں رہا، اُنہیں بادشاہت و حکومت بھی دی گئی، اُن کی مذہبی حیثیت دیگر اقوام کے ہاں بھی مسلم رہی، دیگر اقوام کے دلوں میں اِن کی عزت اور اِن کا تقدس تھا وغیرہ وغیرہ۔

بنی اسرائیل کو یہ افضلیت اور فضیلت کیوں عطاء کی گئی؟ اِس سلسلہ میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے ایک منفرد اور خوبصورت بات کہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''وجہِ افضلیت کے لئے ہمیشہ کوئی امتیازی خوبی ہونی چاہیے اور وہ عقیدۂ توحید ہے۔ زمانہ فترت میں صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی، جو مسلکِ توحید کی صدیوں پابند رہی۔''

اِس سے یہ بھی واضح ہوا کہ ہادی عالم ﷺ کی بعثت کے وقت تک چونکہ بنی اسرائیل میں بھی کئی قسم کے مشرکانہ عقائد رائج ہو چکے تھے تو ان کی وجہِ فضیلت ختم ہو گئی اور اب مسلکِ توحید پر صحیح معنوں میں کاربند چونکہ امتِ محمدیہ تھی تو یہ افضلیت و فضیلت بھی امتِ محمدیہ کو حاصل ہو گئی۔

فرعونیوں کے ظلم سے نجات:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل پر دوسرا انعام یہ گنوایا گیا ہے کہ فرعون اور اُس کے کارندے بنی اسرائیل پر مظالم کے پہاڑ توڑا کرتے تھے، اُن سے بیگار لیا کرتے تھے، اُنہیں ہر طرح سے تنگ کیا کرتے تھے، اللہ نے بنی اسرائیل کو اُن کے ظلم سے نجات دلائی۔

فرعونیوں کے ظلم و ستم کا سب سے بڑا مظہر اُن کا بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنا ہے۔ مصر کے ہر حکمران کو فرعون کہا جاتا تھا۔ فرعون رعمسیس دوم نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور اُس نے سارے مصر کو گھیر لیا اور قبطیوں کو جلا دیا، جبکہ بنی اسرائیل اس آگ سے محفوظ رہے۔ فرعون قبطی النسل تھا۔ اِس خواب کی تعبیر اُسے یہ بتلائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا کہ جو تمہاری حکومت کے خاتمہ کا باعث بنے گا۔ اِس پر فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہر بچہ پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا

جائے۔ بیٹوں کا یہ قتل کیا جانا بنی اسرائیل کے لئے ایک انتہائی تکلیف دہ بات تھی' لیکن آخر کار اللہ ربّ العزت نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے تمام مظالم سے نجات دلادی اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو اِس علاقہ سے نکال کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بعض محققین نے اِن واقعات کو رعمسیس دوم کے علاوہ کچھ دوسرے فرعونوں کے عہد سے منسوب کیا ہے۔

فرعون اور اُس کے لشکر کی غرقابی:

بنی اسرائیل پر ایک انعام یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا اور فرعون اور اُس کے لشکریوں کو تمہاری نگاہوں کے سامنے غرق کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ جب بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو فرعون نے اپنے لشکر کے ہمراہ آپؑ کا تعاقب کیا۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ہمراہ بحیرۂ قلزم کے کنارے پہنچ گئے کہ جسے بحیرۂ احمر بھی کہا جاتا ہے۔ آپؑ نے اللہ کے حکم سے سمندر کے پانی پر لاٹھی ماری تو پانی پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ہمراہ بڑے آرام سے اِسے عبور کر گئے۔ جب فرعون اور اُس کے لشکریوں' کہ جو تعاقب میں آ رہے تھے' نے سمندر میں راستہ بنا ہوا دیکھا تو اُنہوں نے بھی اپنی سواریاں اِس میں ڈال دیں۔ جب وہ عین درمیان میں پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے دونوں طرف کا پانی آپس میں مل گیا اور فرعون اور اُس کا سارا لشکر غرق ہو گئے۔ دشمن کا آنکھوں کے سامنے غرق ہو جانا بھی دل کے اطمینان کا باعث ہوا کرتا ہے' لہٰذا بنی اسرائیل کے نجات پا جانے کے علاوہ فرعونیوں کا غرق ہونا بھی بنی اسرائیل پر ایک انعام ہی تھا۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ بچوں کو قتل کروانے والا اور غرق ہونے والا فرعون ایک ہی تھا' جبکہ بعض محققین کی رائے کے مطابق بچوں کو قتل کروانے والا فرعون رعمسیس دوم اور غرق ہونے والا فرعون اُس کا بیٹا مرنفتاح تھا۔ بعض محققین نے اِن دونوں فرعونوں کے علاوہ کچھ اور نام ذکر کئے ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ فرعون اور اُس کا لشکر دریائے نیل میں غرق ہوئے تھے' یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ درحقیقت فرعون اور اُس کا لشکر دریا میں نہیں بلکہ سمندر 'بحیرۂ قلزم' میں غرق ہوئے تھے۔ بحیرۂ قلزم کا دوسرا نام بحیرۂ احمر بھی ہے۔

اُخروی انجام کی تنبیہ:

اِس سلسلہ میں اللہ ربّ العزت نے اپنی پکڑ کی شدت کا ذکر فرمایا ہے۔ دُنیا میں عموماً کسی کو حکومتِ وقت کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے عموماً چار حربے استعمال کئے جاتے ہیں' اللہ ربّ العزت نے ان چاروں کے متعلق فرما دیا کہ میری پکڑ اور میری گرفت سے آزاد کروانے کے لئے اِن میں سے کوئی حربہ بھی استعمال نہیں کیا جا سکے گا:

O: دُنیا میں کسی کو حکومت کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے بعض اوقات ضمانت سے کام لیا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے واضح فرما دیا کہ اُس روز کسی کے لئے کسی کی ضمانت کام نہیں آ سکے گی:

﴿يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا﴾ (2 البقرہ 48)

[جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آ سکے گا۔]

O: بعض اوقات سفارش کے ذریعے کسی کو آزاد کروایا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اِس کے متعلق بھی واضح فرما دیا کہ اُس روز سفارش بھی کام نہیں آ سکے گی:

﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ﴾ (2 البقرہ 48)

[اور نہ اُس کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔]

O: بعض اوقات رشوت کسی کی آزادی کا ذریعہ بنائی جاتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اِس کے متعلق بھی واضح فرما دیا کہ یہ بھی ممکن نہیں ہو سکے گا:

﴿وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ﴾ (2 البقرہ 48)

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

[اور نہ اُس کی طرف سے کوئی بدلہ لیا جائے گا۔]

O: بعض اوقات جب ضمانت، سفارش اور رشوت سے کام نہ چلے تو کسی کو چھڑوانے کے لئے اُس کے ساتھی جتھہ بندی سے بھی کام لیتے ہیں اور اکٹھے مل کر حملہ کر کے اپنے ساتھی کو چھڑوا لے جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ اُس روز کسی کو چھڑوانے کے لئے اُس کا کوئی بھائی بند یا حمایتی بھی اُس کی مدد کو نہیں پہنچ سکے گا:

﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (2 البقرہ 48)

[اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔]

آیات نمبر 51 تا 56:

وَ	اِذْ	وٰعَدْنَا	مُوْسٰٓى	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً
اور	جب	ہم نے وعدہ کیا	موسیٰؑ سے	چالیس	رات کا
ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	وَ
پھر	تم نے بنالیا	بچھڑا	سے	اِس کے بعد	اور
اَنْتُمْ	ظٰلِمُوْنَ۝	ثُمَّ	عَفَوْنَا	عَنْكُمْ	
تم تھے	ظالم۔	پھر	ہم نے معاف کیا	تم کو	
مِّنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ۝	
سے	بعد	اِس کے	تاکہ تم	شکرگزار ہو جاؤ۔	
وَ	اِذْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَ
اور	جب	ہم نے دی	موسیٰؑ کو	کتاب	اور
الْفُرْقَانَ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ۝	وَ		
حق و باطل میں فرق کرنے والی	تاکہ تم	ہدایت پا جاؤ۔	اور		
اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنَّكُمْ
جب	کہا	موسیٰؑ نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم	بے شک تم نے
ظَلَمْتُمْ	بِاتِّخَاذِكُمُ	الْعِجْلَ	فَتُوْبُوْٓا		
ظلم کیا ہے	ساتھ تمہارے بنانے (بنا کر)	بچھڑا	پس توبہ کرو		
اِلٰى	بَارِئِكُمْ	فَاقْتُلُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ		
طرف	اپنے پیدا کرنے والے کے	پس قتل کرو	اپنی جانوں کو		
ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	عِنْدَ		
یہ	بہتر ہے	تمہارے لئے	نزدیک		

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

بَارِئِكُمْ ؕ	فَتَابَ	عَلَيْكُمْ ؕ	اِنَّهٗ
تمہارے پیدا کرنے والے کے	پس وہ متوجہ ہوا	تم پر	بے شک وہ
هُوَ التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ۝	وَ اِذْ	قُلْتُمْ
وہی ہے توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنے والا۔	اور جب	تم نے کہا
يٰمُوْسٰى لَنْ	نُّؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى
اے موسیٰ ہرگز نہیں	ہم ایمان لائیں گے	تجھ پر	یہاں تک کہ
نَرَى اللّٰهَ	جَهْرَةً	فَاَخَذَتْكُمُ	
ہم دیکھ لیں اللہ کو	سامنے	پس تم کو پکڑ لیا	
الصّٰعِقَةُ	وَ اَنْتُمْ	تَنْظُرُوْنَ ۝	ثُمَّ
ایک گرج دار آواز نے	اور تم	دیکھ رہے تھے۔	پھر
بَعَثْنٰكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَوْتِكُمْ	
ہم نے تم کو اُٹھا کھڑا کیا	سے بعد	تمہارے مرنے	
لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۝		
تا کہ تم	شکر گزار ہو جاؤ۔		

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس (40) رات کا وعدہ کیا' پھر تم نے اُس کے بعد بچھڑا بنا لیا اور تم ظالم تھے۔ پھر ہم نے تم کو اِس کے بعد معاف کیا' تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ اور جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی (چیز) دی' تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: "اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑا بنا کر ظلم کیا ہے' پس اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنی جانوں کو قتل کرو' یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے"، پس وہ تم پر متوجہ ہوا، بے شک وہ وہی توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اور جب تم نے کہا: "اے موسیٰؑ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے ہرگز ایمان نہیں لائیں گے"، پس تم کو ایک گرج دار آواز نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر تم کو تمہارے مرنے کے بعد اُٹھا کھڑا کیا' تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

تفسیر:

نزولِ تورات اور بچھڑے کی پوجا:

چالیس رات کا وعدہ:

قرآن حکیم میں اِس مقام پر اختصار کے ساتھ صرف چالیس رات کے وعدے کا ذکر ہے' لیکن دوسرے مقام پر تفصیل ہے کہ پہلے تیس رات کا وعدہ تھا اور پھر دس راتیں بڑھا دی گئی تھیں:

﴿وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖ

اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ﴿7 الاعراف 142﴾

[اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور ہم نے اُنہیں مزید دس کے ساتھ پورا کیا' پس تیرے ربّ کی مدت چالیس رات پوری ہو گئی۔]

مفسرین کرام نے اِس کی یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو پہلے تیس رات کے اعتکاف کا حکم دیا گیا تھا اور وعدہ کیا گیا تھا کہ اعتکاف پورا ہونے پر آپ کو تورات عطاء کی جائے گی' جب آپؑ نے تیس رات کا اعتکاف پورا کر لیا تو خیال کیا کہ تورات کے حصول کے لئے اب بارگاہِ الٰہی میں حاضری ہو گی اور ایک ماہ کے مسلسل روزوں کی وجہ سے میرے منہ میں بُو پیدا ہو چکی ہے کہ جو ناگوار اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے لئے غیر مناسب ہے' چنانچہ مسواک کر لی۔ چونکہ اللہ ربّ العزت اور فرشتوں کو روزہ دار کے منہ کی بُو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے تو بارگاہِ الٰہی سے حکم نازل ہو گیا کہ دس دن مزید اعتکاف کیجئے' تا کہ منہ میں بُو دوبارہ پیدا ہو جائے۔ اِس طرح آپؑ کا اعتکاف چالیس رات کا ہو گیا۔

ایک دوسری رائے یہ ہے کہ تیس رات کے اعتکاف کے بعد تورات کے نزول کا وعدہ تھا' لیکن یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ تورات کتنے دنوں میں ملے گی۔ اب تورات دس تختیوں کی صورت میں ملی۔ روزانہ ایک تختی ملتی۔ اِس طرح کل مدت تیس کی بجائے چالیس رات ہو گئی۔

تورات ملنا:

ایک رائے کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو ہُو بہو پوری چالیس راتوں کے اعتکاف کے بعد تورات اکٹھی مل گئی اور دوسری رائے کے مطابق تیس رات کے اعتکاف کے بعد تورات ملنا شروع ہوئی اور دس تختیوں کی شکل میں ملی۔ روزانہ ایک تختی ملنے کی وجہ سے نزولِ تورات میں دس دن کا عرصہ لگا۔

بچھڑے کی پوجا:

حضرت موسیٰؑ سے چونکہ پہلے تیس رات کے اعتکاف کا ہی کہا گیا تھا' اِس لئے آپؑ اپنی قوم کو تیس رات کا ہی بتلا کر گئے۔ اب یہاں اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو دس دن کی تاخیر ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ کے والد کا نام عمران ہے' چنانچہ آپؑ موسیٰؑ بن عمران ہیں' قوم میں آپؑ کا ایک ہم نام شخص موسیٰ بن ظفر تھا' جو سامری جادوگر کے نام سے معروف ہے۔ اِس شخص نے سچے دل سے ایمان قبول نہیں کیا تھا' بلکہ منافق تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے تیس دن بعد واپس نہ پہنچنے پر اِسے قوم کو بہکانے کا موقع مل گیا۔ اِس نے سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اپنے جادو کے زور سے اُس میں آواز پیدا کر دی اور قوم سے کہنے لگا کہ حضرت موسیٰؑ سے بھول ہو گئی ہے' اصل میں خدا تو یہ ہے۔ حضرت ہارونؑ نے لوگوں کو بہت سمجھایا' لیکن اُنہوں نے آپؑ کی ایک نہ سُنی اور اِس ظالم نے ساری قوم کو گمراہ کر کے بچھڑے کی پوجا پر لگا دیا۔

بنی اسرائیل کی توبہ:

حضرت موسیٰؑ جب تورات لے کر واپس آئے' تو قوم کو بچھڑے کی پوجا میں مبتلا دیکھا۔ اِس پر آپؑ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ قوم بھی اپنے کرتوت پر شرمندہ ہوئی اور معافی طلب کرنے لگی۔ حضرت موسیٰؑ نے اُنہیں بتلایا کہ اب معافی کی صرف یہ صورت ہے کہ تم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے' اُن کو قتل کیا جائے۔ وہ لوگ اِس پر تیار ہو گئے اور کچھ لوگ قتل بھی کر دیئے گئے۔ ان لوگوں کے سچے دل سے توبہ کرنے اور کچھ لوگوں کے قتل بھی ہو جانے کے بعد باقی لوگوں سے اللہ ربّ العزت نے قتل کا حکم اُٹھا لیا اور سب کی توبہ قبول کر لی۔

دیدارِ الٰہی کا مطالبہ:

بنی اسرائیل کے تائب ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰؑ نے اُن کے سامنے تورات پیش کی اور اُنہیں اِس پر ایمان لانے اور عمل کرنے کی دعوت دی۔ اُن میں سے بعض گستاخ اور کمزور ایمان والے کہنے لگے کہ جب تک ہمیں اللہ خود نہ بتلائے کہ یہ میری کتاب ہے' ہم

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

ایمان نہیں لائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن میں سے ستر افراد منتخب کیے اور اُن کے ساتھ دوبارہ کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ کوہِ طور پر اِن لوگوں نے پسِ پردہ اپنے کانوں سے اللہ کا کلام سُن لیا' لیکن پھر کہنے لگے کہ جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے' ہم یقین نہیں کریں گے۔

موت اور دوبارہ زندگی:

ان افراد کے اِس نہایت گستاخانہ مطالبہ کے جواب میں اللہ ربّ العزت کا غضب ان پر نازل ہوا اور ایک گرج دار آواز کے ساتھ سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ اِن کی ہلاکت کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ! میری ڈھیٹ قوم اِن کی ہلاکت کا الزام مجھ پر لگائے گی' اِنہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے اُنہیں دوبارہ زندگی عطاء کر دی گئی۔

---------☆---------

آیات نمبر 57 تا 59:

وَ	ظَلَّلْنَا	عَلَيْكُمُ	الْغَمَامَ	وَ	اَنْزَلْنَا
اور	ہم نے سایہ کیا	تم پر	بادلوں کا	اور	ہم نے نازل کیا
عَلَيْكُمُ	الْمَنَّ	وَ	السَّلْوٰى	كُلُوْا	مِنْ
تم پر	من	اور	سلوٰی	کھاؤ	سے
طَيِّبٰتِ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	وَ	مَا
پاکیزہ چیزوں	جو	ہم نے تم کو رزق دی ہیں	اور	نہیں
ظَلَمُوْنَا	وَ	لٰكِنْ	كَانُوْا	اَنْفُسَهُمْ
اُنہوں نے ہمارا کوئی نقصان کیا	اور	لیکن	وہ رہے	خود پر ہی
يَظْلِمُوْنَ ۝	وَ	اِذْ	قُلْنَا	ادْخُلُوا	الْبَابَ
ظلم کرتے۔	اور	جب	ہم نے کہا	داخل ہو	دروازے میں
سُجَّدًا	وَّ	قُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ
سجدہ کرتے ہوئے	اور	کہو	حطّہ	ہم بخش دیں گے
لَكُمْ	خَطٰيٰكُمْ	وَ	سَنَزِيْدُ
تمہارے لئے	تمہاری خطائیں	اور	ہم عنقریب زیادہ دیں گے
الْمُحْسِنِيْنَ ۝	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
نیکی کرنے والوں کو۔	پس بدل ڈالا	اُنہوں نے کہ جنہوں نے	ظلم کیا
قَوْلًا	غَيْرَ	الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ
بات کو	علاوہ سے	اُس کے کہ جو	کہی گئی	اُن سے

فَاَنْزَلْنَا	عَلَى	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
پس ہم نے نازل کیا	اوپر	اُن کے کہ جنہوں نے	ظلم کیا
رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوْا
عذاب	سے	آسمان	بوجہ اس کے کہ جو	وہ تھے
يَفْسُقُوْنَ ۝				
نافرمانی کرتے۔				

بامحاورہ ترجمہ:

اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے تم پر من اور سلوٰی نازل کیا، پاکیزہ چیزیں 'کہ جو ہم نے تمہیں رزق دی ہیں' کھاؤ، اور اُنہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا اور لیکن وہ خود پر ہی ظلم کرتے رہے۔ اور جب ہم نے کہا: "دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطہ (ہماری درخواست معافی کی ہے) کہو ہم تمہارے لئے تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور ہم عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ پس ظالموں نے بات کو اُس کے علاوہ سے بدل ڈالا کہ جو اُن سے کہی گئی تھی، پس ہم نے ظلم کرنے والوں پر اُن کے نافرمانی کرنے کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔

تفسیر: سایہ اور من وسلوٰی:

بنی اسرائیل کا اصل وطن ملک شام تھا۔ حضرت یوسفؑ کے دور میں بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ ملک شام پر بنی اسرائیل کے بعد عمالقہ قابض ہو گئے۔ فرعون کے غرق ہونے اور حضرت موسیٰؑ کے اپنی قوم کو مصر سے نکال لانے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ عمالقہ کی قوم سے جہاد کر کے اپنا سابقہ وطن آزاد کروالیں۔ عمالقہ کی قوم کی طاقت وقوت کی وجہ سے اِن لوگوں نے جہاد سے صاف انکار کر دیا۔ اِس پر انہیں اللہ ربّ العزت کی طرف سے یہ سزا دی گئی کہ یہ چالیس سال تک تیہ کے چٹیل و بے آب و گیاہ میدان میں مارے مارے پھرتے رہے۔ یہاں نہ کوئی سایہ والی جگہ تھی اور نہ ہی کھانے پینے کے لئے کچھ میسر تھا۔ یہ لوگ حضرت موسیٰؑ سے دھوپ کی تپش اور بھوک و پیاس کی شکایت کرنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے اِن کے لئے سایہ کا بھی انتظام ہو گیا اور بھوک و پیاس کے خاتمے کا بھی۔

سایہ کا انتظام:

سایہ کا انتظام اللہ ربّ العزت نے بدلیوں کی شکل میں کیا۔ ہلکا ہلکا بادل ہر وقت اِن پر چھایا رہتا اور انہیں دھوپ کی تمازت سے بچاتا۔

من وسلوٰی:

کھانے کے لئے اللہ ربّ العزت نے من وسلوٰی کا انتظام فرما دیا۔ من کا معنٰی ترنجبین کیا جاتا ہے۔ یہ دھنیے کے بیج کی طرح کی ایک چیز تھی اور ذائقے میں شہد کی طرح تھی۔ بنی اسرائیل جب صبح اُٹھتے تو انہیں اوس کے قطروں کی طرح کافی مقدار میں ملتی اور یہ اُسے اکٹھا کر کے کھاتے۔ سلوٰی بٹیر کی قسم کے پرندے تھے۔ جنوب کی سمت سے ہوا چلتی اور اُس میں کافی مقدار میں یہ پرندے آتے۔ بنی اسرائیل انہیں پکڑ پکڑ کر ذبح کرتے اور کھاتے۔ یہ پرندے ان سے بھاگتے نہیں تھے بنی اسرائیل بڑے آرام سے ہاتھ بڑھا کر انہیں پکڑ لیتے تھے۔

دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخلہ:

بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ سجدہ کرتے ہوئے شہر کے دروازے سے داخل ہوں۔ یہ کونسا شہر تھا؟ اِس سلسلہ میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں۔ اِس سلسلہ میں کئی شہروں کا نام لیا گیا ہے لیکن زیادہ تر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اِس سے بیت المقدس ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل جہاد سے روگردانی کر کے معتوب ہوئے اور چالیس سال تک تیہ کے میدان میں

سرگرداں رہے۔ اسی دوران حضرت موسیٰؑ کی وفات ہوگئی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون اُن کے جانشین ہوئے۔ اس وقت تک بنی اسرائیل کی وہ نسل' کہ جس نے جہاد سے انکار کیا تھا' تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ حضرت یوشعؑ بن نون نے نئی نسل کے جوانوں کو جہاد کے لئے تیار کرلیا اور ان لوگوں نے ملک شام فتح کرلیا۔ اب بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے بیت المقدس میں داخلہ کا حکم ہوا۔

سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس میں بھی مفسرین کی مختلف آراء ہیں: بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے صرف قدرے جھک کر داخل ہونا مراد ہے، بعض نے کہا کہ اکڑ کر داخل ہونے کی بجائے عاجزی کے ساتھ داخل ہونا مراد ہے، بعض نے کہا کہ یہاں ﴿اَلْبَابَ﴾ سے شہر کا دروازہ مراد نہیں ہے' بلکہ باب القبہ یعنی بیت المقدس کی عبادت گاہ کا دروازہ مراد ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شہر بیت المقدس میں تمہارے لئے کھانے پینے کی اشیاء بافراغت موجود ہیں' انہیں خوب فراخی سے کھاؤ، پیو اور اس کے ساتھ ساتھ سجدۂ شکر بجالانے کے لئے اللہ کے گھر میں آکر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوا کرو۔ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ نے اسی آخری رائے کو ترجیح دی ہے۔

حطّہ کہنے کا حکم:

بنی اسرائیل کو ﴿حِطَّةٌ﴾ کہنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں مبتدا محذوف ہے اور پورا جملہ یوں ہوگا: "مَسْئَلَتُنَا حِطَّةٌ"۔ مفہوم یہ ہے کہ "ہماری درخواست معاف کی ہے"۔ بنی اسرائیل نے لفظ "حطّۃ" کو بدل کر "حنطۃ" کہنا شروع کر دیا۔ اس سے مفہوم یہ بنا کہ "ہماری درخواست گندم کی ہے"۔

بات بدلنے پر عذاب:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۝﴾ (2 البقرہ 59)

[پس ظالموں نے بات کو اُس کے علاوہ سے بدل ڈالا کہ جو اُن سے کہی گئی تھی، پس ہم نے ظلم کرنے والوں پر اُن کے نافرمانی کرنے کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔]

گویا بات بدل ڈالنا بنی اسرائیل کی نافرمانی تھی اور اس کی پاداش میں اُن پر عذاب نازل کیا گیا۔ بات بدلنے سے ایک تو لفظ کی تبدیلی مراد ہے کہ اُنہوں نے لفظ "حطّۃ" کی بجائے "حنطۃ" کہنا شروع کر دیا۔ دوسرا اس سے یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ اُنہوں نے اس قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ عملی مخالفت کا بھی ارتکاب کیا۔ اُنہیں دروازہ سے جھک کر گذرنے کا حکم دیا گیا تھا' لیکن وہ اس کے برعکس اکڑ اکڑ کر گذرے۔ ان کی سرکشی و نافرمانی پر عذاب کے طور پر ان میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 7:

آیت نمبر 60:

وَ اِذِ	اسْتَسْقٰى	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ
اور جب	پانی مانگا	موسیٰؑ نے	اپنی قوم کے لئے
فَقُلْنَا	اضْرِبْ	بِّعَصَاكَ	الْحَجَرَ
تو ہم نے کہا	مار	اپنی لاٹھی	پتھر کو

فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا	عَشْرَةَ	عَيْنًا
پس پھوٹ نکلے	اُس سے	بارہ		چشمے
قَدْ عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ	مَّشْرَبَهُمْ	كُلُوْا
تحقیق پہچان لیا	ہر	قوم نے	اپنا گھاٹ	کھاؤ
وَ اشْرَبُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	اللّٰهِ	وَ لَا تَعْثَوْا
اور پیو	سے	رزق	اللہ کے	اور نہ پھرو
فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۝		
میں	زمین	فساد پھیلاتے۔		

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا: ''اپنی لاٹھی پتھر کو مار''، پس اُس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، تحقیق ہر قوم نے اپنا گھاٹ پہچان لیا، اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

تفسیر:

پتھر سے چشمے نکلنا:

فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد جہاد سے گریز کرنے کی پاداش میں بنی اسرائیل کو چالیس سال تیہ کے چٹیل میدان میں گزارنے پڑے۔ یہاں کھانے پینے کے لئے کچھ میسر نہیں تھا۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ سے بھوک و پیاس کی شکایت کرنے لگے۔ کھانے کا انتظام اللہ رب العزت نے من وسلویٰ کی شکل میں فرمایا اور پینے کے انتظام کے لئے حضرت موسیٰؑ کو ایک خاص پتھر کے متعلق حکم دیا گیا کہ اس پر اپنی لاٹھی ماریں۔ حضرت موسیٰؑ نے ارشاد ربانی کی تعمیل میں پتھر پر لاٹھی ماری تو اُس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے کہ جن کی آپس میں چپقلش اور ناچاقی اکثر جاری رہتی، اس لئے بارہ چشمے نکالے گئے کہ ہر قبیلہ کے لئے الگ چشمہ ہو اور آپس میں پانی کی وجہ سے جھگڑا پیدا نہ ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے وحی ربانی کے مطابق ہر قبیلہ کو اُس کے چشمے سے آگاہ فرما دیا۔

صحرائے سینا میں یہ پتھر تا حال موجود ہے اور اس میں چشموں کے پھوٹ نکلنے کے شگاف بھی موجود ہیں۔ یہ پتھر آج تک حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کی یاد بھی تازہ کر رہا ہے اور زبانِ حال سے اس معجزہ کی حقانیت اور خود قرآن حکیم کی حقانیت کی بھی گواہی دے رہا ہے۔

---------☆---------

آیت نمبر 61:

وَ اِذْ	قُلْتُمْ	يٰمُوْسٰى	لَنْ	نَّصْبِرَ
اور جب	تم نے کہا	اے موسیٰؑ	ہرگز نہیں	ہم صبر کریں گے
عَلٰى	طَعَامٍ	وَّاحِدٍ	فَادْعُ	لَنَا
پر	کھانے	ایک	پس دُعا کر	ہمارے لئے

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

رَبُّكَ	يُخْرِجْ لَنَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ
اپنے ربّ سے	نکالے	ہمارے لئے	اُس میں سے کہ جو	اُگاتی ہے
الْاَرْضُ مِنْۢ	بَقْلِهَا	وَ قِثَّآئِهَا	وَ فُوْمِهَا
زمین سے	اُس کی سبزیوں	اور اُس کے کھیروں	اور اُس کی گندم
وَ عَدَسِهَا	وَ بَصَلِهَا ؕ	قَالَ	اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
اور اُس کی مسور	اور اُس کے پیازوں	کہا	کیا تم بدلہ میں لینا چاہتے ہو
الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى	بِالَّذِيْ	هُوَ خَيْرٌ ؕ	
وہ چیز کہ جو گھٹیا ہے	بدلے اُس کے	کہ جو بہتر ہے	
اِهْبِطُوْا	مِصْرًا	فَاِنَّ لَكُمْ	مَّا
اُترو	کسی شہر میں	پس بے شک تمہارے لئے ہوگا	جو
سَاَلْتُمْ ؕ	وَ ضُرِبَتْ	عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ	وَ
تم مانگتے ہو	اور ڈال دی گئی	اُن پر ذلت	اور
الْمَسْكَنَةُ ؕ	وَ بَآءُوْ	بِغَضَبٍ	مِّنَ
محتاجی	اور وہ پھرے	ساتھ غضب کے	سے
اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ
اللہ	یہ ہوا	بوجہ اس کے کہ وہ	تھے	انکار کرتے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَ يَقْتُلُوْنَ	النَّبِيّٖنَ
آیتوں کا اللہ کی	اور وہ قتل کرتے تھے	نبیوں کو
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ	ذٰلِكَ	بِمَا	عَصَوْا
ناحق	یہ ہے	بوجہ اُس کے کہ جو	اُنہوں نے نافرمانی کی
وَّ كَانُوْا	يَعْتَدُوْنَ ۝
اور وہ تھے	حد سے بڑھتے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب تم نے کہا: "اے موسیٰؑ! ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے، پس ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر کہ زمین جو کچھ اپنی سبزیوں اور اپنے کھیروں اور اپنی گندم اور اپنی مسور اور اپنے پیازوں میں سے اُگاتی ہے وہ ہمارے لئے نکالے"، کہا: "کیا تم بہتر چیز کے بدلے گھٹیا چیز لینا چاہتے ہو؟ کسی شہر میں اترو! تو بے شک جو تم مانگتے ہو وہی تمہارے لئے ہوگا"، اور اُن پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ پھرے، یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے ہے کہ جو اُنہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھتے تھے۔

تفسیر:

بہتر کے بدلے گھٹیا چیز کا مطالبہ:

فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد تیہ کے چٹیل میدان میں بنی اسرائیل کے بھوک کی شکایت کرنے پر اللہ ربّ العزت کی طرف سے خاص رحمت ہوئی اور ان کے لئے من وسلویٰ نازل کیا گیا۔ ایک طویل عرصہ تک انہیں یہ نعمت میسر رہی۔ ایک طویل عرصہ تک مسلسل ایک ہی غذا کھانے سے اب اُکتا گئے اور حضرت موسیٰؑ سے تقاضا کرنے لگے کہ اب ہم مزید اسی ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے' ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کیجئے کہ ہمیں زمین کی پیداوار' سبزیاں وترکاریاں اور اناج وغیرہ' چاہئیں۔ اِس طرح بنی اسرائیل نے کفرانِ نعمت کیا اور من وسلویٰ جیسی نعمت' کہ جو بغیر کسی محنت کے حاصل ہو رہی تھی' اُس کے بدلے زمین کی پیداوار کا مطالبہ کرنے لگے۔ اِس پر اُنہیں حکم دیا گیا کہ کسی قریبی شہر میں چلے جاؤ اور کھیتی باڑی کی محنت کر کے یہ چیزیں حاصل کرو۔

کونسا شہر مراد ہے؟:

آیت میں ﴿اِهْبِطُوْا مِصْرًا﴾ [کسی شہر میں اُترو!] کے لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض مفسرین "مصر" کے لفظ سے خاص ملک مصر مراد لیا ہے' لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ ہی ہے کہ یہاں "مصر" کے لفظ سے ملک مصر نہیں' بلکہ اِس لفظ کا لغوی معنی مراد ہے' جو کہ "شہر" ہے اور کسی خاص شہر کی تخصیص نہیں کی گئی تھی' بلکہ یہ حکم دیا گیا تھا کہ کسی بھی قریبی شہر میں چلے جاؤ۔

ذلت ومحتاجی:

اللہ کے احکام کی مسلسل نافرمانیوں اور کفرانِ نعمت کی بناء پر ان پر ذلت ومحتاجی مسلط کر دی گئی۔ یہود کی یہ ذلت ومحتاجی ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کبھی بھی اِس قوم کو ایسا عروج حاصل نہیں ہو سکا کہ جو اِن کی ذلت ومحتاجی کو ختم کر سکے۔ اِس وقت دُنیا کے نقشے پر ان کی ایک چھوٹی سی ریاست اسرائیل کے نام سے موجود ہے' لیکن مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

> "یہ حکومت درحقیقت اسرائیل کی نہیں ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ کی ایک چھاؤنی سے زیادہ اِس کی حیثیت نہیں، یہ اپنی ذاتی طاقت سے ایک مہینہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے، یوروپین طاقتوں نے اسلامی بلاک کو کمزور کرنے کے لئے اُن کے بیچ میں اسرائیل کا نام دے کر ایک چھاؤنی بنائی ہوئی ہے اور اسرائیلی اُن کی نظروں میں بھی اُن کے فرمانبردار غلام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

اللہ کی آیات سے کفر:

بنی اسرائیل کی ذلت ومحتاجی کی پہلی وجہ یہ ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اِس سے بنی اسرائیل کی حکم عدولیاں مراد ہیں۔ بنی اسرائیل پر اللہ ربّ العزت کی طرف سے بے شمار انعامات واحسانات ہوئے' مگر انہوں نے ہمیشہ فسق ونافرمانی کو ہی اختیار کیا۔

قتلِ انبیاء:

بنی اسرائیل اِس قدر حد سے تجاوز کر چکے تھے کہ یہ قتلِ انبیاء سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ خود موجودہ بائبل میں بھی یہ شہادت موجود ہے کہ بنی اسرائیل انبیاء کرامؑ کے قتل کے مرتکب ہوئے۔ حضرت الیاسؑ (بائبل میں ان کا نام ایلیاہ ہے) نے اپنے وقت کے بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب کو بعل کی پوجا سے منع کیا اور توحید کی دعوت دی۔ اخی اب کی بیوی ایزبل حضرت الیاسؑ کی جان کی دشمن بن گئی۔ حضرت الیاسؑ کو ایک غار میں پناہ لینا پڑی۔ اِس موقع پر حضرت الیاسؑ کے یہ الفاظ ہیں:

> "اُس نے کہا: خداوند لشکروں کے خدا کے لئے مجھے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے

عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور میں ایک ہی اکیلا بچا ہوں' سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔" (1۔سلاطین 19:10)

بنی اسرائیل کے حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کرنے کا ذکر بھی موجودہ بائبل میں موجود ہے۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 8:

آیت نمبر 62:

اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ الَّذِيْنَ	هَادُوْا وَ
بے شک	وہ لوگ کہ جو	ایمان لائے	اور وہ لوگ کہ جو	یہودی ہوئے اور
النَّصٰرٰى	وَ الصّٰبِـِٕيْنَ	مَنْ	اٰمَنَ	
عیسائی	اور صابی	جو	ایمان لائے	
بِاللّٰهِ	وَ الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَ عَمِلَ	صَالِحًا
اللہ پر	اور دن پر	آخرت کے	اور عمل کرے	نیک
فَلَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ۚ	وَ لَا
تو ان کے لئے ہے	ان کا اجر	پاس	اُن کے رب کے	اور نہیں ہوگا
خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَ لَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ۝
کوئی خوف	اُن کو	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ:

بے شک وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور وہ کہ جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی' جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اجر ہے اور نہ اُنہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

تفسیر:

نجات کا مدار:

یہود و نصاریٰ اپنے اپنے طور پر خوش فہمیوں میں مبتلا تھے اور یہود صرف اپنے آپ کو اور نصاریٰ صرف اپنے آپ کو نجات کا مستحق سمجھتے تھے۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اُن کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ نجات کا مدار یہودیت یا نصرانیت نہیں ہے' بلکہ اہلِ ایمان، یہود، نصاریٰ اور صابئین کہلانے والوں میں سے جو بھی صحیح معنوں میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے' وہ نجات کا حقدار ہوگا۔

ایک سوال اور اُس کا جواب:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ میں صرف اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے' تو کیا انبیاء کرامؑ اور ملائکہ اور کتب پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے؟ اور کیا یہودی و عیسائی اور صابی حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کئے بغیر اپنے اپنے مذہب و

مسلک پر قائم رہتے ہوئے بھی نجات کے مستحق ہوں گے؟

اِس سوال کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آیت مبارکہ میں اللہ پر ایمان کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ پر ایمان صحیح معنوں میں تبھی ہو سکتا ہے کہ جب اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کیا جائے۔ گویا اللہ پر ایمان کے ضمن میں ہی نبیوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان اور کتابوں پر ایمان سب کچھ آ جاتا ہے۔ خود یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتب میں بھی رحمتِ کونین ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں، تو جب تک یہود و نصاریٰ محمد عربی ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے، اُن کا اللہ پر ایمان بھی کامل نہیں ہو سکتا۔ موجودہ تورات میں حضرت موسیٰؑ کی آخری تقریر کے یہ الفاظ منقول ہیں:

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر آشکار ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔" (استثنا 33:2)

یہاں "سینا سے آنے" سے حضرت موسیٰؑ کی، "شعیر سے آشکار ہونے" سے حضرت عیسیٰؑ کی اور "کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے" سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی آخری تقریر کے یہ الفاظ منقول ہیں:

"اِس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا 14:30)

گویا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں نے اپنے آخری آخری پیغام میں انسانیت کو رحمت للعلمین ﷺ کی آمد کا منتظر بنا دیا۔

خود قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝﴾ (النساء 4: 150, 151)

[بے شک وہ لوگ کہ جو اللہ اور اُس کے رسولوں کے منکر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق نکالیں اور وہ کہتے ہیں: "ہم بعض پر ایمان رکھتے اور ہم بعض کا انکار کرتے ہیں" اور وہ اِس کے درمیان کی کوئی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔]

اِس سے واضح ہوا کہ بعض نبیوں پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا بھی کفر اور عذاب کا باعث ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر یہود و نصاریٰ اور صابئین اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کئے بغیر صرف اللہ پر اور آخرت پر ایمان لے آئیں، تو یہ اُن کے لئے کافی نہیں ہوگا اور وہ بعض کا انکار کرنے والے قرار پا کر عذاب کے مستحق ہوں گے۔

---------☆---------

آیات نمبر 63 و 64:

وَ اِذْ	اَخَذْنَا	مِیْثَاقَكُمْ	وَ رَفَعْنَا
اور جب	ہم نے لیا	تم سے وعدہ لیا	اور ہم نے اُٹھایا

فَوْقَكُمُ	الطُّوْرَ ؕ	خُذُوْا	مَآ	اٰتَيْنٰكُمْ
تمہارے اوپر	طور	پکڑو	جو	ہم نے تمہیں دیا
بِقُوَّةٍ	وَّ اذْكُرُوْا	مَا	فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ
مضبوطی سے	اور یاد رکھو	جو کچھ	اِس میں ہے	تاکہ تم
تَتَّقُوْنَ ۝	ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْۢ	بَعْدِ
پرہیزگار ہو جاؤ۔	پھر	تم پھر گئے	سے	بعد
ذٰلِكَ	فَلَوْ	لَا	فَضْلُ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اِس کے	پس اگر	نہ	فضل ہوتا	اللہ کا	تم پر
وَ رَحْمَتُهٗ	لَكُنْتُمْ	مِّنَ	الْخٰسِرِيْنَ ۝
اور اُس کی رحمت	البتہ تم ہو جاتے	سے	نقصان والوں۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور ہم نے تمہارے اوپر طور (پہاڑ) اُٹھایا: ''جو کچھ ہم نے دیا ہے' اِسے مضبوطی سے پکڑو اور جو کچھ اِس میں ہے' اُسے یاد رکھو' تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ''۔ پھر تم اِس کے بعد بھی پھر گئے، پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو البتہ تم نقصان والوں میں سے ہو جاتے۔

تفسیر:

رفعِ طور:

جب حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی گئی تو پہلے تو بنی اسرائیل نے یہ کہا کہ جب تک اللہ ہمیں خود نہ بتلائے کہ یہ میری کتاب ہے' ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ اِس پر حضرت موسیٰؑ اُن کے ستر افراد کو لے کر کوہِ طور پر گئے اور ان افراد نے خود اپنے کانوں سے کلام الٰہی سنا' لیکن اِس کے باوجود تسلیم کرنے کی بجائے مزید گستاخانہ مطالبہ کر دیا کہ جب تک اللہ ہمیں نظر نہ آئے' ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ اِس پر اُنہیں موت دے دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ کی دُعا سے اُنہیں دوبارہ زندگی ملی۔ اِس کے باوجود اُنہوں نے تورات کے احکام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اِس پر اللہ رب العزت نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ طور پہاڑ اِن کے سروں پر اُٹھاؤ۔ اُن کے سروں پر طور پہاڑ اُٹھا کر پھر اُن سے کہا گیا کہ اگر اب بھی ایمان نہیں لاتے' تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر گرا دیا جائے گا۔ اِس پر وہ لوگ سجدہ میں گر پڑے اور تورات کے احکام تسلیم کرنے کا اقرار کر لیا۔ فوری طور پر اگرچہ اُنہوں نے احکام تورات کو تسلیم کرنے کا اقرار کر لیا' لیکن پھر آہستہ آہستہ اُنہوں نے تورات کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اِس کے باوجود ہم نے تم پر اپنا فضل کیا کہ تم فوری عذاب بھیج کر تمہیں ہلاک نہیں کر دیا' بلکہ تمہیں مہلت دیئے رکھی۔ اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان والوں میں سے ہو جاتے۔ ابوالسعود نے ''تم نقصان والوں میں سے ہو جاتے'' کی تفسیر میں لکھا ہے:

''تم ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاتے۔''

یہود کے سجدے کا طرز:

بنی اسرائیل پر جس وقت طور پہاڑ بلند کیا گیا تو وہ سجدہ میں گر پڑے' لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اُن کے دل ڈر رہے تھے کہ کہیں پہاڑ

ہمارے اوپر تو نہیں گر رہا۔ اس لئے سجدہ میں تو چلے گئے' لیکن تھوڑا سا چہرہ پھیر کر کن انکھیوں سے اوپر پہاڑ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ سدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہود کہتے ہیں:

''اللہ کی قسم! وہ سجدہ کہ جس کے ساتھ اللہ نے اُن سے عذاب ہٹا دیا' وہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ پس وہ ایسے ہی سجدہ کرتے ہیں۔''

کونسا پہاڑ بلند کیا گیا تھا؟:

﴿وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ سے مفسرین نے عموماً کوہِ طور مراد لیا ہے' البتہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''طور'' سریانی زبان میں ایسے پہاڑ کو کہا جاتا ہے کہ جس پر سبزہ ہو اور یہاں بھی ''طور'' سے مراد کوہِ طور نہیں' بلکہ کوئی بھی سبزہ دار پہاڑ ہو سکتا ہے۔

دین میں جبر:

رفعِ طور کے مذکورہ بالا واقعہ سے ایک سوال اُٹھتا ہے کہ ان لوگوں پر دین کے معاملہ میں زبردستی کیوں کی گئی' جبکہ ربانی اصول ہے کہ

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ (2 البقرہ 256)

[دین میں زبردستی نہیں ہے۔]

مفسرین نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ دین قبول کروانے کے لئے کسی پر زبردستی کرنا واقعی درست نہیں ہے' لیکن اگر کوئی دین کو قبول کر لینے کے بعد فسق و نافرمانی کا مرتکب ہو تو اُسے دین پر چلانے کے لئے بہر حال زبردستی کی جائے گی اور بنی اسرائیل نے بھی دین قبول تو کر لیا تھا، حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے' لیکن احکام کو تسلیم نہیں کر رہے تھے' اِس لئے جبر کیا گیا اور یہ جبر ربانی اصول کے خلاف نہیں ہے۔

---------☆---------

آیات نمبر 65 و 66:

وَ لَقَدْ	عَلِمْتُمُ	الَّذِیْنَ	اعْتَدَوْا	مِنْكُمْ
اور البتہ تحقیق	تم جانتے ہو	اُن کو کہ جو	حد سے بڑھے	تم میں سے
فِی السَّبْتِ	فَقُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا	
میں ہفتے کے دن	پس ہم نے کہا	اُن سے	ہو جاؤ	
قِرَدَةً	خٰسِـِٕیْنَ	فَجَعَلْنٰهَا	نَكَالًا	
بندر	ذلیل۔	پس ہم نے اِسے کر دیا	عبرت	
لِّمَا	بَیْنَ یَدَیْهَا	وَ مَا	خَلْفَهَا	
اُن کے لئے کہ جو	وہاں تھے	اور جو	اُس کے بعد آنے والے تھے	
وَ مَوْعِظَةً	لِّلْمُتَّقِیْنَ			
اور نصیحت	پرہیزگاروں کے لئے۔			

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

بامحاورہ ترجمہ:

اور البتہ تحقیق تم اُن کو جانتے ہو کہ جو تم میں سے ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے بڑھے، پس ہم نے اُن سے کہا: ''ذلیل بندر ہو جاؤ''۔ پس ہم نے اِس (واقعہ) کو وہاں موجود لوگوں کے لئے اور اس کے بعد آنے والوں کے لئے عبرت اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنا دیا۔

تفسیر: واقعۂ سبت:

حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں ایلہ نام کے ایک گاؤں کے بنی اسرائیل کو ہفتے کے روز مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا گیا تھا' لیکن اُنہوں نے ایک حیلے کے ساتھ ہفتے کے روز مچھلیاں پکڑنا جاری رکھا اور اُن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ ان لوگوں کی شکلیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا۔ اللہ ربّ العزت نے اُس دور والوں کے لئے بھی اور بعد کے لوگوں کے لئے بھی اِس واقعہ کو عبرت کا ایک نشان بنا دیا۔

نوٹ: واقعۂ سبت پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''واقعۂ سبت'' (صفحہ نمبر 287)۔

---------☆---------

آیات نمبر 67 تا 71:

وَ	اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّ	اللّٰهَ
اور	جب	کہا	موسیٰ نے	اپنی قوم سے	بے شک	اللہ
يَاْمُرُكُمْ	اَنْ	تَذْبَحُوْا	بَقَرَةً	قَالُوْٓا
تم کو حکم کرتا ہے	یہ کہ	تم ذبح کرو	ایک گائے	کہنے لگے
اَتَتَّخِذُنَا	هُزُوًا	قَالَ	اَعُوْذُ	بِاللّٰهِ
کیا تو ہم سے کرتا ہے	ہنسی	کہا	میں پناہ مانگتا ہوں	اللہ کی
اَنْ	اَكُوْنَ	مِنَ	الْجٰهِلِيْنَ	قَالُوا
اِس سے کہ	میں ہو جاؤں	سے	جاہلوں۔	کہنے لگے
ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا
دُعا کر	ہمارے لئے	اپنے ربّ سے	کہ وہ بیان کرے	ہمارے لئے	کہ کیسی
هِيَ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ
ہے وہ	کہا	بے شک وہ	کہتا ہے	بے شک وہ	ایک گائے ہے
لَّا	فَارِضٌ	وَّ	لَا	بِكْرٌ	عَوَانٌ	بَيْنَ	ذٰلِكَ
نہ	بہت بوڑھی	اور	نہ	بن بیاہی	ادھیڑ عمر ہے	درمیان	اِن کے
فَافْعَلُوْا	مَا	تُؤْمَرُوْنَ	قَالُوا	ادْعُ
پس کرو	جس کا کہ	تم کو حکم دیا گیا ہے۔	کہنے لگے	دُعا کر

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ	لَّنَا	مَا
ہمارے لئے	اپنے ربّ سے	کہ وہ بیان کرے	ہمارے لئے	کہ کیسا ہے
لَوْنُهَا ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ
اُس کا رنگ	کہا	بے شک وہ	کہتا ہے	بے شک وہ	ایک گائے ہے
صَفْرَآءُ ۙ	فَاقِعٌ	لَّوْنُهَا	تَسُرُّ
زرد	خوب گہری ہے	اُس کی رنگت	بھلی لگتی ہے
النّٰظِرِيْنَ ۝	قَالُوا	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ
دیکھنے والوں کو۔	کہنے لگے	دُعا کر	ہمارے لئے	اپنے ربّ سے
يُّبَيِّنْ	لَّنَا	مَا	هِيَ ۙ	اِنَّ	الْبَقَرَ
کہ وہ بیان کرے	ہمارے لئے	کہ کیسی	ہے وہ	بے شک	گائے
تَشٰبَهَ	عَلَيْنَا ؕ	وَ	اِنَّآ	اِنْ	شَآءَ
مشتبہ ہو گئی ہے	ہم پر	اور	بے شک ہم	اگر	چاہا
اللّٰهُ	لَمُهْتَدُوْنَ ۝	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ
اللہ نے	البتہ ہدایت پالیں گے۔	کہا	بے شک وہ	کہتا ہے۔
اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا	ذَلُوْلٌ	تُثِيْرُ	الْاَرْضَ
بے شک وہ	ایک گائے ہے	کہ نہیں	محنت کرنے والی	کہ جوتتی ہو	زمین کو
وَ	لَا	تَسْقِى	الْحَرْثَ ۚ	مُسَلَّمَةٌ	لَّا
اور	نہ ہی	وہ پانی پلاتی ہے	کھیتی کو	بے عیب ہے	نہیں
شِيَةَ	فِيْهَا ؕ	قَالُوا	الْـٰٔنَ	جِئْتَ
کوئی داغ	اس میں	کہنے لگے	اب	تو لایا ہے
بِالْحَقِّ ؕ	فَذَبَحُوْهَا	وَ	مَا	كَادُوْا
صحیح بات	پس اُس کو ذبح کیا	اور	نہیں تھے	وہ قریب
يَفْعَلُوْنَ ۝
کہ وہ کرتے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: ''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو''، کہنے لگے: ''کیا تو ہم سے ہنسی کرتا

ہے؟''، کہا: ''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اِس سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں''۔ کہنے لگے: ''ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر کہ وہ ہمارے لئے بیان کرے کہ وہ کیسی ہے؟''، کہا: ''بے شک وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے کہ جو نہ بہت بوڑھی ہے اور نہ بن بیاہی، اِن کے درمیان اوسط عمر ہے، پس جو تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ کرو''۔ کہنے لگے: ''ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر کہ وہ ہمارے لئے بیان کرے کہ اُس کا رنگ کیسا ہے؟''، کہا: ''بے شک وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے کہ جو زرد رنگ کی ہے، اُس کا رنگ خوب گہرا ہے، دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہے''۔ کہنے لگے: ''ہمارے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر کہ وہ ہمارے لئے بیان کرے کہ وہ کیسی ہے؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم البتہ ہدایت پانے والے ہوں گے''، کہا: ''بے شک وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے کہ جو محنت کرنے والی نہیں ہے کہ زمین جوتتی ہو اور نہ ہی وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے، بے عیب ہے، اُس میں کوئی داغ نہیں''۔ کہنے لگے: ''اب تو صحیح بات لایا ہے''، پس اُسے ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے لگتے نہیں تھے۔

تفسیر:

واقعۂ ذبح بقرہ:

اہلِ مصر کے ساتھ ایک طویل عرصہ رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں اُن کے اثرات پیدا ہو چکے تھے اور وہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے سے اگرچہ اُنہوں نے گوسالہ پرستی ترک کر دی، لیکن گائے کی محبت ابھی تک اُن کے دلوں میں موجود تھی۔ اِسی لئے حضرت موسیٰؑ جب تورات لینے کے لئے کوہِ طور پر گئے تو بنی اسرائیل نے اُن کے پیچھے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ بعد میں حضرت موسیٰؑ کے اظہارِ ناراضگی وغیرہ کی وجہ سے اگرچہ بچھڑے کی پوجا سے رُک تو گئے، لیکن بہرحال گائے و بچھڑے کی جو محبت اُن کے دلوں میں رچ بس چکی تھی، وہ پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی۔ اُن کے دلوں سے گائے و بچھڑے کی محبت کو ختم کرنے کے لئے اللہ ربّ العزت نے اُنہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے بنی اسرائیل اپنے سابقہ معبود کی اپنے ہاتھوں یہ تذلیل کرنے کے لئے اتنی جلدی ذہنی طور پر آمادہ نہیں ہو سکتے تھے اور اُنہوں نے کئی قسم کے حیل و حجت سے کام لیا، لیکن آخرکار اُنہیں یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا اور اُنہوں نے گائے ذبح کی۔

نوٹ: واقعۂ ذبح بقرہ پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''واقعۂ ذبح بقرہ'' (صفحہ نمبر 290)۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 9:

آیات نمبر 72 تا 74:

وَ اِذْ	قَتَلْتُمْ	نَفْسًا	فَادّٰرَءْتُمْ
اور جب	تم نے قتل کر دیا	ایک نفس کو	پس تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے
فِيْهَا ؕ	وَ اللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَّا كُنْتُمْ
اِس کو	اور اللہ	ظاہر کرنے والا ہے	جو تم ہو
تَكْتُمُوْنَ ۝	فَقُلْنَا	اضْرِبُوْهُ	بِبَعْضِهَا ؕ
چھپاتے۔	پس ہم نے کہا	اِس کو مارو	اِس کے بعض حصے سے
كَذٰلِكَ	يُحْيِ	اللّٰهُ	الْمَوْتٰى ۙ وَ
اِس طرح	زندہ کرتا ہے	اللہ	مردوں کو
			اور

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

يُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ۝	
تم کو دکھلاتا ہے	اپنی نشانیاں	تاکہ تم	عقل کرو۔	
ثُمَّ	قَسَتْ	قُلُوْبُكُمْ	مِّنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ
پھر	سخت ہوگئے	تمہارے دل	سے	بعد	اس کے
فَهِيَ	كَالْحِجَارَةِ	اَوْ	اَشَدُّ	قَسْوَةً ؕ	وَ
پس وہ ہیں	پتھروں کی طرح	یا	اُن سے بھی زیادہ	سختی میں	اور
اِنَّ	مِنَ	الْحِجَارَةِ	لَمَا	يَتَفَجَّرُ	
بے شک	سے	پتھروں	کہ جو	جاری ہو جاتی ہیں	
مِنْهُ	الْاَنْهٰرُ ؕ	وَ اِنَّ	مِنْهَا	لَمَا	
اُن سے	نہریں	اور بے شک	اُن میں سے	کہ جو	
يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَآءُ ؕ	وَ اِنَّ	
پھٹ جاتے ہیں	پس نکلتا ہے	اُن سے	پانی	اور بے شک	
مِنْهَا	لَمَا	يَهْبِطُ	مِنْ	خَشْيَةِ	
اُن میں سے	کہ جو	گر پڑتے ہیں	سے	ڈر	
اللّٰهِ ؕ	وَ مَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	
اللہ کے	اور نہیں ہے	اللہ	غافل	اُس سے کہ جو	
تَعْمَلُوْنَ۝					
تم کرتے ہو۔					

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب تم نے ایک نفس کو قتل کر دیا، پس تم اسے ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ ظاہر کرنے والا ہے کہ جو تم چھپاتے ہو۔ پس ہم نے کہا: "اِس کو اِس کے بعض حصے سے مارو"، اِس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے تاکہ تم عقل کرو۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، پس یہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں، اور بے شک پتھروں میں سے کئی ایسے ہیں کہ اُن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور اُن میں سے کئی ایسے ہیں کہ وہ پھٹ جاتے ہیں اور اُن میں سے پانی نکلتا ہے اور اُن میں سے کئی ایسے ہیں کہ جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔

تفسیر: قتلِ نفس کا واقعہ:

قتل اور وجہِ قتل:

بنی اسرائیل میں عامیل نام کا ایک مال دار شخص تھا۔ اُس کی نرینہ اولاد نہیں تھی البتہ ایک خوبصورت بیٹی تھی۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس عامیل کے بھتیجے نے اس کی بیٹی سے شادی کی خواہش ظاہر کی لیکن عامیل نے اس سے انکار کر دیا اور اس بناء پر اس کے بھتیجے نے

اسے قتل کر دیا۔ بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ اس کے بھتیجے نے اس کی دولت کے حصول کی خاطر اسے قتل کیا تھا۔ بعض مفسرین نے دونوں چیزوں کو وجہ قتل بتلایا ہے کہ دولت کا حصول بھی چاہتا تھا اور اس کی بیٹی سے شادی کا بھی خواہشمند تھا۔ بہرحال کسی بھی وجہ سے عامیل کے بھتیجے نے عامیل کو قتل کر دیا۔ بعض مفسرین نے بھتیجے کی بجائے چچازاد بھائی یا بھائیوں کا ذکر کیا ہے کہ عامیل کے چچازاد بھائی یا بھائیوں نے عامیل کو ہلاک کیا تھا۔

قاتل کی تلاش:

قتل کے بعد عامیل کے قاتل نے اُس کی میت کو ایک قریبی آبادی کے قریب ڈال دیا اور خود فرضی طور پر عامیل کی تلاش شروع کر دی۔ کچھ دیر تلاش کے بعد شور شروع کر دیا کہ عامیل کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اب اس نے قریبی آبادی والوں پر قتل کا الزام لگا کر دیت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ گویا وہ ایک تیر سے تین شکار کھیل رہا تھا: عامیل کی دولت بھی حاصل کر رہا تھا، اُس کی بیٹی سے شادی کے درمیان کی رکاوٹ بھی ختم کر رہا تھا اور دیت کی شکل میں مزید دولت حاصل کرنے کا بھی خواہشمند تھا۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس مقدمہ:

قتل کا الزام ایک دوسرے پر ڈالا جانے لگا اور کوئی فیصلہ ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ آخر حضرت موسیٰؑ کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ عموماً مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس پر انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ کافی حیل و حجت کے بعد انہوں نے گائے ذبح کی اور پھر حکم ہوا کہ اس گائے کا کوئی ٹکڑا اس میت کو مارو۔ گائے کا ٹکڑا مارنے سے میت زندہ ہو گئی اور اُس نے اپنے قاتل کے متعلق خود بتلا دیا کہ میرا قاتل فلاں ہے۔ قاتل کے متعلق بتلانے کے بعد عامیل کی دوبارہ موت واقع ہو گئی۔

عام مفسرین کی رائے سے ہٹ کر رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ اور اُن کے شاگرد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ اور بعض دیگر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ گائے کا ٹکڑا مارنے کا حکم نہیں ہوا تھا' بلکہ میت کے اپنے ہی جسم کا بعض حصہ بعض کو مارنے کا حکم ہوا تھا۔ ان کی رائے کے مطابق گائے کا واقعہ ایک الگ مستقل واقعہ ہے اور قتل نفس کا واقعہ ایک الگ مستقل واقعہ ہے اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان دو بزرگوں کی رائے پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ﴿اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا﴾ میں پہلی ضمیر مذکر ہے اور دوسری ضمیر مؤنث' چنانچہ جس کو مارا جا رہا ہے' وہ مذکر ہونا چاہیے اور جس کا ٹکڑا مارا جا رہا ہے' وہ مؤنث ہونا چاہیے، دونوں ضمیروں سے ایک ہی شخص مراد نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ضمیریں "نفس" کی طرف لوٹتی ہیں اور "نفس" کی طرف مذکر ضمیر بھی لوٹائی جا سکتی ہے اور مؤنث بھی۔

دلوں کا سخت ہونا:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اس قدر واضح معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی تم اپنی نافرمانیوں اور ہٹ دھرمیوں پر قائم رہے، اتنا کچھ دیکھ لینے کے باوجود بھی تمہارے دلوں میں نرمی پیدا نہ ہوئی اور وہ سخت ہی رہے۔ تمہارے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں' کیونکہ پتھروں میں سے تو بعض میں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور اُن میں سے پانی نکل آتا ہے اور بعض اللہ رب العزت کے خوف سے گر پڑتے ہیں' لیکن ان کے مقابلہ میں یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا بھی نہیں ٹلتے۔

آیات نمبر 75 تا 79:

اَفَتَطْمَعُوْنَ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْا	لَكُمْ	وَ	قَدْ
کیا پھر تم توقع رکھتے ہو	یہ کہ	وہ مان جائیں گے	تمہاری	اور	تحقیق
كَانَ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَسْمَعُوْنَ	كَلٰمَ	اللّٰهِ
تھا	ایک گروہ	اُن میں	کہ وہ سنتے تھے	کلام	اللہ کا

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ	
پھر اُس میں تحریف کرتے تھے بعد اس کے کہ اُس کو سمجھ لیا تھا	
وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ	
اور وہ جانتے تھے اور جب ملتے تھے اُن سے کہ جو	
اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَا	
ایمان لائے کہتے ہم ایمان لائے اور جب تنہا ہوتے	
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ	
اُن کے بعض پاس بعض کے کہتے کیا تم اُن کو بتا دیتے ہو	
بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ	
جو کھولا ہے اللہ نے تم پر	
لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ	
تا کہ تم سے جھگڑا کریں اس کے ساتھ پاس تمہارے رب کے	
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ	
کیا پھر نہیں تم عقل کرتے۔ کیا بھلا نہیں وہ جانتے یہ کہ	
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا	
اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو	
يُعْلِنُوْنَ ۝ وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا	
وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اُن میں ہیں کچھ انپڑھ کہ نہیں	
يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَ	
وہ جانتے کتاب کو سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور	
اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ	
نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے۔ پس ہلاکت ہے	
لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ	
اُن کے لئے کہ جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے	
ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	
پھر کہتے ہیں یہ ہے سے طرف اللہ کی	
لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ	
تا کہ خریدیں اس کے بدلے مول تھوڑا	

فَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	كَتَبَتْ	أَيْدِيهِمْ
پس ہلاکت ہے	اُن کے لئے	اُس میں کہ جو	لکھا	اُن کے ہاتھوں نے
وَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	يَكْسِبُونَ ۝	
اور ہلاکت ہے	اُن کے لئے	اُس میں کہ جو	وہ کماتے ہیں۔	

بامحاورہ ترجمہ:

کیا پھر تم اُن سے توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری مان جائیں گے، اور ان میں ایک گروہ تھا کہ وہ کلام اللہ کو سنتے تھے، پھر اس کو سمجھ لینے کے بعد اس میں تحریف کر دیتے تھے اور وہ جانتے تھے۔ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے' کہتے: ''ہم ایمان لائے'' اور جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ تنہا ہوتے' کہتے: ''کیا جو اللہ نے تم پر کھولا ہے وہ تم اُن کو بتا دیتے ہو' تا کہ وہ تمہارے ربّ کے پاس اس کے ساتھ تم سے جھگڑا کریں، کیا پھر تم عقل نہیں کرتے''۔ کیا بھلا وہ جانتے نہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اُن میں سے کچھ اَنپڑھ ہیں کہ جو جھوٹی آرزوؤں کے سوا کتاب کو کچھ نہیں جانتے اور وہ صرف گمان کرتے ہیں۔ پس اُن لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں: ''یہ اللہ کی طرف سے ہے'' تا کہ اُس کے بدلے تھوڑا مول خریدیں، پس اُن کے لئے اُس میں ہلاکت ہے کہ جو اُن کے ہاتھوں نے لکھا اور اُن کے لئے اُس میں ہلاکت ہے کہ جو وہ کماتے ہیں۔

تفسیر:

یہود کا کتب میں تحریف کرنا:

مذکورہ بالا آیات میں اہلِ اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اِن بنی اسرائیل سے یہ توقع نہ رکھو کہ یہ تمہاری بات مان جائیں گے' یہ تو اللہ کی اِس قدر باغی قوم ہے کہ اِن کا ایک طبقہ جان بوجھ کر اللہ کی کتاب میں تحریف کرتا رہا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک دوسرے مقام پر یہود و نصاریٰ کا کتبِ الٰہی میں تحریف کرنا اِن الفاظ میں مذکور ہے:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ (5 المائدہ 13)

[کلام کو اپنی جگہ سے پھیرتے ہیں۔]

یہود و نصاریٰ کی تحریفات کا ذکر صرف قرآن حکیم نے ہی نہیں کیا اور یہ صرف اہلِ اسلام کا ہی دعویٰ نہیں ہے کہ اُنہوں نے الہامی کتب میں تحریفات کی تھیں' بلکہ خود بائبل میں بھی ان کی تحریفات کا ذکر موجود ہے۔ عہد نامہ قدیم کی کتاب یرمیاہ میں ہے کہ

''تم نے زندہ خدا ربُّ الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے O'' (یرمیاہ 23:36)

یہود کی منافقانہ روش:

یہود میں سے بعض بظاہر اسلام کا اقرار کر کے مسلمانوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور مسلمانوں سے کہتے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں۔ کبھی کبھی یہ باتوں باتوں میں مسلمانوں کے سامنے کچھ ایسی چیزیں بھی ظاہر کر دیتے کہ جن کو ظاہر کرنا اِن کے وڈیروں کو گراں گذرتا۔ مثلاً بعض اوقات حضور اکرم ﷺ کے متعلق کسی سابقہ کتاب کی پیشین گوئی کا ذکر کر دیتے۔ پھر جب یہ اپنے بڑوں سے ملتے تو وہ اِنہیں ڈانٹتے اور تنبیہ کرتے کہ ایسی باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کیا کرو' کل کو مسلمان یہی باتیں بارگاہِ الٰہی میں ہمارے و تمہارے خلاف بطور حجت پیش کریں گے۔

اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ تو اپنے چیلوں کو ایسی چیزیں ظاہر کرنے پر ڈانٹتے ہیں کہ کل کو مسلمان یہ باتیں بارگاہِ الٰہی میں ہمارے و تمہارے خلاف بطور حجت پیش کریں گے' یہ مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کیا کرو' لیکن خود اتنے نادان ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے چیلوں کا

کسی بات کو ظاہر کرنا یا کسی بات کو چھپانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا' اللہ تو خود علام الغیوب ہے' یہ کسی بات کو چھپائیں یا ظاہر کریں' اللہ تو بہر حال جانتا ہی ہے۔

جاہل یہود کی جھوٹی آرزوئیں:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں یہود کے ایک ایسے طبقہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جو پڑھے لکھے نہیں ہیں اور تورات کی صحیح تعلیمات سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اپنے علماء و گدی نشینوں سے جو سُنتے ہیں' اُسی کو دین سمجھتے ہیں اور اُسی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اُن کے وڈیروں نے اُنہیں کچھ جھوٹی تسلیاں دے رکھی ہیں کہ مثلاً نجات صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی ہے، ہم اللہ کی لاڈلی قوم ہیں' اللہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، ہمارے آباؤ اجداد ہمیں بچالیں گے وغیرہ اور یہ جاہل عوام اِنہی جھوٹی تسلیوں میں مگن ہیں۔

مسلمان کہلانے والوں میں بھی اِس کی مثال موجود ہے کہ بعض بناوٹی پیر اپنے مریدوں کو اِسی قسم کی طفل تسلیوں سے بہلاتے ہیں کہ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' ہم تمہیں بچالیں گے، تمہیں نماز، روزے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' ہم پل صراط سے تمہیں ہاتھ پکڑ کر گزار لیں گے وغیرہ۔

اللہ رب العزت ایسے افراد کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ (2 البقرہ 78)

[اور وہ صرف گمان کرتے ہیں۔]

یعنی یہ صرف اُن کے خیالات اور گمان ہیں' اِن کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

اپنے لکھے کو اللہ کا لکھا قرار دینا:

یہود کا ایک گروہ اصل تورات کو چھپا کر اُس کی بجائے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ لکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اِس طرح سے وہ جاہل و ناسمجھ عوام کی نظروں میں اپنا ایک مقام بنائے ہوئے تھے اور اُن سے نذرانے وغیرہ وصول کرتے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے بھی اور اِن کی کمائی کے لئے بھی ہلاکت و بربادہ ہے۔ وہ چند روزہ دُنیاوی عیش و آرام کے لئے اپنی آخرت کو برباد کرتے ہیں۔ ''تھوڑا مول خریدنے'' کی مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ اُخروی فلاح کے مقابلہ میں دُنیاوی فوائد حاصل کرنا ''تھوڑا مول خریدنا'' ہے۔ بظاہر خواہ اُنہیں اپنی اِس روش سے بہت زیادہ دُنیاوی فوائد ہی کیوں نہ حاصل ہو رہے ہوں' آخرت کے مقابلہ میں وہ تھوڑا مول ہی ہے۔

افسوس کہ امت محمدیہ میں بھی بعض لوگ صرف نذرانوں کی وصولی اور دُنیاوی فوائد کے حصول کی خاطر اپنی طرف سی گھڑی ہوئی چیزوں کو اللہ کا دین بتلاتے ہیں۔ یہ لوگ محفوظ کتاب قرآن حکیم میں تحریف لفظی کا تو ارتکاب نہیں کر سکتے' لیکن جاہل عوام کے سامنے آیات کے غلط معانی و مفاہیم ظاہر کر کے تحریف معنوی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

---------☆---------

آیات نمبر 80 تا 82:

وَ	قَالُوْا	لَنْ	تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّآ	اَيَّامًا
اور	کہتے ہیں	ہرگز نہیں	ہم کو چھوئے گی	آگ	مگر	چند دن
مَّعْدُوْدَةً	قُلْ	اَتَّخَذْتُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ		
گنے چنے	تو کہہ	کیا تم نے لے رکھا ہے	پاس (سے)	اللہ		

عَهْدَهٗ	اللّٰهُ	يُّخْلِفَ	فَلَنْ	عَهْدًا
اپنے عہد کا	اللہ	خلاف کرے گا	پس نہیں	عہد
مَا لَا	اللّٰهِ	عَلَى	تَقُوْلُوْنَ	اَمْ
جو نہیں	اللہ	پر	تم کہتے ہو	یا
سَيِّئَةً	كَسَبَ	مَنْ	بَلٰى	تَعْلَمُوْنَ ۝
گناہ	کمایا	جس نے	ہاں	تم جانتے۔
فَاُولٰٓئِكَ	خَطِيْٓئَتُهٗ	بِهٖ	اَحَاطَتْ	وَّ
پس وہ لوگ ہیں	اُس کے گناہ نے	اُس کو	گھیرلیا	اور
وَ	خٰلِدُوْنَ ۝	فِيْهَا	هُمْ	اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
اور	ہمیشہ رہیں گے۔	اُس میں	وہ	آگ والے
الصّٰلِحٰتِ	وَ عَمِلُوا	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	
نیک	اُنہوں نے عمل کئے	اور	ایمان لائے	وہ لوگ کہ جو
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا		اُولٰٓئِكَ
جنت والے	وہ	اُس میں		وہ ہیں
				خٰلِدُوْنَ ۝
				ہمیشہ رہیں گے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور کہتے ہیں: ''ہمیں چند گنے چنے دنوں کے علاوہ آگ نہیں چھوئے گی''، تو کہہ: ''کیا تم اللہ سے کوئی عہد لے چکے ہو کہ اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو کہ جو تم جانتے نہیں ہو''۔ ہاں! جس نے گناہ کمایا اور اُس کے گناہ نے اُسے گھیر لیا تو ایسے لوگ آگ والے ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل کئے، وہ جنت والے ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر:

صرف چند دن آگ میں:

یہود کو یہ خوش فہمی بھی تھی کہ ہم اللہ کی لاڈلی قوم ہیں، ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، ہمارے لئے نجات ہی نجات ہے، اگر ہم جہنم میں چلے بھی گئے تو ہمیں مستقل عذاب نہیں ہوگا' بلکہ چند روزہ عذاب کے بعد ہمارا ٹھکانہ جنت میں ہی ہوگا۔ بلکہ اُنہیں اِس حد تک مان تھا کہ کہتے:

﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ (5 المائدہ 18)

[ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہیں۔]

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اللہ رب العزت اُن کی اِس جھوٹی خوش فہمی کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم نے اللہ سے جنت میں جانے کا کوئی پختہ معاہدہ نہیں کر رکھا ہے کہ جس معاہدے کی پاسداری اللہ پر لازم ہو اور وہ تمہیں جنت میں لے جانے کا پابند ہو۔ جنت میں جانے کا معیار یہودی ہونا یا بنی اسرائیلی ہونا نہیں ہے' بلکہ جنت کا مستحق ہونے کے لئے تمہیں ایمان اور اعمالِ صالح کو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر تم صحیح معنوں میں ایمان قبول کر لیتے ہو اور اپنی خوش فہمیوں سے نکل کر اپنی زندگیوں کے رُخ کو اطاعت و فرمانبرداری کی طرف موڑتے ہوئے اعمال صالح کو اختیار کر لیتے ہو تو تب تو تم واقعی جنت کے مستحق ہو گے اور اُس میں ہمیشہ رہو گے' لیکن اگر تمہاری روش یہی رہی تو سن لو! ہمارا یہ قانون ہے کہ جس نے گناہ کی روش اختیار کی اور اِسی روش میں آگے بڑھتا رہا اور اِسی میں سرتاپا غرق ہو گیا تو اُس کے لئے نجات نہیں' بلکہ آگ ہے اور یہی آگ ہی اُس کا ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانہ بن جائے گی۔ کسی کا یہودی یا بنی اسرائیلی ہونا اُسے آگ سے نجات نہیں دلا سکے گا۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 10:

آیات نمبر 83 تا 86:

وَ	اِذْ	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	لَا
اور	جب	ہم نے لیا	عہد	بنی اسرائیل سے	کہ نہ
تَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ	وَ	بِالْوَالِدَيْنِ	
تم عبادت کرنا	سوائے	اللہ کے	اور	والدین کے ساتھ	
اِحْسَانًا	وَّ	ذِي الْقُرْبٰى	وَ	الْيَتٰمٰى	وَ
نیک سلوک کرنا	اور	قرابت داروں سے	اور	یتیموں سے	اور
الْمَسٰكِيْنِ	وَ	قُوْلُوْا	لِلنَّاسِ	حُسْنًا	
مسکینوں سے	اور	کہو	لوگوں سے	بھلی بات	
وَ	اَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتُوا	الزَّكٰوةَ
اور	قائم کرو	نماز	اور	ادا کرو	زکوٰۃ
ثُمَّ	تَوَلَّيْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْكُمْ	وَ
پھر	تم پھر گئے	مگر	تھوڑے	تم میں سے	اور
اَنْتُمْ	مُّعْرِضُوْنَ ۝	وَ	اِذْ	اَخَذْنَا	
تم ہو	اعراض کرنے والے۔	اور	جب	ہم نے لیا	
مِيْثَاقَكُمْ	لَا	تَسْفِكُوْنَ	دِمَآءَكُمْ	وَ	
تم سے عہد	کہ نہ	تم بہانا	اپنے خون	اور	
لَا	تُخْرِجُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	مِّنْ	دِيَارِكُمْ	
نہ	تم نکالنا	اپنی جانوں کو	سے	اپنے گھروں	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ	
پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم مانتے ہو۔ پھر	
اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ	
تم وہ لوگ ہو کہ تم قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو اور	
تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ	
تم نکالتے ہو ایک گروہ کو اپنے میں سے اُن کے گھروں	
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ	
تم چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ کے ساتھ اور ظلم کے ساتھ	
وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ	
اور اگر تمہارے پاس آئیں قیدی بن کر تو تم اُن کا فدیہ دیتے ہو اور	
هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ	
وہ حرام تھا تم پر اُن کا نکالنا بھی	
اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ	
کیا پھر تم ایمان لاتے ہو ساتھ بعض کتاب اور	
تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ	
انکار کرتے ہو ساتھ بعض پس کیا بدلہ ہے اُس کا کہ جو	
يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي	
کرے یہ تم میں سے مگر رسوائی میں	
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	
زندگی دُنیا کی اور دن قیامت کے	
يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا	
لوٹائے جائیں گے طرف سخت عذاب کے اور نہیں ہے	
اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝	
اللہ غافل اس سے کہ جو تم کرتے ہو۔	
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	
وہی ہیں کہ جنہوں نے خریدا زندگی کو دُنیا کی	
بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ	
آخرت کے بدلے پس نہ ہلکا ہوا اُن سے عذاب	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾
اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور لوگوں سے بھلی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے اور تم اعراض کرنے والے ہو۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنے خون نہ بہانا اور اپنی جانوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالنا، پھر تم نے اقرار کر لیا اور تم مانتے ہو۔ پھر تم وہ لوگ ہو کہ جو اپنی جانوں کو قتل کرتے ہو اور تم اپنے میں سے ایک گروہ کو اُن کے گھروں میں سے نکالتے ہو، تم اُن پر گناہ اور ظلم کے ساتھ چڑھائی کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو تم اُن کا فدیہ دیتے ہو اور (حالانکہ) تم پر اُن کا نکالنا بھی حرام تھا، کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو اُس کے لئے دُنیا کی رسوائی کے علاوہ اور کیا سزا ہو سکتی ہے، اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے آخرت کے بدلے دُنیا کی زندگی کو خریدا، پس اُن سے عذاب ہلکا نہیں ہوگا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر:

بنی اسرائیل سے عہد:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل سے دس باتوں کا عہد لئے جانے کا ذکر ہے:

1: اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

گویا اُن سے سب سے پہلے توحید کا عہد لیا گیا کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کریں، اُسی کو علّام الغیوب اور کارساز و مختار تسلیم کریں، حاجت روا اور مشکل کشا اُسی کو سمجھتے ہوئے صرف اُسی کو اپنی حاجات میں پکاریں، قیام و قعود، رکوع و سجود، نذر و نیاز، طواف وغیرہ سب کچھ اُسی کے لئے روا سمجھیں۔

2: والدین سے حسنِ سلوک کرنا۔

حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا درجہ ہے اور حقوق العباد میں سے والدین کا حق سب سے مقدم ہے اِس لئے توحید کے عہد کے ساتھ ہی والدین سے حسنِ سلوک کا عہد لیا گیا۔

3: قرابت داروں سے حسنِ سلوک کرنا۔

قرابت داروں سے مراد تمام رشتہ دار ہیں۔ پھر قرابت داروں میں کئی مراتب ہوتے ہیں۔ جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں وہ حقوق میں بھی مقدم ہوں گے۔

4: یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔

یتیم اُسے کہتے ہیں کہ جو باپ کی شفقتوں سے محروم ہو چکا ہو۔

5: مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔

مسکین سے مراد یہاں ہر تنگ دست محتاج ہے۔

6: لوگوں سے بھلی بات کہنا۔

لوگوں سے بھلی بات کہنے سے مراد لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے۔

7: نماز قائم کرنا۔

نماز سے یہاں مراد مسلمانوں کی طرح کی پانچ وقت کی نماز نہیں ہے' کیونکہ اس پانچ وقت کی نماز کا تو معراج کی رات حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا تھا اور یہ امت مسلمہ پر لازم کی گئی ہے' اس سے قبل ظاہر ہے کہ اس طرح کی پانچ وقت کی نماز کا تصور موجود نہیں تھا۔ یہاں نماز سے مراد یہود کی بدنی عبادت ہے۔

8: زکوٰۃ ادا کرنا۔

نماز کی طرح زکوٰۃ سے بھی مسلمانوں کے طرز کے مطابق مال کے ایک مقررہ نصاب تک پہنچنے پر اُس میں سے ایک مقررہ مقدار میں زکوٰۃ وصول کرنا مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے یہود کی مالی عبادت مراد ہے۔

9: اپنے خون نہ بہانا۔

یعنی آپس میں قتال کر کے ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔

10: اپنی جانوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالنا۔

یعنی ایسا نہ کرنا کہ ایک دوسرے کو اس قدر تنگ اور زچ کرو کہ تم میں سے بعض افراد تمہاری خباثتوں اور شرارتوں سے تنگ آ کر اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی:

بنی اسرائیل سے مذکورہ دس باتوں کا عہد لیا گیا اور اس عہد کو تسلیم کر لینے کے باوجود عملی طور پر ان لوگوں نے اس عہد کے خلاف کیا اور اس عہد پر پورے نہ اُترے۔ اس چیز کو قرآن حکیم یوں بیان کرتا ہے:

﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ﴾ (2 البقرہ 83)

[پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے اور تم اعراض کرنے والے ہو۔]

ایک دوسرے کو قتل کرنا:

بنی اسرائیل سے عہد تو یہ لیا گیا تھا کہ آپس میں قتال نہیں کرو گے اور ایک دوسرے کو قتل نہیں کرو گے' لیکن اُنہوں نے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا۔ سابقہ آیات میں یہود کی جو حکم عدولیاں اور خباثتیں ذکر کی گئی تھیں' وہ عہدِ نبویؐ سے بہت پہلے کے بنی اسرائیل کی حکم عدولیاں تھیں' لیکن یہاں خاص طور پر عہدِ نبویؐ کے یہود کو اُن کے اپنے کرتوتوں کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔

مدینہ میں دو قبیلے' اوس اور خزرج' رہائش پزیر تھے کہ جو صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آ رہے تھے اور ان کے ساتھ ہی یہود کی بھی کچھ آبادی تھی۔ یہود کے دو قبیلوں' بنو قریظہ اور بنو نضیر' نے اوس و خزرج سے حلیفانہ معاہدے کر رکھے تھے۔ بنو قریظہ نے اوس کے ساتھ اور بنو نضیر نے خزرج کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ اب اوس اور خزرج کی آپس میں جنگ ہوتی تو اپنے اپنے معاہدوں کی پاسداری کے لئے اوس کی طرف سے بنو قریظہ اور خزرج کی طرف سے بنو نضیر بھی میدان میں نکل آتے۔ یہود کو اگرچہ ایک دوسرے کے خلاف تلوار اُٹھانے سے منع کیا گیا تھا' لیکن یہاں کئی بنی اسرائیلی ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جاتے۔ بنو قریظہ بنو نضیر کے ہاتھوں اور بنو نضیر بنو قریظہ کے ہاتھوں قتل ہوتے۔

ایک دوسرے کو جلاوطن کرنا:

اوس و خزرج کی حمایت میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کے نکلنے کی وجہ سے دوسرا نتیجہ یہ بھی سامنے آتا کہ بعض اوقات بنو قریظہ کے کچھ افراد یا گھرانے خود بنو نضیر سے ہی تنگ آ کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے اور اسی طرح بنو نضیر کے بعض افراد یا گھرانے خود بنو قریظہ سے ہی تنگ آ کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ گویا اس طرح وہ ایک دوسرے کو گھروں سے نکالنے اور جلاوطن کرنے کا باعث بنتے' حالانکہ اُن سے ایسا نہ کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔

گناہ وظلم سے چڑھائی:

آیت مبارکہ میں لفظ ﴿تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ﴾ کا ایک معنٰی ''اُن پر چڑھائی کرنا'' ہے اور ایک معنٰی ''اُن کے خلاف مدد کرنا'' ہے۔ بنوقریظہ بنونضیر کے خلاف اوس کی اور بنونضیر بنوقریظہ کے خلاف خزرج کی مدد کیا کرتے تھے اِس لئے یوں فرمایا گیا۔

قیدیوں کا فدیہ دینا:

بنوقریظہ اور بنونضیر جب اوس وخزرج کی حمایت میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکلتے تو بعض اوقات اِن میں سے بعض ایک دوسرے کے ہاتھوں یا اوس وخزرج کے ہاتھوں قیدی بن جاتے۔ اب یہ لوگ اِن قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑواتے اور کہتے کہ ہم اللہ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑوائیں۔

بعض کتاب پر ایمان اور بعض کا انکار:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑواؤ' لیکن ذرا اپنی باقی روش پر بھی تو نظر کرو' تم پر آپس میں قتال اور ایک دوسرے کو گھروں سے نکالنا بھی تو حرام تھا' تم نے اُس حکم پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ تم کتاب کے بعض حصے کو تو مان لیتے ہو اور بعض کا عملی انکار کرتے ہو۔ تو جو کوئی یہ روش اختیار کرے کہ کتاب کے بعض حصے کو تسلیم کرے اور بعض کا انکار کرے' تو اُس کی یہی سزا ہے کہ اُسے دُنیا میں بھی رسوا کیا جائے اور آخرت میں بھی شدید عذاب دیا جائے۔

آخرت کے بدلے میں دُنیا طلبی:

اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی یہ روش صرف دُنیاوی فوائد کی خاطر تھی: بنوقریظہ دُنیاوی مفادات کے لئے اوس کے ساتھ اور بنو نضیر بھی دُنیاوی مفادات کے لئے خزرج کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ گویا انہوں نے دُنیاوی مفادات کی خاطر اللہ کے احکام کو بھلا دیا اور آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کو اختیار کر لیا تو اب یہ عذاب کے مستحق ہوں گے کہ جو نہ اِن سے ہلکا ہوگا اور نہ کوئی اِن کی مدد کر کے انہیں اُس عذاب سے چھڑوا سکے گا۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 11:

آیات نمبر 87 تا 91:

وَ	لَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَ
اور	البتہ تحقیق	ہم نے دی	موسیٰؑ کو	کتاب	اور
قَفَّيْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	بِالرُّسُلِ	وَ
ہم نے پے در پے بھیجے	سے	اُس کے بعد	رسول	اور
اٰتَيْنَا	عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ	وَ
ہم نے دیں	مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو	کھلی نشانیاں	اور
اَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ	اَفَكُلَّمَا
ہم نے اُس کی تائید کی	روح القدس کے ساتھ	کیا جب بھی
جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌۢ	بِمَا	لَا تَهْوٰٓى
تمہارے پاس آیا	کوئی رسول	کہ جو	نہ پسند آیا

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اَنْفُسُكُمُ	اسْتَكْبَرْتُمْ	فَفَرِيْقًا
تمہارے جی کو	تم تکبر کرنے لگے	پس ایک فریق کو
كَذَّبْتُمْ	وَ فَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ ۝ وَ
تم نے جھٹلایا	اور ایک فریق کو	تم قتل کرتے ہو۔ اور
قَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ
کہتے ہیں	ہمارے دلوں پر	غلاف ہے بلکہ اُن پر لعنت کی ہے
اللّٰهُ	بِكُفْرِهِمْ	فَقَلِيْلًا مَّا
اللہ نے	اُن کے کفر کی وجہ سے	پس بہت کم ہیں کہ جو
يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ	لَمَّا	جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ
ایمان لاتے ہیں۔	اور جب	اُن کے پاس آئی کتاب سے
عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ
پاس	اللہ کے	تصدیق کرنے والی اُس کی کہ جو اُن کے پاس ہے
وَ كَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى
اور وہ تھے	سے پہلے	فتح مانگتے اوپر
الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۘ	فَلَمَّا جَآءَهُمْ
اُن کے کہ جنہوں نے	کفر کیا	پس جب اُن کے پاس آگئی
مَا	عَرَفُوْا	كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ
وہ کہ جسے	اُنہوں نے پہچان لیا۔	انکار کرنے لگے اُس کا پس لعنت ہے
اللّٰهِ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝	بِئْسَمَا
اللہ کی	پر کافروں۔	بُری چیز ہے
اشْتَرَوْا	بِهٖٓ	اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا
کہ بیچا	جس کے بدلے	اپنے آپ کو کہ انکار کرنے لگے
بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ
اُس کا کہ جو	نازل کیا اللہ نے	اِس ضد سے کہ نازل کرتا ہے
اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ
اللہ	سے اپنے فضل	پر جس کو چاہتا ہے
مِنْ عِبَادِهٖ ۚ	فَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ عَلٰى
سے اپنے بندوں	پس وہ لوٹے	ساتھ غضب پر

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

غَضَبٍ ؕ	وَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝	وَ
غضب	اور	کافروں کے لئے ہے	عذاب	رسوائی والا۔	اور
اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ
جب	کہا جائے	اُن سے	ایمان لاؤ	اُس پر کہ جو	نازل کیا
اللّٰهُ	قَالُوْا	نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ
اللہ نے	کہتے ہیں	ہم ایمان لاتے ہیں	اُس پر کہ جو	نازل کیا گیا
عَلَيْنَا	وَ	يَكْفُرُوْنَ	بِمَا	وَرَآءَهٗ	وَ
ہم پر	اور	وہ انکار کرتے ہیں	اُس کا کہ جو	اُس کے پیچھے ہے	اور
هُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	مَعَهُمْ ؕ
وہ ہے	حق	تصدیق کرنے والا	اُس کی کہ جو	اُن کے پاس ہے
قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَآءَ	اللّٰهِ
تو کہہ	پس کیوں	تم قتل کرتے رہے ہو	نبیوں کو	اللہ کے
مِنْ	قَبْلُ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۝
سے	پہلے	اگر	تم ہو	ایمان والے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اُس کے پیچھے پے در پے رسول بھیجے، اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو کھلی نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس کے ساتھ اُس کی تائید کی، تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا کہ جو تمہارے جی کو پسند نہ ہو تو تم تکبر کرنے لگے، پس ایک فریق کو تم نے جھٹلایا اور ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو۔ اور کہتے ہیں: ''ہمارے دلوں پر غلاف ہے''، بلکہ اُن پر اللہ نے اُن کے کفر کی وجہ سے لعنت کی ہے، پس بہت تھوڑے ہیں کہ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آ گئی کہ جو اُس کی تصدیق کرنے والی ہے کہ جو اُن کے پاس ہے' اور وہ اِس سے پہلے کافروں پر فتح مانگتے تھے' پس جب وہ اُن کے پاس آ گئی کہ جسے اُنہوں نے پہچان بھی لیا تو اُس کا انکار کرنے لگے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ بُری چیز ہے کہ جس کے بدلے اُنہوں نے اپنے آپ کو بیچا کہ اُس کا انکار کرنے لگے کہ جسے اللہ نے نازل کیا' اِس ضد سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے، پس وہ غضب پر غضب کے ساتھ لوٹے، اور کافروں کے لئے رسوائی والا عذاب ہے۔ اور جب اُن سے کہا جائے: اُس پر ایمان لاؤ کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے''، کہتے ہیں: ''ہم تو اُس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا'' اور جو اُس کے پیچھے ہے' وہ اُس کا انکار کرتے ہیں اور (حالانکہ) وہ سچ ہے، اُس کی تصدیق کرنے والا ہے کہ جو اُن کے پاس ہے، تو کہہ: ''اگر تم ایمان والے ہو تو تم اِس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے ہو''۔

تفسیر: موسیٰؑ پر کتاب اور اُن کے پیچھے دیگر رسول:

حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی گئی اور آپؑ کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء و رسل مبعوث کیے گئے۔ مثلاً حضرت یوشعؑ بن نون، حضرت شمعونؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عزیرؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ اور

حضرت یحییٰؑ وغیرہ سب حضرت موسیٰؑ کے بعد ہی مبعوث کیے گئے۔ پھر سب سے آخر پر بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں مزید کوئی نبی نہیں بھیجا گیا' البتہ بنی اسماعیل میں سے رحمتِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا گیا کہ جو سید الانبیاء بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزات اور روح القدس سے اُن کی تائید:

بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ کو بہت سے نشانات و معجزات دیئے گئے۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰؑ کے اہم و معروف ترین معجزات ہیں۔ بعض مفسرین نے ﴿الْبَيِّنٰتِ﴾ سے انجیل مراد لی ہے' کیونکہ انجیل کی آیات بھی رشد و ہدایت کی واضح نشانیاں ہیں۔

روح القدس سے اکثر مفسرین نے حضرت جبریلؑ مراد لئے ہیں۔ روح القدس سے تائید سے یہ مراد لیا گیا ہے کہ اوّل تو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی حضرت جبریلؑ کے نفخہ سے ہوئی، دوسرے یہ کہ ولادت کے وقت حضرت جبریلؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو شیطان کے چھونے سے محفوظ رکھا' جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ

> ''بنی آدم میں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی پیدائش کے وقت شیطان اُسے چھوتا ہے' پس وہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے چیخ کر روتا ہے' سوائے مریم اور اُس کے بیٹے کے۔''

روح القدس سے حضرت عیسیٰؑ کی تائید سے یہ بھی مراد ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر وقت حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ساتھ رہتے اور آپؑ کی حفاظت کرتے، یہود نے جب آپؑ کے قتل کی سازش کی' اُس وقت بھی حضرت جبریلؑ نے آپؑ کو اُن کی سازش سے محفوظ رکھا۔

انبیاءؑ کی تکذیب اور اُن کا قتل:

حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں پے در پے رسول بھیجے گئے' لیکن انہوں نے انبیاء کرامؑ کے پیغامِ توحید اور اُن کی ایسی تعلیمات سے مسلسل روگردانی کی کہ جو تعلیمات انہیں پسند نہ ہوتیں یا مشکل محسوس ہوتیں۔ پھر یہ ظالم صرف انبیاء کرامؑ کی تکذیب تک ہی محدود نہیں رہے' بلکہ انہوں نے انبیاء کرامؑ کے قتل تک کا بھی ارتکاب کیا۔ موجودہ بائبل میں حضرت الیاسؑ کے الفاظ اس کے شاہد ہیں:

> ''کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔'' (1۔سلاطین 19:10)

بنی اسرائیل کا حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کرنا اس کی واضح مثال ہے۔

دلوں پر غلاف:

یہود رحمتِ کونین ﷺ کی دعوتِ توحید کے جواب میں کہتے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی کیے ہیں' اِن میں سے دو معانی زیادہ معروف ہیں:

1: ہمارے دل علم سے بھرے ہوئے ہیں اور اب ہمیں مزید کسی علم کی ضرورت نہیں ہے۔
2: ہمارے دل غلاف کے ساتھ محفوظ ہیں اور آپ کی تبلیغ کا اِن پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

اللہ ربّ العزت اِن کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اِن کے دلوں پر غلاف نہیں چڑھے ہوئے' بلکہ اِن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے اِن پر لعنت کر رکھی ہے اور یہ جو ایمان قبول نہیں کرتے تو یہ غلافوں کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ لعنت کی وجہ سے ہے۔

اللہ ربّ العزت مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ بہت کم ایمان لانے سے یہ مراد ہے کہ چند ایسی باتیں کہ جو انہیں پسند آ جائیں' انہیں تسلیم کر لیتے ہیں' لیکن جو احکام انہیں پسند نہ آئیں اور مشکل محسوس ہوں' اُن کا انکار کر دیتے ہیں۔ اسی بات کو

سابق میں اِس انداز سے ذکر فرمایا تھا کہ

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (2 البقرہ 85)

[کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟]

کتاب کو پہچان جانے کے باوجود انکار:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ یہود نبی آخر الزماں ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب بھی کفار کے کسی قبیلہ سے اُنہیں ہزیمت کا سامنا ہوتا' وہ آخری نبی کے جلد مبعوث ہونے کی دُعائیں مانگتے اور کہتے کہ ہم اُس نبی کی قیادت میں تم سے بدلے لیں گے۔ وہ دُعائیں مانگا کرتے تھے کہ آخری نبی جلد مبعوث ہو اور کفر کا غلبہ مٹے اور ہمارا دورِ عروج دوبارہ شروع ہو۔ اللہ فرماتے ہیں' اِس انتظار کے باوجود جب محمد عربی ﷺ کو نبی کی حیثیت سے مبعوث کر دیا گیا اور آپؐ پر وہ کتاب بھی نازل کر دی گئی کہ جو اُن کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور انہوں نے اس نبی کو اپنی کتب میں مذکور علامات وغیرہ کے ذریعے اچھی طرح پہچان بھی لیا' تو اب صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرنے لگے۔ اِن کا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ اِن کی برادری اور اِن کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے آئے گا' لیکن وہ آخری نبی جب بنی اسماعیل میں سے آ گیا تو اب حسد و بغض کی وجہ سے ایمان قبول نہیں کرتے۔ انہیں صرف یہ ضد ہے کہ اللہ نے اپنا کلام بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل کے کسی بندے پر کیوں نازل کر دیا۔ اِسی غصے میں پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے کافروں کے لئے ذلت و رسوائی کا عذاب ہے۔

﴿يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کا معنٰی ہم نے کیا ہے: ''کافروں پر فتح مانگتے تھے''۔ اِس کا ایک معنٰی یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''کافروں کو بتلاتے تھے''۔ اِس معنٰی کے اعتبار سے مفہوم یوں ہوگا کہ یہود مدینہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل کافروں کو بتایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کا زمانہ قریب آ چکا ہے اور وہ عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد آپؐ کو پہچان لینے کے باوجود ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے ماننے سے انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کا ایمان قبول کرنے سے انکار:

بنی اسرائیل سے جب کہا جاتا کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے' اُس پر ایمان لاؤ۔ تو وہ جواب میں کہتے کہ ہم تو صرف اُس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو بعد میں نازل کیا گیا ہے' ہم اُسے تسلیم نہیں کرتے۔ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن حکیم کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں' حالانکہ قرآن حکیم تو خود اِن کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ در حقیقت اِن کا یہ کہنا کہ ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا' یہ بھی غلط ہے۔ اگر اِن کا اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی پر بھی واقعی ایمان ہوتا تو قتلِ انبیاء کے مرتکب نہ ہوتے۔ اِن سے پوچھیے کہ چلو! اِس نبی کو تو تم نہیں مانتے' لیکن اگر پہلے نبیوں اور اُن کی وحی پر بھی تم واقعی ایمان رکھنے والے ہو تو اِس سے قبل انبیاء کو کیوں قتل کرتے رہے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام اور اُن کی وحی پر بھی تم سچے دل سے ایمان نہیں رکھتے ہو۔

---------☆---------

آیات نمبر 92 و 93:

وَ	لَقَدْ	جَآءَكُمْ	مُّوْسٰى	بِالْبَيِّنٰتِ	
اور	البتہ تحقیق	تمہارے پاس آئے	موسیٰ	کھلی نشانیوں کے ساتھ	
ثُمَّ	اتَّخَذْتُمُ	الْعِجْلَ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	وَ
پھر	تم نے بنا لیا	بچھڑا	سے	اِس کے بعد	اور

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَ اِذْ اَخَذْنَا	
تم ہو ظالم۔ اور جب ہم نے لیا	
مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ	
تم سے عہد اور ہم نے اُٹھایا تمہارے اوپر طور	
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ	
پکڑو اُس کو کہ جو ہم نے تم کو دیا مضبوطی سے اور	
اسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ۘ وَ	
سنو کہنے لگے ہم نے سنا اور نہ مانا اور	
اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ	
پلائی گئی میں اُن کے دلوں بچھڑے (کی محبت) اُن کے کفر کی وجہ سے	
قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ	
تو کہہ بُری چیز ہے کہ تم کو حکم دیتا ہے جس کا تمہارا ایمان	
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝	
اگر تم ہو ایمان والے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور البتہ تحقیق تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے، پھر تم نے اِس کے بعد بچھڑا بنالیا اور تم ظالم ہو۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور ہم نے تمہارے اوپر طور (پہاڑ) اُٹھایا: ''جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑو اور سنو''، کہنے لگے: ''ہم نے سنا اور نہ مانا'' اور اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) پلائی گئی، تو کہہ: ''اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا ایمان تمہیں جس چیز کا حکم دیتا ہے، بہت بُری ہے''۔

تفسیر:

ہم نے سُنا اور نہ مانا:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت بنی اسرائیل کو اُن کی سابقہ روش کی طرف دوبارہ متوجہ فرما رہے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ تو واضح نشانات لائے تھے لیکن تمہاری روش یہ تھی کہ تم نے اُن کی چند دن کی غیر موجودگی میں بچھڑا بنا کر اُس کی عبادت شروع کر دی اور ہم نے تم سے اپنی عبادت کا عہد بھی لیا اور تم پر طور پہاڑ بلند کر کے تم سے تورات کے احکام کو تسلیم کروایا، لیکن تم نے اگرچہ طور پہاڑ کے ڈر سے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم نے سُنا، لیکن تمہارے دلوں میں تب بھی یہی تھا کہ ہم نے سُنا تو ہے، لیکن مانا نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل میں اِن کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بھری ہوئی ہے۔ اے نبی! آپ اِن سے کہیے کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو ذرا اپنے کرتوتوں پر تو نظر کرو، کیا یہ ایمان والوں کے کرتوت ہوا کرتے ہیں؟ تم قتلِ انبیاء کے مرتکب ہوئے، تم حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک کے مرتکب ہو رہے ہو، تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا، کیا یہ سب کام ایمان والوں کے ہیں؟ کیا تمہارا ایمان تمہیں یہی سب سکھلاتا ہے؟

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

حقیقت یہ ہے کہ تم ایمان والے ہی نہیں ہو۔

نوٹ: بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پوجا کرنا اور بنی اسرائیل پر طور پہاڑ اُٹھایا جانا اِس سے قبل آیات نمبر 54 (صفحہ نمبر 104) اور 63 (صفحہ نمبر 118) میں گذر چکا ہے۔ اِن دونوں واقعات کی تفصیل وہاں سے دیکھ لی جائے۔

---------☆---------

آیات نمبر 94 تا 96:

قُلْ	اِنْ	كَانَتْ	لَكُمُ	الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	عِنْدَ
تو کہہ	اگر		تمہارے لئے	گھر آخرت کا	پاس
اللّٰهِ	خَالِصَةً	مِّنْ	دُوْنِ	النَّاسِ	
اللہ کے	خالص	سے	سوا	لوگوں کے	
فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ۝	وَ
تو آرزو کرو	موت کی	اگر	تم ہو	سچے۔	اور
لَنْ	يَّتَمَنَّوْهُ	اَبَدًا	بِمَا	قَدَّمَتْ	
ہرگز نہیں	اُس کی آرزو کریں گے	کبھی بھی	بوجہ اُس کے کہ جو	آگے بھیجا	
اَيْدِيْهِمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ	بِالظّٰلِمِيْنَ ۝	
اُن کے ہاتھوں نے	اور	اللہ	جاننے والا ہے	ظالموں کو۔	
وَ	لَتَجِدَنَّهُمْ	اَحْرَصَ	النَّاسِ	عَلٰى	
اور	تو اِن کو پائے گا	سب سے زیادہ حریص	لوگوں میں سے	پر	
حَيٰوةٍ	وَ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا ۘ	يَوَدُّ
زندگی	اور	سے	اُن لوگوں کہ جنہوں نے	شرک کیا	چاہتا ہے
اَحَدُهُمْ	لَوْ	يُعَمَّرُ	اَلْفَ	سَنَةٍ	وَ مَا
اُن میں سے ہر ایک	کہ	عمر دیا جائے	ہزار	سال	اور نہیں ہے
هُوَ	بِمُزَحْزِحِهٖ	مِنَ	الْعَذَابِ	اَنْ	يُّعَمَّرَ ؕ
یہ	اُس کو بچانے والا	سے	عذاب	یہ کہ	وہ عمر دیا جائے
وَ	اللّٰهُ	بَصِيْرٌۢ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ ۝	
اور	اللہ	دیکھنے والا ہے	اُس کو کہ جو	وہ کرتے ہیں۔	

بامحاورہ ترجمہ:

تو کہہ: ''اگر تمہارے لئے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں دوسرے لوگوں کے سوا خالص ہے تو 'اگر تم سچے ہو تو' موت کی آرزو کرو''۔ اور وہ ہرگز کبھی بھی اُس کی آرزو نہیں کریں گے' بوجہ اُس کے کہ جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور اللہ ظالموں کو جاننے والا ہے۔ اور تو اُن کو زندگی پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حریص پائے گا، اور اُن لوگوں میں سے کہ جنہوں نے شرک کیا' ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ ہزار سال عمر دیا جائے، اور اُس کا عمر دیا جانا' اُسے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں' اللہ اُسے دیکھنے والا ہے۔

تفسیر:

یہود کو مباہلہ کا چیلنج:

رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ نے ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے:

''اگر تم صادق ہو تو آؤ مباہلہ کرو۔ جو کاذب ہوگا' وہ ہلاک ہو جائے گا۔''

یعنی اِس آیت مبارکہ میں یہود کو مباہلہ کا چیلنج کیا گیا تھا کہ آؤ! ہم اور تم دونوں فریق مل کر جھوٹے کے لئے موت کی دُعا کریں' تو جو جھوٹا ہوگا' ہلاک ہو جائے گا۔

یہود بہت بڑھ چڑھ کر دعوے کیا کرتے تھے کہ

﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (2 البقرہ 80)

[ہمیں چند گنے چنے دنوں کے علاوہ آگ نہیں چھوئے گی۔]

﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ (2 البقرہ 111)

[ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا' مگر جو یہودی ہوگا یا نصرانی (عیسائی)۔]

﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ (5 المائدہ 18)

[ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہیں۔]

اللہ ربّ العزت نے ان کے اِن بلند بانگ دعووں کے جواب میں مباہلہ کا چیلنج دیا اور فرمایا کہ ان یہود سے کہیے کہ اگر تم واقعی اپنے دعووں میں سچے ہو اور اگر تم واقعی جنت الاٹ کروا کر بیٹھے ہوئے ہو تو پھر موت سے کیوں ڈرتے ہو؟ تمہیں تو موت کی خواہش ہونی چاہیے کہ جلد از جلد جنت میں پہنچ سکو۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' کیونکہ اگرچہ یہ جنتی ہونے کے دعوے تو بہت کرتے ہیں' لیکن انہیں اپنے کرتوتوں کا اچھی طرح اندازہ ہے اور یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے یہ سب دعوے جھوٹے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ بجائے اِس کے کہ یہ موت کی خواہش کریں' یہ تو اُلٹا اِس دُنیاوی زندگی کے سب سے بڑے حریص ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی اور اِن کی طرح ہر مشرک بھی یہی خواہش رکھتا ہے کہ اُس کی دُنیاوی زندگی بڑی سے بڑی ہو، یہ تو ہزار ہزار سال کی زندگی چاہتے ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اگر اِن کی زندگی واقعی ہزار ہزار سال کی بھی کر دی جائے تو زندگی کا یہ لمبا ہونا انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ ہزار سال کی بھی زندگی ہوگی' تب بھی آخر مرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں پیش تو ہونا ہی ہے ناں۔ یہ جو کچھ کرتوت کرتے ہیں' اللہ اُن سے اچھی طرح باخبر ہے اور یہ کسی طرح اپنے کرتوتوں کو چھپا کر عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکیں گے۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 12:

آیات نمبر 97 تا 99:

قُلْ	مَنْ	كَانَ	عَدُوًّا
تو کہہ	جوکوئی	ہو	دشمن
لِجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى
جبرائیلؑ کا	تو بے شک اُس نے	اِسے اُتارا ہے	پر
قَلْبِكَ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقًا
تیرے دل	ساتھ حکم	اللہ کے	تصدیق کرنے والی ہے
لِّمَا	بَيْنَ	يَدَيْهِ	وَ هُدًى
اُس کی کہ جو	اس سے پہلے ہے		اور ہدایت ہے
وَّ بُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	مَنْ	كَانَ
اور خوشخبری ہے	ایمان والوں کے لئے۔	جوکوئی	ہو
عَدُوًّا	لِّلّٰهِ	وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ	وَ رُسُلِهٖ
دشمن	اللہ کا	اور اُس کے فرشتوں کا	اور
وَ جِبْرِيْلَ	وَ مِيْكٰلَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
جبرائیلؑ کا	اور میکائیلؑ کا	تو بے شک	اللہ
عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝	وَ لَقَدْ	اَنْزَلْنَآ
دشمن ہے	کافروں کا۔	اور البتہ تحقیق	ہم نے نازل کیں
اِلَيْكَ	اٰيٰتٍۢ	بَيِّنٰتٍ	وَ مَا
تیری طرف	آیتیں واضح	اور نہیں	
يَكْفُرُ	بِهَآ	اِلَّا	الْفٰسِقُوْنَ ۝
انکار کرتے	اِن کا	مگر	نافرمان۔

بامحاورہ ترجمہ:

تو کہہ کہ جوکوئی جبرائیلؑ کا دشمن ہو تو بے شک اُس نے اِس (کتاب) کو اللہ کے حکم سے تیرے دل پر اُتارا ہے، اُس کی تصدیق کرنے والی ہے کہ جو اِس سے پہلے ہے اور ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ جوکوئی اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور جبرائیلؑ کا اور میکائیلؑ کا دشمن ہو تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ اور البتہ تحقیق ہم نے تیری طرف واضح آیات نازل کی ہیں، اور صرف نافرمان ہی اِن کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر: جبرائیلؑ سے دشمنی:

یہودِ مدینہ کو جب معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ پر وحی لانے کے لئے حضرت جبرائیلؑ مقرر ہیں تو وہ کہنے لگے کہ جبرائیلؑ تو ہم

یہودیوں کا دشمن فرشتہ ہے: یہ سخت احکام لاتا ہے، عذاب و ہلاکت اور قحط سالی لاتا ہے، جبرائیلؑ نے ہمارے ایک نبی کو اطلاع دی تھی کہ بنوکد نضر (بخت نصر) بیت المقدس کو تباہ کرے گا' ہم نے ایک آدمی کو بابل بھیجا کہ بنوکدنضر کا پہلے ہی خاتمہ کردے' بنوکدنضر اُس وقت ابھی چھوٹی عمر کا ہی تھا' لیکن وہاں جبرائیلؑ نے ہی بنوکدنضر کی حمایت کر کے اُسے بچایا اور پھر اس بنوکدنضر نے بعد میں بیت المقدس تباہ کر دیا' گویا بیت المقدس کی تباہی میں بھی جبرائیلؑ کا دخل تھا۔ ہاں! جبرائیلؑ کی بجائے اگر میکائیلؑ آپ پر وحی لاتا تو ہم مان لیتے۔

اللہ ربّ العزت یہود کا رد کرتے ہوئے واضح فرماتے ہیں کہ ان کی جبرائیلؑ دشمنی اور پھر اس کی آڑ لے کر قرآن حکیم کا انکار بالکل بلاوجہ اور بے معنی ہے۔ اللہ ربّ العزت مختلف شواہد اور دلائل و علتیں ذکر فرماتے ہیں کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہود کی جبرائیلؑ دشمنی اور اس کی آڑ میں اُن کا قرآن حکیم کا انکار بالکل بلاوجہ و بے معنی ہے:

O: حضرت جبرائیلؑ جو پیغام لے کر نازل ہوئے ہیں' یہ اُن کا اپنا پیغام نہیں ہے' بلکہ اللہ ربّ العزت کا پیغام ہے۔ تو اب حضرت جبرائیلؑ سے دشمنی رکھنا اور اس عداوت کی بنا پر اس پیغام کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دینا سراسر حماقت ہے۔

O: قرآن حکیم کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کر رہا' بلکہ یہ تو اُسی دعوت و پیغام کی تائید کر رہا ہے کہ جو دعوت و پیغام تورات نے بھی پیش کیا تو اب جبرائیلؑ دشمنی کو بنیاد بنا کر اس پیغام کو ٹھکرا دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

O: فرمایا کہ یہ قرآن تو کتاب ہدایت ہے تو جو فرشتہ ہدایت اور سیدھی راہ کا پیغام لائے' اُس سے دشمنی رکھنا اور اُس کے لئے ہوئے پیغام کو ٹھکرا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔

O: یہ قرآن صرف ہدایت ہی نہیں ایمان والوں کے لئے خوشخبری بھی ہے۔ تم جبرائیلؑ پر اعتراض کرتے ہو کہ وہ سخت احکام لاتا ہے تو تم پر جو سخت احکام نازل کئے گئے' وہ خود تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے تھے' ورنہ یہ فرشتہ تو خوشخبریاں بھی لاتا ہے تو اس سے عداوت اور اس کے لئے ہوئے پیغام کو ٹھکرانا درست نہیں ہے۔ تم بھی اگر صحیح معنوں میں ایمان والے بنتے اور احکامِ خداوندی کی اطاعت میں حیل و حجت سے کام نہ لیتے تو یہ فرشتہ تمہارے لئے بھی نرم اور خوشخبریوں والے احکامات و پیغامات لے آتا۔

O: اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بادلائل تو سمجھا دیا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ سے دشمنی اور اُس کی آڑ میں قرآن کا انکار کر دینا نہایت غلط روش ہے' لیکن اگر پھر بھی نہیں مانتے ہو تو سن رکھو کہ جو کوئی اللہ سے اور اُس کے فرشتوں سے اور اُس کے رسولوں سے اور حضرت جبرائیلؑ سے اور حضرت میکائیلؑ سے دشمنی و عداوت رکھے تو اللہ بھی ایسے کافروں سے دشمنی رکھتا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو واضح دلائل کے ساتھ بات سمجھا دی ہے اور جو لوگ سچے دل سے توجہ کریں' وہ تو حق قبول کر لیں گے' لیکن جو لوگ نافرمانی کرتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی کو ہی اختیار کریں تو وہ تو اب بھی انکار ہی کریں گے۔

---------☆---------

آیات نمبر 100 و 101:

اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا	نَّبَذَهٗ
کیا	جب بھی	عہد کریں گے	کوئی عہد	اُسے پھینک دے گا
فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا
ایک گروہ	اُن میں سے	بلکہ	اُن میں سے اکثر	نہیں
يُؤْمِنُوْنَ ۝	وَ لَمَّا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ
ایمان لاتے۔	اور جب	اُن کے پاس آیا	رسول	سے

عِنْدِ	اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا	مَعَهُمْ
پاس	اللہ کے	تصدیق کرنے والا	اُس کی کہ جو	اُن کے پاس ہے
نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا
پھینک دیا	ایک گروہ نے	سے	اُن لوگوں کہ جن کو	دی گئی
الْكِتٰبَ	كِتٰبَ	اللّٰهِ	وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ
کتاب	کتاب کو	اللہ کی	پیچھے	اپنی پیٹھ کے
كَاَنَّهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ		
گویا کہ وہ	نہیں	جانتے۔		

بامحاورہ ترجمہ:

کیا جب بھی کوئی عہد کریں گے تو ان میں سے ایک گروہ اُسے پھینک دے گا؟ بلکہ اُن میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔ اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے رسول (ﷺ) آ گیا' اُس کی تصدیق کرنے والا کہ جو اُن کے پاس ہے' تو اُن لوگوں میں سے' کہ جن کو کتاب دی گئی' ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا' گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر:

کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے پھینکنا:

یہود کی ہمیشہ یہی روش رہی کہ اُنہوں انبیاء کرامؑ کی دعوت اور کتب الٰہیہ کے احکام کو ہمیشہ پس پشت ڈالے رکھا اور اُن سے روگردانی کرتے رہے۔ خود موجودہ بائبل میں بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ یوسیاہ کا تورات کے متعلق یہ اقرار موجود ہے کہ

''خداوند کا بڑا غضب ہم پر اِسی سبب سے بھڑکا ہے کہ ہمارے باپ دادا نے اِس کتاب کی باتوں کو نہ سُنا کہ جو کچھ اس میں ہمارے بارے میں لکھا ہے' اُس کے مطابق عمل کرتے۔'' (1۔سلاطین 22:13)

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ یہ اب تک اپنی اِسی سابقہ روش پر قائم ہیں۔ اب جب کہ رحمتِ کونین ﷺ کو ہم نے وہ کتاب دے کر بھیجا ہے کہ جو سابقہ کتب کی تائید کر رہی ہے' تو اب بھی انہوں نہ یہی روش رکھی ہے کہ صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر انکار ہی کئے جاتے ہیں۔

آیات نمبر 102 و 103:

وَ اتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا	الشَّيٰطِيْنُ	
اور پیچھے ہو لئے	اُس کے کہ جو	پڑھتے تھے	شیاطین	
عَلٰى	مُلْكِ	سُلَيْمٰنَ ۚ	وَ مَا	كَفَرَ
پر (میں)	بادشاہت	سلیمانؑ کی	اور نہیں	کفر کیا
سُلَيْمٰنُ	وَ لٰكِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ	كَفَرُوْا	
سلیمانؑ نے	اور لیکن	شیطانوں نے	کفر کیا	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَآ اُنْزِلَ	
سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور جو اُتارا گیا	
عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ	
پر دو فرشتوں بابل میں ہاروت اور	
مَارُوْتَ ؕ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ	
ماروت اور نہیں وہ دونوں سکھلاتے تھے سے (کو) کسی ایک	
حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ	
یہاں تک کہ وہ کہہ لیتے سوائے اِس کے نہیں ہم آزمائش ہیں	
فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا	
پس نہ تم کفر کرو پس وہ سیکھتے اُن دونوں سے	
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ	
جو جدائی ڈالیں اُس سے درمیان آدمی کے اور	
زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ	
اُس کی بیوی کے اور نہیں تھے وہ نقصان پہنچانے والے	
بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ	
اس کے ساتھ سے (کو) کسی ایک مگر ساتھ حکم اللہ کے	
وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا	
اور وہ سیکھتے تھے کہ جو اُن کو نقصان پہنچائے اور نہ	
يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ	
اُن کو نفع پہنچائے اور البتہ تحقیق وہ جان چکے ہیں کہ جس نے	
اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ	
اِس کو خریدا (اختیار کیا) نہیں ہے اُس کے لئے میں آخرت	
مِنْ خَلَاقٍ ۗ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا	
سے کوئی حصہ اور البتہ بُرا ہے کہ جو اُنہوں نے بیچا	
بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا	
اُس کے بدلے اپنے آپ کو اگر وہ ہوتے	
يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ	
جانتے۔ اور اگر یہ کہ وہ ایمان لاتے اور	

اتَّقَوْا	لَمَثُوْبَةٌ	مِّنْ	عِنْدِ	اللّٰهِ
پرہیزگاری اختیار کرتے	البتہ بدلہ پاتے	سے	پاس	اللہ کے
خَيْرٌ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ۝	
اچھا	اگر	وہ ہوتے	جانتے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور وہ اُس کے پیچھے ہو لئے کہ جو شیاطین سلیمانؑ کی بادشاہت میں پڑھتے تھے، اور سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے، اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اُتارا گیا، اور وہ دونوں کسی ایک کو بھی نہیں سکھلاتے تھے' یہاں تک کہ کہہ لیتے: ''بے شک ہم ایک آزمائش ہیں، پس تم کفر نہ کرو''، پس وہ اُن دونوں سے سیکھتے تھے کہ جس کے ساتھ آدمی اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالیں، اور وہ اِس کے ساتھ کسی کا نقصان کر سکنے والے نہیں تھے' مگر اللہ کے حکم کے ساتھ، اور وہ اُن سے سیکھتے تھے کہ جو اُن کو نقصان پہنچائے اور اُن کو نفع نہ پہنچائے، اور البتہ تحقیق وہ جان چکے تھے کہ جس نے اِس کو اختیار کیا اُس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور البتہ بُرا ہے کہ جس کے بدلے اُنہوں نے اپنے آپ کو بیچا، اگر وہ جانتے۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں اچھا بدلہ پاتے، اگر وہ جانتے۔

تفسیر: حضرت سلیمانؑ پر جادو کا الزام:

حضرت سلیمانؑ کے دور میں جادو بہت زیادہ عام ہو گیا۔ شیاطین جنات لوگوں کو جادو سکھلاتے اور اُنہوں نے جادو کے متعلق کئی کتب اور رسائل بھی تیار کئے اور انہیں لوگوں میں عام کرنے لگے۔ حضرت سلیمانؑ کو علم ہوا تو آپؑ نے یہ سب کتب اور رسائل ضبط کر کے انہیں اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد جب وہ نسل بھی ختم ہو چکی تھی کہ جو اِس واقعہ سے باخبر تھی' اِن شیاطین جنات نے لوگوں سے کہا کہ حضرت سلیمانؑ (معاذ اللہ) جادوگر تھے اور اُنہوں نے جادو کے زور سے ہی جن وانس اور چرند و پرند وغیرہ پر حکومت کی تھی۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ حضرت سلیمانؑ کے تخت کی جگہ کھود کر دیکھ لو' حضرت سلیمانؑ کا سارا جادو سامنے آ جائے گا۔ اِس طرح ان کتب کو دوبارہ نکال کر حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بعض کتب کی ابتداء میں تو اِن شیاطین نے حضرت سلیمانؑ اور اُن کے وزیر آصف بن برخیا کی طرف ان کتب کی نسبت کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ

''یہ علم کے ذخیروں میں سے وہ خزانہ ہے' جسے آصف بن برخیا نے بادشاہ سلیمانؑ بن داؤدؑ کے حکم سے لکھا تھا۔''

عہدِ نبوی کے یہود بھی جادو ٹونے کی طرف بہت زیادہ مائل تھے، علاوہ ازیں جادو میں عموماً شرکیہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور خصوصاً غیر اللہ کی پکار کی جاتی ہے اور اِن کتب میں بھی یہ چیز موجود تھی تو حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں یہود نے یہی کتب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیں کہ آپ غیر اللہ کی پکار سے منع کرتے ہیں' لیکن یہ حضرت سلیمانؑ کی کتب ہیں کہ جن میں غیر اللہ کی پکار بھی ثابت ہے۔ اِس سے یہود جادو کے جواز کے علاوہ اپنے مشرکانہ عقائد' مثلاً یہ کہ بزرگوں کو مشکلات میں پکارنا چاہیے وغیرہ' کے حق میں دلیل بنا رہے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کے ردّ میں حضرت سلیمانؑ کی جادو سے برأت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ جادو کفر ہے اور یہ کفر حضرت سلیمانؑ نے نہیں کیا تھا' بلکہ شیاطین اِس کفر کے مرتکب ہوئے تھے۔

شیاطین سے یہاں پر شیاطین الجن بھی مراد ہیں اور شیاطین الانس بھی' کیونکہ اِس کفر کی ابتداء جن شیطانوں نے کی تھی لیکن اِس کی نشر و اشاعت میں انسان شیطانوں نے بھی کردار ادا کیا تھا اور وہ بھی اِس میں شریک ہوئے تھے۔

ہاروت و ماروت:

یہود نے اللہ ربّ العزت کے پیغام توحید کو پسِ پشت ڈال کر حضرت سلیمانؑ سے منسوب جادو کے علاوہ ہاروت و ماروت کے جادو کی بھی پیروی شروع کر دی تھی۔ اللہ ربّ العزت نے واضح فرمایا کہ بابل میں اُتارے جانے والے دو فرشتے ہاروت و ماروت تو صرف ایک آزمائش کے طور پر بھیجے گئے تھے اور وہ تو کسی کو بھی یہ تنبیہ کئے بغیر نہیں سکھلاتے تھے کہ ہم ایک آزمائش ہیں' تم کفر کی راہ اختیار نہ کرو۔ لوگ اِس کے باوجود اُن سے میاں بیوی میں تفریق پیدا کرنے کے جادو سیکھتے۔ لوگ اُن سے ایسی چیز سیکھ رہے تھے کہ جو اُن کے لئے نفع بخش نہیں تھی' بلکہ نقصان دہ تھی۔

اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کتاب اور پیغام توحید کو چھوڑ کر سحر و جادو کی پوتھیوں کے پیچھے لگ جانے والے یہ لوگ اچھی طرح جانتے بھی ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اگر یہ حقیقت جانیں اور حقیقت کی طرف توجہ دیں تو جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا ہے یعنی اپنی آخرت کو برباد کر لیا ہے' وہ بہت بُری چیز ہے۔ کاش اِن کو خبر ہوتی کہ اگر یہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں اِس کا اچھا بدلہ پاتے۔

نوٹ: ہاروت و ماروت کے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان "قصۂ ہاروت و ماروت" (صفحہ نمبر 295)۔

رکوع نمبر 13:

آیات نمبر 104 و 105:

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَقُوْلُوْا	رَاعِنَا
اے	لوگو کہ جو	ایمان لائے ہو	نہ تم کہو	راعنا
وَ قُوْلُوا	انْظُرْنَا	وَ اسْمَعُوْا ؕ	وَ	
اور کہو	انظرنا	اور سنو	اور	
لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ۝	مَا يَوَدُّ	
کافروں کے لئے ہے	عذاب	دردناک۔	نہیں چاہتے	
الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَ
وہ لوگ کہ جنہوں نے	کفر کیا	سے	اہلِ کتاب	اور
لَا	الْمُشْرِكِيْنَ	اَنْ	يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ
نہ ہی	مشرکین	یہ کہ	نازل کی جائے	تم پر
مِّنْ	خَيْرٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ ؕ	وَ اللّٰهُ
سے	کوئی بھلائی	سے	تمہارے ربّ	اور اللہ
يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَ
خاص کرتا ہے	اپنی رحمت کے ساتھ	جسے	چاہتا ہے	اور

اللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ	الْعَظِيْمِ ۝
اللہ	فضل والا ہے	بڑے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اے ایمان والو! تم راعنا (ہماری رعایت کیجئے) نہ کہو اور انظرنا (ہماری طرف نظر کیجئے) کہو اور سنو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہل کتاب میں سے وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا' وہ نہیں چاہتے اور نہ ہی مشرکین کہ تم پر تمہارے ربّ کی طرف سے کوئی بھلائی نازل کی جائے، اور اللہ جسے چاہتا ہے' اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر: راعنا کی بجائے انظرنا:

لفظ "راعنا" (ہماری رعایت کیجئے) اور لفظ "انظرنا" (ہماری طرف نظر کیجئے) معنوی اعتبار سے تقریباً ایک ہی ہیں کہ یہ دونوں لفظ کسی کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے رفاعہ بن زید یہودی نے رحمتِ کونین ﷺ کی محفل میں "راعنا" کا لفظ استعمال کرنا شروع کیا۔ مسلمان بھی اس لفظ میں کوئی حرج خیال نہ کرتے ہوئے اسے استعمال کرنے لگے۔ "راعنا" کا لفظ یہود کی زبان میں بطور گالی استعمال کیا جاتا تھا۔ مسلمان اس چیز سے واقف نہیں تھے۔ جب یہ لفظ مسلمان بھی عام استعمال کرنے لگے تو یہود اپنی محفلوں میں ہنسی اڑاتے کہ پہلے تو ہم چھپ کر گالیاں دیا کرتے تھے اب سامنے بیٹھ کر گالی دینے کا طریقہ ہاتھ آ گیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ یہود کی زبان سے واقف تھے۔ انہوں نے جب یہود کی زبان سے یہ لفظ سنا تو ان کے اندر کی خباثت پہچان گئے۔ انہوں نے یہود سے کہا کہ اگر میں نے آئندہ تم میں سے کسی کی زبان سے نبی ﷺ کے لئے یہ لفظ سنا تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ یہود کہنے لگے کہ خود تم مسلمان بھی تو یہ لفظ استعمال کرتے ہو۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو "راعنا" کا لفظ ترک کر کے اس کی جگہ "انظرنا" کا لفظ استعمال کرنے کا حکم فرما دیا گیا۔

لفظ "راعنا" کے استعمال میں بعض اوقات ایک اور خرابی یہود یہ کیا کرتے کہ اس لفظ کو زبان دبا کر "راعینا" کر کے بولتے۔ "راعینا" کا معنی ہمارا چرواہا ہے۔ اس طرح وہ حضور اکرم ﷺ سے ہنسی کرتے۔ لفظ "راعنا" کہنے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ یہ لفظ موہم شرک تھا۔

اہل کتاب و مشرکین کا حسد:

اللہ ربّ العزت اہل کتاب اور مشرکین کے حسد و بغض کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یہ چیز کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہو' لیکن نفع و نقصان پہنچانا ان کے اختیار میں نہیں ہے' یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کس پر رحمت کی جانی چاہیے اور کس پر نہیں۔

---------☆---------

آیات نمبر 106 و 107:

مَا	نَنْسَخْ	مِنْ	اٰيَةٍ	اَوْ نُنْسِهَا
جو	ہم منسوخ کرتے ہیں	سے	کوئی آیت	یا ہم اُسے بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ	بِخَيْرٍ	مِّنْهَآ	اَوْ مِثْلِهَا ؕ	
ہم لے آتے ہیں	بہتر	اُس سے	یا اُس کی مثل	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
کیا نہیں	تو جانتا	یہ کہ	اللہ	اوپر	ہر	چیز کے
قَدِيْرٌ ۝	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	
قادر ہے۔	کیا نہیں	تو جانتا	یہ کہ	اللہ	اُس کے لئے ہے	
مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	وَ	مَا	
بادشاہت	آسمانوں کی		اور زمین کی	اور	نہیں ہے	
لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّ
تمہارے لئے	سے	علاوہ	اللہ کے	سے	کوئی حمایتی	اور
لَا	نَصِيْرٍ ۝					
نہ ہی	کوئی مددگار۔					

بامحاورہ ترجمہ:

جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا ہم اُسے بھلا دیتے ہیں تو ہم اُس سے بہتر یا اُس کی مثل لے آتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار۔

تفسیر: نسخ:

قرآن حکیم میں بعض اوقات کسی حکم کو منسوخ کر کے اُس کی جگہ دوسرا حکم آ جاتا۔ یہود اِس چیز سے یہ شبہ پیدا کرتے کہ کیا اللہ کو پہلے اسے علم نہیں تھا کہ کونسا حکم مناسب ہے' پہلے ہی اس حکم کو ذکر کر دیا جاتا۔ اِس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر ہم کوئی آیت منسوخ کریں' یا بھلا دیں تو اُس کی جگہ اُس سے بہتر یا اُس جیسی لے آتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اِس سلسلہ میں بہت خوبصورت بحث کی ہے۔ ذیل میں ہم اُن کی تفسیر ''معارف القرآن'' سے اُن کی بحث کا کچھ حصہ نقل کر رہے ہیں:

> ''دُنیا کی حکومتوں اور اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور و معروف ہے' لیکن انسانوں کے احکام میں نسخ کبھی اِس لئے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے ایک حکم جاری کر دیا' بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو حکم بدل دیا، کبھی اِس لئے ہوتا ہے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا' اُس وقت کے حالات کے مناسب تھا اور آگے آنے والے واقعات و حالات کا اندازہ نہ تھا' جب حالات بدلے تو حکم بھی بدلنا پڑا۔ یہ دونوں صورتیں احکام خداوندی میں نہیں ہو سکتیں۔
>
> ایک تیسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ حکم دینے والے کو اوّل ہی سے یہ بھی معلوم تھا کہ حالات بدلیں گے اور اُس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا' دوسرا حکم دینا ہوگا۔ یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دے دیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی قرارداد سابق کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اِس کی مثال ایسی ہے کہ مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو روز اِس دوا کے استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدلے گا' اُس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن ایک دوا تجویز کرتا ہے' جو اُس دن کے مناسب ہے، دو دن کے بعد

حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔

ماہر حکیم، ڈاکٹر یہ بھی کر سکتا ہے کہ پہلے ہی دن پورے علاج کا نظام لکھ کر دے دے کہ دو روز تک یہ دوا استعمال کرو، پھر تین روز فلاں دوا، پھر ایک ہفتہ فلاں دوا' لیکن یہ مریض کی طبیعت پر بے وجہ کا ایک بار بھی ڈالنا ہے، اِس میں غلط فہمی کی وجہ سے عملی خلل کا بھی خطرہ ہے' اِس لئے وہ پہلے ہی سے سب تفصیلات نہیں بتلاتا۔

اللہ جل شانہٗ کے احکام میں اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔"

نسخ اور انساء کا فرق:

آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دو چیزیں ارشاد فرمائیں ہیں: ایک یہ کہ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ﴾ [جو کوئی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں] اور دوسری یہ کہ ﴿اَوْ نُنْسِهَا﴾ [یا ہم اُسے بھلا دیتے ہیں]۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ دونوں کا فرق یوں بیان کرتے ہیں:

"نسخ سے مراد یہ ہے کہ آیت کا حکم اُٹھ جائے' لیکن اُس کی تلاوت باقی رہ جائے اور انساء سے مراد یہ ہے کہ حکم اور تلاوت دونوں اُٹھ جائیں۔"

اللہ کی بادشاہت:

نسخ کا ذکر فرمانے کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور آسمان و زمین پر اُسی کی حکومت و بادشاہت ہے۔ وہ حاکمِ مطلق ہے' جس وقت چاہے جو حکم دے اور جب چاہے کسی حکم میں تبدیلی کر دے۔ کسی کو اختیار نہیں ہے کہ اُس کے کاموں پر اعتراض کر سکے۔ اعتراض کرنے والو! خیال کرو کہ اگر اُس کی پکڑ آ گئی تو تمہارا کوئی حمایتی یا مددگار بھی نہیں ہوگا۔

دُنیا میں بظاہر تو ہمیں کئی بادشاہ اور حکمران نظر آتے ہیں' لیکن ان کی بادشاہتوں اور اللہ کی بادشاہت میں فرق ہے:

- دُنیا والوں کی بادشاہتیں اُن کی ذاتی نہیں ہیں' بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہیں' جبکہ اللہ کی بادشاہت ذاتی ہے۔
- دُنیا والوں کی بادشاہتیں محدود ہیں' جبکہ اللہ رب العزت کی بادشاہت لامحدود ہے۔
- دُنیا والوں کی بادشاہتیں عارضی اور غیر مستقل ہیں' جبکہ اللہ رب العزت کی بادشاہت دائمی اور مستقل ہے۔
- دُنیا والوں کی بادشاہتیں محدود اختیارات والی ہیں' جبکہ اللہ رب العزت کی بادشاہت لامحدود اختیارات والی ہے۔

---------☆---------

آیات نمبر 108 تا 110:

اَمْ	تُرِيْدُوْنَ	اَنْ	تَسْـَٔلُوْا	رَسُوْلَكُمْ
کیا	تم چاہتے ہو	یہ کہ	تم بھی سوال کرو	اپنے رسول سے
كَمَا	سُئِلَ	مُوْسٰى	مِنْ	قَبْلُ ؕ	وَ	مَنْ
جیسا کہ	سوال کئے گئے	موسیٰ	سے	پہلے	اور	جو کوئی
يُّبَدِّلِ	الْكُفْرَ	بِالْاِيْمَانِ	فَقَدْ
بدلے میں لے	کفر	ایمان کے	تحقیق

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ	
وہ بھٹک گیا سیدھی راہ سے۔ چاہتے ہیں بہت سے	
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ	
سے اہلِ کتاب کہ تم کو لوٹا دیں سے بعد	
اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ	
تمہارے ایمان لانے کے کافر بنا کر حسد سے سے پاس	
اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ	
اپنے جی سے بعد جو ظاہر ہو چکا	
لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا	
اُن کے لئے حق پس معاف کردو اور درگزر کرو	
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ	
یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم بے شک اللہ	
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَ اَقِيْمُوا	
اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ اور قائم کرو	
الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَ مَا تُقَدِّمُوْا	
نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور جو کچھ تم آگے بھیجو گے	
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ	
اپنے لئے سے کوئی بھلائی اُسے پالو گے پاس	
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	
اللہ کے بے شک اللہ ساتھ جو تم کرتے ہو	
بَصِيْرٌ ۝	
دیکھنے والا ہے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

کیا تم چاہتے ہو کہ جس طرح اس سے پہلے موسیٰؑ سے سوال کیے گئے، تم بھی اپنے رسول (ﷺ) سے سوال کرو، اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر لے تو وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔ اہلِ کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں کافر بنا کر لوٹا دیں، اُن پر حق واضح ہو جانے کے بعد بھی صرف اپنے جی کے حسد کی وجہ سے، پس تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور جو کچھ تم اپنے لئے بھلائی آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے ہاں پالو

گے، بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھنے والا ہے۔

تفسیر: رسول اللہ ﷺ سے سوالات و مطالبات:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت رسول اللہ ﷺ سے فضول سوالات و مطالبات کرنے سے منع فرما رہے ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے فضول سوالات اور مطالبات کئے اِس طرح آپؐ سے نہ کئے جائیں۔ مفسرین کرامؒ نے اِس کے شانِ نزول سے متعلق بہت سی باتیں ذکر کی ہیں جن میں سے چند ایک ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

O: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نافع بن حریملہ اور وہب بن زید نے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے آسمان سے ایک کتاب لے آیئے اور ہمارے لئے دریا بہا دیجئے ہم ایمان لے آئیں گے اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

O: ابو العالیہؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ہمارے گناہوں کے کفارے بھی بنی اسرائیل کے کفاروں کی طرح مقرر ہوتے تو بہتر تھا اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

O: مجاہدؒ سے روایت ہے کہ قریش نے احد پہاڑ کو سونے کا بنانے کا مطالبہ کیا تھا اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

O: مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ نے سدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اہلِ عرب نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے لے آئیں، ہم اُسے کھلم کھلا دیکھ لیں اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

O: شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے تفسیر [illegible] اور نیشا [illegible] کے حوالہ [illegible] کیا ہے کہ مشرکینِ مکہ "ذات انواط" نامی ایک درخت کو مقدس مانتے تھے اور اُس کی پوجا کرتے تھے۔ مسلما [illegible] نے بھی [illegible] یہ کیا کہ آپ [illegible] رے لئے بھی ایک ایسا ہی درخت مقرر فرما دیں کہ جس کی ہم عبادت کریں اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ سے اِس قسم کے مطالبہ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حضرت شیخ القرآنؒ نے اِس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں بہت سے یہودی منافق بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر داخل ہو چکے تھے یہ مطالبہ انہی منافق یہود نے مسلمانوں میں شرک داخل کرنے کے لئے کیا تھا۔

بہر حال آیت کے نزول کا پس منظر کچھ بھی ہو اِس میں اِس چیز سے منع فرمایا گیا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے فضول سوالات و مطالبات کئے اِس طرح آپؐ سے فضول سوالات و مطالبات نہ کئے جائیں۔

ایمان کے بعد کفر:

اللہ رب العزت اہل کتاب کے متعلق مسلمانوں کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب تمہیں ایمان کے بعد کفر میں لوٹانا چاہتے ہیں ان کے ہتھکنڈوں سے محتاط رہنا۔ بعض مفسرین نے یہاں اہل کتاب سے صرف علماءِ یہود مراد لئے ہیں لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ اِس سے یہود و نصاریٰ دونوں مراد سمجھے جائیں کیونکہ یہود کی طرح نصاریٰ کی سرگرمیاں بھی ہمیشہ یہی رہی ہیں۔ دورِ حاضر میں خاص طور پر عیسائی مشنریوں کی اِس سلسلہ میں کوششیں بطورِ مثال ذکر کی جا سکتی ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب حق کو پہچان چکے ہیں اور انہیں اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں لیکن اِس کے باوجود اِن کی یہ کوششیں صرف ضد و عناد اور حسد کی وجہ سے ہیں۔ ی خواہش تھی کہ آخری نبی اِن کی برادری بنی اسرائیل میں سے آئے لیکن نبی آخر الزمان ﷺ اِن کی خواہشات کے برعکس بنی اسماعیل ے مبعوث ہو گئے یہی حسد انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دے رہا اور یہ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔

اہل کتاب سے عفو و درگزر اور پھر جہاد:

اِس مقام پر اللہ رب العزت نے اہل کتاب سے عفو و درگزر کا حکم فرمایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی اشارہ فرما دیا کہ اِن کے متعلق بعد میں مزید حکم نازل ہو گا اور پھر اُس پر عمل کرنا ہو گا۔ یہاں پر عفو و درگزر کا حکم اُس وقت کے حالات کا تقاضا تھا۔ بعد میں اللہ رب العزت نے اِس

وعدہ کو پورا فرمایا اور اہل کتاب سے بھی قتال و جہاد کا حکم نازل ہوا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (التوبہ 29)

[اُن لوگوں میں سے کہ جن کو کتاب دی گئی جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور جو دین حق کو قبول نہیں کرتے قتال کرو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دے دیں۔]

خود رحمت کونین ﷺ نے یہود کے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ سے بھی جہاد کیا اور پھر یہود کی مزید سرکوبی کے لئے خیبر کا بھی رُخ فرمایا اور نصاریٰ کے مقابلہ میں بھی تبوک تک کا سفر فرمایا۔

اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ:

اہلِ ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اہل کتاب کے ہتھکنڈوں سے متاثر نہ ہونا اور فی الوقت اِن سے درگزر کرتے ہوئے تم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں جائے گی جو کچھ تم نیکی و بھلائی کے کام کرو گے اللہ کے ہاں اُن کا اجر پالو گے۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ اللہ سے مخفی نہیں ہے بلکہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور وہ تمہارے اعمال کی جزا تمہیں ضرور دے گا۔

آیات نمبر 111 و 112:

وَ	قَالُوْا	لَنْ	يَّدْخُلَ	الْجَنَّةَ	اِلَّا	مَنْ
اور	کہتے ہیں	ہرگز نہیں	داخل ہوگا	جنت میں	مگر	جو
كَانَ	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تِلْكَ	اَمَانِيُّهُمْ
ہوگا	یہودی	یا	نصرانی	یہ ہیں	اُن کی آرزوئیں
قُلْ	هَاتُوْا	بُرْهَانَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ
تو کہہ	لاؤ	اپنی دلیل	اگر	تم ہو
صٰدِقِيْنَ ۝	بَلٰى	مَنْ	اَسْلَمَ	وَجْهَهٗ
سچے۔	ہاں	جس نے	تابع کر دیا	اپنا چہرہ
لِلّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَلَهٗۤ	اَجْرُهٗ
اللہ کے لئے	اور وہ ہو	نیکی کرنے والا	تو اُس کے لئے ہے	اُس کا اجر
عِنْدَ	رَبِّهٖ	وَلَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ
پاس	اُس کے رب کے	اور نہ ہوگا	کوئی خوف	اُن کو
وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ ۝
اور نہ ہی	وہ	غمگین ہوں گے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور کہتے ہیں: ''ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا' مگر جو یہودی ہوگا یا نصرانی (عیسائی)''، یہ اُن کی آرزوئیں ہیں، تو کہہ: ''اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ''۔ ہاں! جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اُس کے لئے اُس کے ربّ کے پاس اُس کا اجر ہے اور نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

تفسیر: یہود و نصاریٰ کی خوش فہمی:

یہود و نصاریٰ کو یہ خوش فہمی تھی کہ ہم اللہ کی لاڈلی قوم ہیں، ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، ہمارے لئے نجات ہی نجات ہے۔ جنت صرف ہمارے لئے ہی بنائی گئی ہے' ہمارے علاوہ جنت کا کوئی مستحق نہیں ہوگا۔ بلکہ اُنہیں اِس حد تک مان تھا کہ کہتے:

﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ (5 المائدہ 18)

[ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہیں۔]

اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ

﴿لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ (2 البقرہ 80)

[ہمیں چند گنے چنے دنوں کے علاوہ آگ نہیں چھوئے گی۔]

اللہ ربّ العزت اُن کی اِس جھوٹی خوش فہمی کو رد کرتے، ردّ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تمہاری آرزوئیں اور خواہشات یا خوش فہمیاں ہیں۔ تمہارے پاس اِس بات کی کیا دلیل ہے کہ جنت صرف تمہارے لئے ہی بنائی گئی ہے اور تم تو یقینی جنتی ہو اور تمہارے علاوہ کوئی جنت کا مستحق نہیں ہوگا۔

اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے کا معیار یہودی یا عیسائی ہونا نہیں ہے' بلکہ جنت کا مستحق ہونے کے لئے تمہیں اطاعت و فرمانبرداری کو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر تم میں سے کوئی صحیح معنوں میں ایمان قبول کر لیتا ہے اور اپنی خوش فہمیوں سے نکل کر اپنی زندگیوں کے رُخ کو اطاعت و فرمانبرداری کی طرف موڑ لیتا ہے تو تب تو وہ واقعی اپنے ربّ کے ہاں اجر پائے گا اور جنت کا مستحق ہوگا۔ ایسے افراد کے لئے وہاں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 14:

آیت نمبر 113:

وَ قَالَتِ	الْيَهُوْدُ	لَيْسَتِ	النَّصٰرٰى
اور کہا	یہود نے	نہیں ہیں	نصاریٰ
عَلٰى	شَيْءٍ ۖ وَّ قَالَتِ	النَّصٰرٰى	لَيْسَتِ
پر	کسی چیز اور کہا	نصاریٰ نے	نہیں ہیں
الْيَهُوْدُ	عَلٰى	شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ	يَتْلُوْنَ
یہود	پر	کسی چیز اور وہ سب	پڑھتے ہیں

الْكِتٰبَ ؕ	كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	لَا
کتاب	اِسی طرح	کہا	اُن لوگوں نے کہ جو	نہیں
يَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ	قَوْلِهِمْ ۚ	فَاللّٰهُ	يَحْكُمُ
جانتے	مثل	اِن کی بات کے	پس اللہ	فیصلہ کرے گا
بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كَانُوْا
اُن کے درمیان	دن	قیامت کے	اُس میں کہ جو	وہ تھے
فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ۝			
اُس میں	اختلاف کرتے۔			

بامحاورہ ترجمہ:

اور یہود نے کہا: ''نصاریٰ (عیسائی) کسی چیز پر نہیں''، اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے کہا: ''یہود کسی چیز پر نہیں''، اور وہ سب کتاب پڑھتے ہیں، اِسی طرح اُن لوگوں نے بھی کہ جو جانتے نہیں اِن کی بات کے مثل ہی کہا، پس اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان اُس چیز کے متعلق فیصلہ کرے گا کہ جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر: یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے اندرونی اختلافات:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اللہ ربّ العزت یہ واضح فرما رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرک اقوام اگرچہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد نظر آئیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِن کی صفوں میں اتفاق نہیں ہے۔ یہ تو ایک دوسرے پر الزامات رکھتے ہیں۔ اِن میں سے ہر ایک خود کو حق پر سمجھتا ہے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو باطل پر خیال کرتا ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ دو گروہ تو اہلِ علم سمجھے جاتے ہیں، لیکن اِن کے علاوہ جاہل مشرکین بھی اِس الزام تراشی میں پیچھے نہیں ہیں۔ وہ بھی ایسی ہی باتیں کرتے ہیں کہ صرف ہم حق پر ہیں اور باقی سب باطل پر ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ قیامت کے روز اِن کے اِس اختلاف کا فیصلہ فرمائے گا اور واضح فرمائے گا کہ اِن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ کہ ہم حق پر ہیں، یہ کس حد تک سچا ہے۔

آیات نمبر 114 و 115:

وَ	مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	مَّنَعَ	مَسٰجِدَ
اور	کون	بڑا ظالم ہے	اُس سے کہ جو	منع کرے	مسجدوں سے
اللّٰهِ	اَنْ	يُّذْكَرَ	فِيْهَا	اسْمُهٗ	وَ
اللہ کی	کہ	ذکر کیا جائے	اُن میں	اُس کا نام	اور
سَعٰى	فِيْ	خَرَابِهَا ؕ	اُولٰٓئِكَ	مَا	كَانَ
کوشش کی	میں	اُن کی خرابی	وہی ہیں کہ	نہیں	ہے
لَهُمْ	اَنْ	يَّدْخُلُوْهَآ	اِلَّا	خَآئِفِيْنَ ؕ	
اُن کے لئے	یہ کہ	اُس میں داخل ہوں	مگر	ڈرتے ہوئے	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ	وَ لَهُمْ
اُن کے لئے ہے	میں دُنیا	رسوائی	اور اُن کے لئے ہے
فِي الْآخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ ۝	وَ لِلّٰهِ
میں آخرت	عذاب	بڑا۔	اور اللہ ہی کے لئے ہیں
الْمَشْرِقُ	وَ الْمَغْرِبُ ۚ	فَأَيْنَمَا	تُوَلُّوا
مشرق	اور مغرب	پس جہاں کہیں	تم منہ پھیرو
فَثَمَّ	وَجْهُ	اللّٰهِ ؕ	إِنَّ اللّٰهَ
تو وہاں ہی	توجہ ہے	اللہ کی	بے شک اللہ ہے
وَاسِعٌ	عَلِيمٌ ۝		
وسعت والا	جاننے والا۔		

بامحاورہ ترجمہ:

اور اُس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جو اللہ کی مسجدوں میں اُس کا نام لینے سے منع کرے اور اُن کی خرابی میں کوشش کرے، ایسے لوگوں کے یہ لائق نہیں کہ وہ اُن میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، اُن کے لئے دُنیا میں بھی رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں، پس جہاں کہیں بھی تم منہ پھیرو تو وہاں ہی اللہ کی توجہ ہوگی، بے شک اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

تفسیر: اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنا:

اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ جو شخص اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکے اُس سے بڑا ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بعض مفسرین نے اِس کا مصداق نصاریٰ کو قرار دیا ہے کہ اُنہوں نے یہود کو بیت المقدس سے روکا، بعض نے مشرکین مکہ کو اِس کا مصداق بنایا کہ اُنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو بیت اللہ سے روکا، لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ اِس کا مصداق عام رکھا جائے کہ کوئی بھی کسی بھی انداز میں اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے کا باعث بنے، تو وہ بڑا ظالم ہے۔

اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے اور ان کی خرابی کے اقدامات کرنے کا ایک انداز تو یہ ہے کہ واضح طور پر عبادت میں رکاوٹ پیدا کی جائے، جیسا کہ بعض ایسے علاقوں میں کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کی مذہبی عبادات پر پابندیاں عائد کرتی ہے۔ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے اور خرابی پیدا کرنے کا ایک دوسرا انداز یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی توحید سے غافل کر کے اُنہیں شرک میں مبتلا کر دیا جائے یا اُنہیں قرآن وسنت کے دروس اور اِن کی تعلیم سے ہٹا کر قصے کہانیوں میں اُلجھا دیا جائے، جیسا کہ بعض نافہم مولوی صرف اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے لوگوں کو نئی نئی بدعات اور مشرکانہ رسومات میں اُلجھا کر اصل دین اور اللہ کی توحید سے غافل کر دیتے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اِن کرتوتوں کی بجائے اللہ سے ڈرتے ہوئے مساجد میں داخل ہونا اور خود بھی سچے دین کی اطاعت کرنا اور اللہ کی عبادت کی طرف مائل ہونا چاہیئے، لیکن یہ لوگ اِس کے برعکس کر رہے ہیں، تو اِن کا انجام یہ ہے کہ اِن کے لئے دُنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے اور آخرت میں بھی اِن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

ہر جگہ سے اللہ کی عبادت:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اگر دشمنانِ اسلام تمہیں مساجد میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکیں اور تمہارے مساجد میں آنے میں رکاوٹ بنیں تو تمہیں پریشان ہو کر عبادت چھوڑ کر نہیں بیٹھ رہنا چاہیے' بلکہ تمہیں یہ خیال کرنا چاہیے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہیں۔ تم مساجد میں جانے سے قاصر ہو جاؤ تو اللہ کی وسیع سرزمین میں جہاں کہیں بھی تم قبلہ رو ہو کر اللہ کی عبادت کا اہتمام کرو گے' اللہ کی توجہ حاصل کر لو گے۔ اللہ کی حکومت اور رحمت بہت وسیع ہے' اُس نے عبادات کے معاملہ میں کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی کہ تم یہاں عبادت کرو اور یہاں عبادت نہ کرو اور وہ سب کچھ جاننے والا بھی ہے' ایسا نہیں ہے کہ تم مساجد کے علاوہ کہیں عبادت میں مشغول ہو گے تو اُسے خبر نہیں ہو گی اور تمہاری عبادت رائیگاں جائے گی' بلکہ وہ تو سب کچھ جاننے والا ہے' تم جہاں کہیں بھی اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گے' وہ اپنی وسیع رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو گا

---------☆---------

آیات نمبر 116 و 117:

وَ قَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ
اور کہنے لگے	بنالیا	اللہ نے	بیٹا	وہ اس سے پاک ہے
بَلْ لَّهٗ	مَا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَ
بلکہ اُسی کے لئے ہے	جو کچھ ہے	میں	آسمانوں	اور
الْاَرْضِ ؕ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ۝۱۱۶	بَدِیْعُ
زمین	سب	اُسی کے	تابعدار ہیں۔	نئے سرے سے بنانے والا ہے
السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضِ ؕ	وَ اِذَا	قَضٰۤی	اَمْرًا
آسمانوں کو	اور زمین کو	اور جب	وہ فیصلہ کر لیتا ہے	کسی کام کا
فَاِنَّمَا	یَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَیَكُوْنُ ۝۱۱۷
تو سوائے اِس کے نہیں کہ	وہ کہتا ہے	اُس سے	ہو جا	پس وہ ہو جاتا ہے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور کہتے ہیں: ''اللہ نے بیٹا بنالیا''، وہ اِس سے پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے' سب اُسی کے لئے ہے، سب اُسی کے تابعدار ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کو نئے سرے سے بنانے والا ہے، اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بے شک وہ کہتا ہے: ''ہو جا''، پس وہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر: اتخاذِ ولد:

یہود حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے، نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے اور مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے:

﴿وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۟ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ﴾ (9)

(پارہ 30)

[اور یہود نے کہا: "عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے" اور نصاریٰ نے کہا: "مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے"۔]

﴿وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ﴾ (16 النحل 57)

[اور وہ (مشرکینِ عرب) اللہ کے لئے بیٹیاں بناتے ہیں۔]

اللہ رب العزت نے یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب کی اِن خرافات کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اولاد وغیرہ سے پاک ہے۔

یہاں پر یہ خیال رہے کہ ایک ہے "کسی کا بیٹا ہونا" اور ایک ہے "کسی کا بیٹا بنایا جانا"۔ بیٹا ہونے اور بیٹا بنائے جانے میں فرق ہوتا ہے۔ بیٹا ہونے سے مراد حقیقی بیٹا ہونا ہوتا ہے اور بیٹا بنائے جانے کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک یہ کہ کسی کی اپنی اولاد نہ ہو اور وہ کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا لے اور دوسری یہ کہ دوسرے کے بیٹے کو براہِ راست اپنائے تو نہیں' لیکن اُس کے ساتھ محبت کا ایسا تعلق رکھے کہ اُسے اپنی سگی اولاد کی طرح سمجھے، اِس صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی کی اپنی اولاد نہ ہو۔

حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اِسی تیسرے مفہوم میں قرار دیا گیا تھا۔ حقیقی بیٹا بھی قرار نہیں دیا گیا تھا اور یہ بھی خیال نہیں کیا گیا تھا کہ اللہ نے اپنی اولاد نہ ہو سکنے کی وجہ سے اِن کو اپنی اولاد بنا لیا ہے۔ گویا مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ کا اِن ہستیوں کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ اللہ کے برگزیدہ اور قریبی ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں' اللہ اِن کی بات کبھی نہیں ٹالتا' اِس لئے ہمیں اِن کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ یہی چیز اِن لوگوں کے شرک کی بنیاد تھی۔

اللہ رب العزت اتخاذِ ولد کے اِس غلط عقیدہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے' سب اُسی کا ہے۔ اُس کی حیثیت مالک کی ہے اور باقی سب کی حیثیت مملوک کی ہے۔ اُس کی حیثیت خالق کی ہے اور باقی سب کی حیثیت مخلوق کی ہے۔ کسی کی حیثیت اُس کی اولاد کی نہیں ہے۔

کن فیکون کی قدرت:

اللہ رب العزت اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ تو آسمان و زمین تک کا خالق ہے۔ کوئی کام اُس کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ وہ جب چاہے، جو چاہے' کر سکتا ہے اور کر لیتا ہے۔ وہ تو جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ﴿كُنْ﴾ [ہو جا] کہتا ہے اور وہ کام اُسی وقت ہو جاتا ہے۔

---------☆---------

آیات نمبر 118 تا 121:

وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	لَوْ	لَا
اور	کہا	اُن لوگوں نے کہ جو	نہیں	جانتے		کیوں نہیں
يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	اَوْ	تَاْتِيْنَا	اٰيَةٌ		
ہم سے بات کرتا	اللہ	یا	ہماری پاس آتی	کوئی نشانی		
كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ		
اِسی طرح	کہا	اُنہوں نے کہ جو	سے	اِن کے پہلے		
مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ			
مثل	اِن کی بات کے	مل جل گئے		ان کے دل		

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

لَقَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ	
تحقیق ہم نے بیان کردی ہیں نشانیاں ایسی قوم کے لئے کہ جو	
يُّوْقِنُوْنَ ۝١١٨ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ	
یقین رکھتے ہیں۔ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا ہے حق کے ساتھ	
بَشِيْرًا ۙ وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ	
خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا اور نہیں تجھ سے پوچھا جائے گا	
عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝١١٩ وَ لَنْ تَرْضٰى	
متعلق جہنم والوں کے۔ اور ہرگز نہیں راضی ہوں گے	
عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى	
تجھ سے یہودی اور نہ ہی نصرانی یہاں تک کہ	
تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ	
تو پیروی کرے اُن کے دین کی تو کہہ بے شک ہدایت اللہ کی	
هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ	
وہی ہے صحیح ہدایت اور اگر تو نے پیروی کی ۔ اُن کی خواہشات کی	
بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ	
بعد اس کے کہ جو تیرے پاس آگیا سے علم	
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ	
نہیں ہوگا تیرے لئے سے اللہ سے کوئی حمایتی اور	
لَا نَصِيْرٍ ۝١٢٠ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ	
نہ ہی کوئی مددگار۔ وہ لوگ کہ جو ہم نے اُن کو دی کتاب	
يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ	
وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ حق ہے اس کی تلاوت کا وہی ہیں کہ جو	
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ	
ایمان رکھتے ہیں اس پر اور جو انکار کرے اس کا	
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝١٢١	
تو وہی لوگ ہیں وہ نقصان والے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور وہ لوگ کہ جو جانتے نہیں' کہتے ہیں: ''اللہ ہم سے کیوں بات نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' اسی طرح اُن لوگوں نے کہ جو اِن سے پہلے تھے' اِن کی بات کی مثل کہا، ان کے دل مل جل گئے، تحقیق ہم نے ایسی قوم کے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں کہ جو یقین رکھتے ہیں۔ بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور تجھ سے جہنم والوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ اور یہودی تجھ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے اور نہ ہی نصرانی (عیسائی)' یہاں تک کہ تو اُن کے دین کی پیروی کرے، تو کہہ: ''اللہ کی ہدایت ہی صحیح ہدایت ہے''، اور اگر تو نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد اُن کی خواہشات کی پیروی کی تو تیرے لئے اللہ سے نہ ہی کوئی حمایتی ہوگا اور نہ ہی مددگار۔ وہ لوگ کہ جنہیں ہم نے کتاب دی' وہ اِس کی تلاوت ایسے کرتے ہیں کہ جیسے اس کی تلاوت کا حق ہے' وہی لوگ ہیں کہ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو وہی لوگ نقصان والے ہیں۔

تفسیر: ربّ سے ہمکلامی کا مطالبہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رافع بن حریملہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:

''اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اللہ کی طرف سے رسول ہیں' جیسا کہ آپ کہتے ہیں' تو اللہ سے کہیے کہ وہ ہم سے بات کرے' یہاں تک کہ ہم اُس کا کلام سُنیں۔''

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رافع بن حریملہ کے اِس گستاخانہ مطالبہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس میں بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ یہ اللہ سے ہمکلامی یا کسی بڑے نشان کا مطالبہ کرتے ہیں' اِن سے پہلے یہود نے بھی اِسی طرح کے مطالبات کئے تھے' اِن کے دل آپس میں مل جل گئے ہیں۔ یہود کے اِس قسم کے مطالبہ کا بھی خود قرآن حکیم نے ذکر فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (2 البقرہ 55)

[اور جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں گے ہرگز ایمان نہیں لائیں گے''۔]

اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے گستاخانہ مطالبات کرنے والوں کو تو قبولِ حق کی توفیق آسانی سے نصیب نہیں ہوا کرتی' البتہ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں' اُن کی دلجمعی اور قلبی اطمینان کے لئے ہم نے کافی نشانات بیان کئے ہیں۔

آقا ﷺ بشیر و نذیر:

حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ بشیر خوشخبری دینے والے کو اور نذیر ڈر سُنانے والے کو کہتے ہیں۔ گویا یہاں آپؐ کی ذمہ داری کا تعین فرما دیا کہ آپ کا کام کسی کو زبردستی ایمان میں داخل کرنا نہیں ہے' بلکہ آپ قبولِ ایمان سے ملنے والے انعامات کی خوشخبری دیتے جائیے اور کفر پر ڈٹے رہنے سے ہونے والے عذاب کا ڈر سُناتے رہیے' آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اگر کوئی آپ کی بات کو نہیں مانتا اور جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے تو اُس کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوگی۔ آپ اپنا بشارت و نذارت والا فریضہ کماحقہٗ انجام دے دیجئے' پھر بھی اگر کوئی تسلیم نہ کر کے جہنم کا ایندھن بن جائے تو آپ سے اُس کے متعلق پوچھ نہیں ہوگی۔

یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی:

اللہ ربّ العزت حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے۔ اِن کی تو یہ ہی خواہش ہے کہ آپ اپنا دین چھوڑ کر یہودی یا نصرانی ہو جائیں۔ یہ تو اِسی صورت میں راضی ہو سکتے ہیں۔ اے نبی (ﷺ)! آپ اِن کو دوٹوک کہہ دیجئے کہ مجھے جو اللہ کی طرف سے ہدایت حاصل ہوئی ہے' وہی درست اور صحیح ہے اور مجھے تمہارا دین قبول کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

آگے اللہ ربّ العزت ایک سخت تنبیہ فرماتے ہیں کہ اے نبی (ﷺ)! اگر آپ اِن یہود و نصاریٰ کی خواہشات کے پیچھے چلیں

گے تو آپ کو اللہ کی پکڑ سے بچانے کے لئے آپ کا کوئی حمایتی یا مددگار نہیں پہنچ سکے گا۔ امت محمدیہ کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اگر یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرنے پر ہمارے آقا و مولیٰ اور مرشد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اس قدر سخت تنبیہ ہو سکتی ہے تو کیا یہ تنبیہ ہمارے لئے نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔ کیا اگر ہم یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو ہم اللہ کی پکڑ سے محفوظ رہ سکیں گے؟ ہرگز نہیں رہ سکیں گے۔ تو پھر ہمیں اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم دانستہ یا نادانستہ کسی معاملے میں یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ گئے ہوں۔ اگر کہیں کسی معاملہ میں ایسا ہے تو ہمیں فوراً اس سے باز آ جانا چاہیے۔

کتاب پر ایمان اور کتاب کا انکار:

اللہ رب العزت یہود میں سے ایمان لانے والوں مثلاً حضرت عبداللہؓ بن سلام، حضرت ابن صوریاؓ، حضرت ابن یامینؓ وغیرہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح معنوں میں تلاوت کرنے والے اور کتاب کے تقاضے پورے کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ کتاب میں تحریف نہیں کرتے، بلکہ کتاب پر عمل کرتے ہیں۔

﴿يُؤْمِنُونَ بِهٖ﴾ کی ضمیر کے مرجع میں مفسرین نے مختلف باتیں ذکر کی ہیں:

O: ضمیر کا مرجع اُن کی اپنی کتاب یعنی تورات ہے اور مفہوم یہ ہے کہ تورات کی تلاوت کا حق ادا کرنے والے یہ لوگ تورات پر صحیح معنوں میں ایمان رکھتے ہیں۔

O: ضمیر کا مرجع حضور اکرم ﷺ ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ تورات کی تلاوت کا حق ادا کرنے والے یہ لوگ حضور اکرم ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے تورات میں نبی آخر الزمان کی نشانیوں کو دیکھا اور اُن نشانیوں کو حضور اکرم ﷺ پر منطبق ہوتے دیکھا، تو انہوں نے آپ پر ایمان قبول کر لیا۔

O: ضمیر کا مرجع اللہ کی ہدایت یعنی حضور اکرم ﷺ کا لایا ہوا پیغام ہے اور مفہوم یہ ہے کہ تورات کی تلاوت کا حق ادا کرنے والے یہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان رکھتے ہیں۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 15:

آیات نمبر 122 و 123:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ
اے بنی اسرائیل	یاد کرو	میرے احسان	کہ جو
اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَ اَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ
میں نے انعام کیے	تم پر	اور یہ کہ میں نے	تم کو فضیلت دی
عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ۝	وَ اتَّقُوْا	يَوْمًا لَّا
پر	جہانوں۔	اور ڈرو	اُس دن سے کہ نہ
تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ	نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا
کام آئے گا	کوئی نفس	سے (کے)	کسی نفس کچھ بھی اور نہ
يُقْبَلُ	مِنْهَا	عَدْلٌ	وَّ لَا تَنْفَعُهَا
قبول کیا جائے گا	اُس کی طرف سے	کوئی بدلہ	اور نہ اُس کو کام آئے گی

شَفَاعَةٌ	وَّ لَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ ۝	
کوئی سفارش	اور نہ ہی	اُن کی	مدد کی جائے گی۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اے بنی اسرائیل! میرے احسان یاد کرو کہ جو میں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی۔ اور اُس دن سے ڈرو کہ جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور نہ اُس کی طرف سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ اُس کو کوئی سفارش کام آئے گی اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر: بنی اسرائیل پر احسان وانعام:

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے ﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ﴾ فرمایا گیا ہے کہ "میرے احسان یاد کرو"۔ یہاں لفظ "نعمت" سے کوئی خاص احسان مراد نہیں ہے' بلکہ یہاں یہ لفظ بطور جنس استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر ہونے والے میرے تمام انعامات و احسانات کو یاد کرو۔

بنی اسرائیل کی جہانوں پر فضیلت:

بنی اسرائیل پر ہونے والے احسانات وانعامات میں سے ایک یہ ہے کہ اُنہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی گئی۔ مفسرین کرام کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ بنی اسرائیل کی فضیلت اپنے مخصوص دور تک کے لئے تھی' ہمیشہ کے لئے نہیں تھی۔ رحمت کونین ﷺ کے مبعوث ہو جانے کے بعد اب افضل ترین امت کا اعزاز امتِ محمدیہ کے پاس ہے۔ بنی اسرائیل میں سے بھی جو خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے' وہ دوبارہ اس اعزاز میں شریک ہو جائے گا۔

بنی اسرائیل کی فضیلت کس انداز کی تھی؟ اس کے متعلق مختلف مفسرین نے مختلف چیزیں گنوائی ہیں کہ انبیاء کا سلسلہ اُنہی میں رہا، اُنہیں بادشاہت وحکومت بھی دی گئی، اُن کی مذہبی حیثیت دیگر اقوام کے ہاں بھی مسلم رہی، دیگر اقوام کے دلوں میں اِن کی عزت اور اِن کا تقدس تھا وغیرہ وغیرہ۔

بنی اسرائیل کو یہ افضلیت اور فضیلت کیوں عطاء کی گئی؟ اس سلسلہ میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے ایک منفرد اور خوبصورت بات کہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> "وجہ افضلیت کے لئے ہمیشہ کوئی امتیازی خوبی ہونی چاہیے اور وہ عقیدۂ توحید ہے۔ زمانہ فترت میں صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی' جو مسلکِ توحید کی صدیوں پابند رہی۔"

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ ہادی عالم ﷺ کی بعثت کے وقت تک چونکہ بنی اسرائیل میں بھی کئی قسم کے مشرکانہ عقائد رائج ہو چکے تھے تو ان کی وجہ فضیلت ختم ہو گئی اور اب مسلکِ توحید پر صحیح معنوں میں کاربند چونکہ امتِ محمدیہ تھی تو یہ افضلیت وفضیلت بھی امتِ محمدیہ کو حاصل ہو گئی۔

اُخروی انجام کی تنبیہ:

بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلانے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے اپنی پکڑ کی شدت کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ دُنیا میں عموماً کسی کو حکومتِ وقت کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے عموماً چار حربے استعمال کئے جاتے ہیں' اللہ رب العزت نے ان چاروں کے متعلق فرما دیا کہ میری پکڑ اور میری گرفت سے آزاد کروانے کے لئے اِن میں سے کوئی حربہ بھی استعمال نہیں کیا جا سکے گا:

O: دُنیا میں کسی کو حکومت کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے بعض اوقات ضمانت سے کام لیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے واضح

فرمادیا کہ اُس روز کسی کے لئے کسی کی ضمانت کام نہیں آسکے گی:

﴿يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا﴾ (2 البقرہ 123)

[جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا۔]

O: بعض اوقات رشوت کسی کی آزادی کا ذریعہ بنائی جاتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اِس کے متعلق بھی واضح فرمادیا کہ یہ بھی ممکن نہیں ہوسکے گا:

﴿وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ﴾ (2 البقرہ 123)

[اور نہ اُس کی طرف سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا۔]

O: بعض اوقات سفارش کے ذریعے کسی کو آزاد کروایا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اِس کے متعلق بھی واضح فرمادیا کہ اُس روز سفارش بھی کام نہیں آسکے گی:

﴿وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ (2 البقرہ 123)

[اور نہ اُس کو کوئی سفارش کام آئے گی۔]

O: بعض اوقات جب ضمانت، سفارش اور رشوت سے کام نہ چلے تو کسی کو چھڑوانے کے لئے اُس کے ساتھی جتھہ بندی سے بھی کام لیتے ہیں اور اکٹھے مل کر حملہ کر کے اپنے ساتھی کو چھڑوا لے جاتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ اُس روز کسی کو چھڑوانے کے لئے اُس کا کوئی بھائی بند یا حمایتی بھی اُس کی مدد کو نہیں پہنچ سکے گا:

﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (2 البقرہ 123)

[اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی۔]

آیات نمبر 124 تا 129:

وَ	اِذِ	ابْتَلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ
اور	جب	آزمایا	ابراہیمؑ کو
رَبُّهٗ	بِكَلِمٰتٍ	فَاَتَمَّهُنَّ	قَالَ
اُس کے ربّ نے	کچھ باتوں سے	پس اُس نے اُن کو پورا کردیا	کہا
اِنِّيْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا
بے شک میں	تجھے بنانے والا ہوں	لوگوں کے لئے	امام
قَالَ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِيْ
کہا	اور	سے	میری اولاد
قَالَ	لَا	يَنَالُ	عَهْدِي
کہا	نہیں	پہنچے گا	میرا عہد
الظّٰلِمِيْنَ	وَ	اِذْ	جَعَلْنَا
ظالموں کو۔	اور	جب	ہم نے بنایا
الْبَيْتَ	مَثَابَةً	لِّلنَّاسِ	وَ
اس گھر کو	جمع ہونے کی جگہ	لوگوں کے لئے	اور
اَمْنًا	وَ	اتَّخِذُوْا	
امن کی جگہ	اور	بناؤ	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

مِنْ	مَّقَامِ	اِبْرٰهٖمَ	مُصَلًّى ؕ	وَ
سے (کو)	کھڑے ہونے کی جگہ	ابراہیمؑ کی	نماز کی جگہ	اور
عَهِدْنَآ	اِلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	وَ اِسْمٰعِيْلَ	اَنْ
ہم نے حکم کیا	طرف (کو)	ابراہیمؑ	اور اسماعیلؑ کو	یہ کہ
طَهِّرَا	بَيْتِىَ	لِلطَّآئِفِيْنَ	وَ	
وہ دونوں پاکیزہ کریں	میرے گھر کو	طواف کرنے والوں کے لئے	اور	
الْعٰكِفِيْنَ	وَ الرُّكَّعِ	السُّجُوْدِ ۝١٢٥	وَ	
اعتکاف کرنے والوں کے لئے	اور رکوع	سجدے کرنے والوں کے لئے۔	اور	
اِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ هٰذَا
جب	کہا	ابراہیمؑ نے	اے میرے رب	بنا
بَلَدًا	اٰمِنًا	وَّ ارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ
شہر کو	امن والا	اور رزق دے	اس کے رہنے والوں کو	سے
الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ بِاللّٰهِ	وَ
پھلوں	جو کوئی	ایمان لائے	ان میں سے اللہ پر	اور
الْيَوْمِ	الْاٰخِرِ ؕ	قَالَ	وَ مَنْ	كَفَرَ
دن پر	آخرت کے	کہا	اور جس نے	کفر کیا
فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا	ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗٓ	
تو میں اُس کو بھی نفع پہنچاؤں گا	تھوڑا عرصہ	پھر	میں اُسے مجبور کر لاؤں گا	
اِلٰى	عَذَابِ	النَّارِ ؕ	وَ بِئْسَ	الْمَصِيْرُ ۝١٢٦
طرف	عذاب	آگ کے	اور وہ بُرا ہے	انجام۔
وَ اِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ
اور جب	اُٹھا رہے تھے	ابراہیمؑ	بنیادیں	سے (کی)
الْبَيْتِ	وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ	رَبَّنَا	تَقَبَّلْ	
اُس گھر	اور اسماعیلؑ	اے ہمارے رب	قبول کر	
مِنَّا ؕ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ	
ہماری طرف سے	بے شک تو	تو ہی ہے	سننے والا	
الْعَلِيْمُ ۝١٢٧	رَبَّنَا	وَ اجْعَلْنَا		
جاننے والا۔	اے ہمارے رب	اور ہمیں بنا		

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

مُسْلِمَةً لَّكَ	وَ مِنْ	ذُرِّيَّتِنَآ
فرمانبردار	اپنا	اور سے ہماری اولاد
اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠	وَ	اَرِنَا
ایک جماعت فرمانبردار	اپنی	اور ہم کو دکھلا (بتلا)
مَنَاسِكَنَا	وَ تُبْ	عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ
ہمارے حج کے قواعد	اور توبہ قبول کر	ہماری بے شک تو
اَنْتَ التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ۝١٢٨	رَبَّنَا وَ
تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا	رحم کرنے والا۔	اے ہمارے رب اور
ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	مِّنْهُمْ	يَتْلُوْا
مبعوث کر اُن میں	ایک رسول اُنہی میں سے	کہ جو پڑھے
عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ	وَ يُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ
اُن پر تیری آیتیں	اور اُن کو سکھلائے	کتاب
وَ الْحِكْمَةَ	وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ	اِنَّكَ اَنْتَ
اور حکمت	اور اُن کو پاکیزہ کرے	بے شک تو تو ہی ہے
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٢٩		
زبردست حکمت والا۔		

بامحاورہ ترجمہ:

اور جب ابراہیمؑ کو اُس کے ربّ نے کچھ باتوں سے آزمایا' پس اُس نے اُن کو پورا کر دیا، کہا: "بے شک میں تجھ کو لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں"، کہا: "اور میری اولاد میں سے بھی"، کہا: "میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا"۔ اور جب ہم نے اُس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا، "اور ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بناؤ"، اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک کریں۔ اور جب ابراہیمؑ نے کہا: "اے میرے ربّ! اِس شہر کو امن والا بنا اور اِس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اُنہیں پھلوں سے رزق دے"، کہا: "اور جس نے کفر کیا تو اُس کو بھی میں تھوڑا عرصہ نفع پہنچاؤں گا' پھر میں اُسے آگ کے عذاب کی طرف مجبور کر لاؤں گا اور وہ بُرا انجام ہے"۔ اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اُس گھر (خانہ کعبہ) کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے، "اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر' بے شک تو تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! اور ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اُمت میں سے بھی ایک اپنی فرمانبردار جماعت (بنا)، اور ہم کو ہمارے حج کے قواعد سکھلا اور ہماری توبہ قبول کر' بے شک تو تو ہی توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! ان میں اُنہی میں سے ایک رسول مبعوث کر کہ جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھلائے اور اُن کو پاکیزہ کرے' بے شک تو تو ہی زبردست، حکمت والا ہے"۔

تفسیر: حضرت ابراہیمؑ کی آزمائشیں اور امامت:

آزمائشیں:

حضرت ابراہیمؑ پر بہت سے امتحانات آئے: آپؑ کو آتشِ نمرود میں گرایا گیا، آپؑ کو اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی، بیوی اور بچے کو اللہ کے حکم سے بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑا، اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانا پڑی' حضرت ابراہیمؑ ہر آزمائش اور ہر امتحان میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔

امامت:

حضرت ابراہیمؑ جب تمام آزمائشوں اور امتحانات میں کامیاب ہو گئے تو بطورِ انعام آپؑ کو قیامت تک کے آنے والے لوگوں کا مقتدا و پیشوا بنا دیا گیا۔ آپؑ کے بعد نبوت کا سلسلہ بھی آپؑ کی اولاد میں ہی رکھ دیا گیا۔ آپؑ کے بعد کے تمام انبیاء کرامؑ آپؑ کی اولاد میں سے ہی ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب شرفِ امامت سے نوازا گیا تو آپؑ اپنی آئندہ نسل کے لئے بھی سفارش کرنے لگے کہ یہ امامت والا شرف صرف مجھ تک نہ رہے' بلکہ میرے بعد میری اولاد کو بھی یہ شرف حاصل ہو۔ اللہ رب العزت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ گویا اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے نیک و پرہیزگار افراد کے متعلق آپؑ کی درخواست کو منظور فرما لیا' لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی کہ اے ابراہیمؑ! یہ تو ہم نے مان لیا کہ تمہارے بعد تمہاری اولاد میں سے بھی ہم جس کو چاہیں گے' یہ شرف و امتیاز دیں گے' لیکن تمہاری اولاد میں سے اگر کوئی نافرمان و ظالم ہوا' تو اُس کے لئے یہ وعدہ نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر شرک کو ظلم عظیم فرمایا گیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اگر کوئی شرک میں مبتلا ہو گا تو وہ اس شرف و امتیاز کا ہرگز حقدار نہیں ہو سکے گا:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (31 لقمٰن 13)

[بے شک شرک البتہ بڑا ظلم ہے۔]

امامت سے بعض مفسرین نے مطلق اقتداء و پیشوائی کا امتیاز مراد لیا ہے اور بعض مفسرین نے اس سے خاص منصب نبوت مراد لیا ہے۔ اگر امامت سے مطلق اقتداء و پیشوائی مراد ہو تو یہ تو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہر نیک و پرہیزگار کے لئے ہے اور اگر اس سے مراد منصب نبوت ہے تو ظاہر ہے کہ اس شرف سے تو آپؑ کی اولاد میں سے چند چیدہ و چنیدہ ہستیاں ہی ممتاز ہوئیں اور حضور اکرم ﷺ کی بعثت و نبوت ہو جانے کے بعد اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

بیت اللہ:

بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کو امن کی جگہ فرمایا گیا ہے۔ یہاں ہر قسم کا قتال حرام ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کے لئے اسے جائز قرار دیا گیا تھا' لیکن اُس کے بعد اب ہمیشہ کے لئے حرمت ہے۔ انسانوں سے لڑائی و قتال تو بہت دور کی بات' حدودِ حرم میں تو چرند و پرند کا شکار تک ممنوع قرار دے دیا گیا۔

مقامِ ابراہیم:

مقامِ ابراہیم سے وہ پتھر مراد ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اس مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ مسلمان حج و عمرہ کے دوران اس مقام پر دو نفل ادا کر کے اس ارشادِ ربانی کی تعمیل کرتے ہیں۔

بیت اللہ کی پاکیزگی:

خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آپؑ کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ بھی شریک تھے۔ تعمیر کعبہ کے بعد ان دونوں کو

حکم دیا گیا کہ اِس گھر کو طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔ پاک رکھنے سے اگرچہ بیت اللہ کی ظاہری صفائی و ستھرائی اور پاکیزگی بھی مراد ہے' لیکن اِس کے ساتھ ساتھ بقول حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ:

"تطہیرِ کعبہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اِسے بتوں اور بت پرستی سے پاک رکھیں اور اِس میں خالص اللہ کی عبادت کریں اور اِس میں شرک نہ ہونے دیں۔"

طائفین اور عاکفین سے مراد یہ بھی لی گئی ہے کہ ایسے افراد کہ جو طواف و اعتکاف والی عبادت کریں اور بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ طائفین سے بیرونی افراد مراد ہیں کہ جو باہر سے اِس گھر میں عبادت و ریاضت کے لئے پہنچیں اور عاکفین سے مقامی لوگ مراد ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا:

اللہ ربّ العزت نے حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کی تعمیرِ کعبہ کے ساتھ کی گئی دو دُعاؤں کا ذکر فرمایا ہے: ایک دُعا مادی و دُنیاوی زندگی سے متعلق ہے اور ایک اُخروی و روحانی زندگی سے۔

مادی و دُنیاوی زندگی سے متعلق دُعا:

حضرت ابراہیمؑ کی یہ پہلی دُعا دو حصوں پر مشتمل ہے:

- O: اے باری تعالیٰ! اِس شہر کو امن والا بنا۔
- O: اے الٰہ العٰلمین! اِس شہر کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔

اللہ ربّ العزت نے دُعا کے دونوں حصوں کو قبول فرمایا۔ مکہ شہر ہمیشہ کے لئے جائے امن بھی بن گیا اور ریگستانی علاقہ ہونے اور مقامی طور پر پھلوں کی پیداوار نہ ہونے کے باوجود اللہ نے یہ انتظام فرما دیا کہ دُنیا کے ہر علاقے کے پھل وہاں پہنچتے ہیں اور مکہ میں رہنے والے اُن سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب اللہ ربّ العزت کی طرف سے شرفِ امامت ملتے وقت اپنی اولاد کے متعلق سفارش فرمائی تھی تو جواب میں بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہو گیا تھا کہ

﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (2 البقرہ 124)

["میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا"۔]

حضرت ابراہیمؑ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شاید شرفِ امامت والی اُس روحانی نعمت کی طرح یہ مادی و دُنیاوی نعمتیں بھی صرف نیک لوگوں کے لئے مخصوص ہوں' اِس لئے شہر کو امن والا بنانے اور اِس کے رہنے والوں کے لئے پھلوں کے رزق کی دُعا کے ساتھ ہی تخصیص کرنے لگے کہ

﴿مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (2 البقرہ 126)

[اِس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں۔]

اللہ ربّ العزت نے اِس کے جواب میں وضاحت فرما دی کہ اِس مختصر سی دُنیاوی زندگی کی دُنیاوی نعمتوں سے کفار بھی مستفید ہوں گے' لیکن پھر اُن کا انجام جہنم کا عذاب ہو گا:

﴿وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

(2 البقرہ 126)

["اور جس نے کفر کیا تو اُس کو بھی میں تھوڑا عرصہ نفع پہنچاؤں گا' پھر میں اُسے آگ کے عذاب کی طرف مجبور کر لاؤں گا اور وہ بُرا انجام ہے"۔]

اُخروی وروحانی زندگی سے متعلق دُعا:

حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ نے اُخروی وروحانی زندگی سے متعلق بھی مختلف دُعائیں مانگیں:

O: یااللہ! ہماری اِس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔

یہاں ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم کوئی چھوٹی سی نیکی کر لیتے ہیں اور بہت بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور یہاں اللہ کے دو نبی ہیں اور کام بھی نہایت اعلیٰ کیا ہے، اللہ کے گھر کی تعمیر کی ہے، پھر بھی یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ پتہ نہیں بارگاہِ الٰہی سے شرفِ قبولیت بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ ہمیں بھی اپنی نیکیوں پر شیخی بگھارنے کی بجائے بارگاہِ الٰہی میں دُعا گو رہنا چاہیے کہ اللہ ہمیں خلوصِ دل سے نیکی کی راہ کی طرف مائل ہونے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے۔

O: اے معبودِ حقیقی! ہم دونوں کو اپنا سچا فرمانبردار بنا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ تو پہلے ہی اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے، تو پھر فرمانبردار بننے کی دُعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اِس دُعا سے مراد اُن کا استقامت مانگنا ہے کہ اے اللہ! جس طرح اب ہم تیری اطاعت وفرمانبرداری میں ہیں اور خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں، ہمیں ہمیشہ اِسی پر قائم رکھ۔

O: یارب العٰلمین! ہماری اولاد میں سے بھی ہمیشہ ایک جماعت ایسی ضرور رہے کہ جو تیری فرمانبردار ہو۔

یعنی ہماری اولاد میں بھی ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے کہ جو مسلکِ توحید پر قائم رہے، صرف تیری ہی عبادت کرے، صرف تجھ ہی کو پکارے، توحید کی اشاعت کرے اور شرک سے خود بھی اجتناب کرے اور دوسروں کو بھی اِس سے روکے۔

O: اے خالق ومالک! ہمیں حج کے طریقے سکھلا۔

حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ کی اِس دُعا کو یوں پورا کیا گیا کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر انہیں حج کے مقامات یعنی عرفہ، منیٰ، مزدلفہ وغیرہ سے بھی آگاہ فرمایا اور حج کے مناسک یعنی طواف، سعی، ہدی وغیرہ بھی سکھلائے۔

O: الٰہی! ہماری توبہ قبول فرما۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ لکھتے ہیں:

"یہاں توبہ سے مراد وہ عوام کی توبہ نہیں، جو گناہوں سے ہوتی ہے، بلکہ یہ توبہ خواص الخواص کی ہے، جس کا مقصد درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دُعا والتجا ہوتا ہے۔"

O: یااحکم الحاکمین! ہماری اولاد میں ایک رسول بھیج کہ جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاکیزہ کرے۔

اِس دُعا کا مصداق ہادیٔ عالم رحمتِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد اگرچہ سارے نبی آپؐ کی اولاد میں سے ہی آئے ہیں، لیکن حضور اکرم ﷺ کے علاوہ باقی سب آپؐ کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔ یہاں دُعا میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ شریک ہیں، لہٰذا اِس دُعا کا مصداق صرف آپ ہی ہو سکتے ہیں، کیونکہ دوسرا کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ حضرت اسماعیلؑ کی بھی اولاد ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی صفات:

حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ نے چار خصوصیات کے حامل نبی کی بعثت کی دُعا فرمائی تھی:

1: ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔
2: انہیں کتاب کی تعلیم دے۔
3: انہیں حکمت کی تعلیم دے۔
4: انہیں پاکیزہ کرے۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

تلاوتِ آیات:

آیات کی تلاوت سے مراد یہ ہے کہ انہیں تیری آیات پڑھ کر سُنائے اور بلا کم و کاست آیات کے الفاظ ان تک پہنچائے۔ الفاظ و حروف کی کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو۔

تعلیمِ کتاب:

کتاب سکھلانے سے مراد یہ ہے کہ انہیں کتاب کے الفاظ سمجھائے، الفاظ ادا کرنے کی کیفیت بتلائے، انہیں آیات کے معانی و مطالب اور حقائق و اسرار سے اچھی طرح روشناس کرے۔

تعلیمِ حکمت:

حکمت سکھلانے سے مراد یہ ہے کہ اپنی سنت اور احکامِ شریعت کی وضاحت کرے، اللہ ربّ العزت کے احکام کی تشریح و تفسیر کرے۔

پاکیزہ کرنا:

پاکیزہ کرنے سے مراد ظاہری جسمانی طہارت سکھلانے اور اس کی تلقین کرنے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان سے کفر و شرک کی نجاستوں اور بداعمالیوں و بداخلاقیوں کی آلودگیوں کو زائل کرے۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت اور دُعا کی قبولیت:

حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیلؑ نے جن صفات کا حامل رسول بھیجنے کی دُعا فرمائی تھی وہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ پوری ہوگئی:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرہ 151)

[جیسا کہ ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول (ﷺ) بھیجا کہ جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاکیزہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھلاتا ہے۔]

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 16:

آیات نمبر 130 تا 134:

وَ	مَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ	مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا
اور	کون ہے کہ جو	منہ موڑے	سے	دین	ابراہیمؑ کے	مگر
مَنْ	سَفِهَ	نَفْسَهٗ ؕ	وَ	لَقَدِ		
وہ کہ جس نے	بے وقوف بنایا	اپنے آپ کو		اور البتہ تحقیق		
اصْطَفَيْنٰهُ	فِي	الدُّنْيَا ۚ	وَ	اِنَّهٗ		
ہم نے اُس کو منتخب کرلیا	میں	دُنیا		اور بے شک وہ ہوگا		

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ	
میں آخرت البتہ سے نیکوں۔ جب	
قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ	
کہا اُس سے اُس کے رب نے فرمانبردار ہو جا کہا	
اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ وَصّٰى	
میں فرمانبردار ہوں رب کے لئے جہانوں کے۔ اور وصیت کی	
بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ	
اِسی کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے اے میرے بیٹو	
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ	
بے شک اللہ نے منتخب کیا ہے تمہارے لئے دین	
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ	
پس نہ تم مرو مگر اور (یہ کہ) تم ہو	
مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ	
مسلمان۔ کیا تم تھے موجود جب قریب آئی	
يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا	
یعقوبؑ کے موت جب کہا اپنے بیٹوں سے کس کی	
تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ	
تم عبادت کرو گے سے میرے بعد کہنے لگے ہم عبادت کریں گے	
اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ	
تیرے معبود کی اور معبود کی تیرے آباء و اجداد ابراہیمؑ اور	
اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَ	
اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے جو کہ معبود ہے ایک ہی اور	
نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ	
ہم ہیں اُسی کے فرمانبردار۔ یہ ایک جماعت تھی کہ جو	
قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ	
تحقیق گزر چکی اُن کے لئے ہے جو اُنہوں نے کمایا اور	

لَكُمْ	مَّا	كَسَبْتُمْ	وَلَا
تمہارے لئے ہے	جو	تم نے کمایا	اور نہیں
تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝
تم سے پوچھا جائے گا	اُس کے متعلق کہ جو	وہ تھے	کرتے۔

بامحاورہ ترجمہ:

اور کون ہے کہ جو ابراہیمؑ کے دین سے منہ موڑے مگر وہ کہ جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنایا، اور البتہ تحقیق ہم نے اُسے دُنیا میں منتخب کر لیا اور بے شک وہ آخرت میں بھی البتہ نیکوں میں سے ہوگا۔ جب اُس کے ربّ نے اُسے کہا: ''فرمانبردار ہو جا''، کہا: ''میں جہانوں کے ربّ کا فرمانبردار ہوں''۔ اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو اِسی کی وصیت کی: ''اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے دین منتخب کر لیا ہے پس تم نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو (تم اسلام کی حالت میں ہی مرنا)۔ کیا تم موجود تھے کہ جب موت یعقوبؑ کے قریب آئی جب اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا: ''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟''، کہنے لگے: ''ہم تیرے معبود کی اور تیرے آباء واجداد ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے کہ جو ایک ہی معبود ہے، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں''۔ یہ ایک جماعت تھی کہ جو تحقیق گزر چکی، جو کچھ اُنہوں نے کمایا وہ اُن کے لئے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لئے ہے، اور جو کچھ وہ کرتے تھے تم اُس کے متعلق نہیں پوچھے جاؤ گے (تم سے اُس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا)۔

تفسیر: ابراہیمؑ کے دین سے اعراض:

اللہ ربّ العزت حضرت ابراہیمؑ کی ملت اور آپؑ کے دین وراستے کو چھوڑ دینے والے اور اُن کے دین وراستے کو چھوڑ کر شرک کی راہ اختیار کر لینے والے کے متعلق فرما رہے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا راستہ اور دین تو کوئی بے وقوف ہی چھوڑ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا دین اور راستہ دینِ توحید ہے تو جو دینِ توحید کو چھوڑ کر شرک کی راہ اختیار کرلے وہ بہت بڑی بے وقوفی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ساتھ ہی اللہ فرماتے ہیں کہ دینِ توحید پر قائم رہنے کی وجہ سے ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو دُنیا میں بھی چُن لیا تھا اور آپؑ کا شمار آخرت میں بھی نیک افراد میں کیا جائے گا تو ایسے چنیدہ اور صالح آدمی کی روش کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لینا بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

ابراہیمؑ اور اسلام:

اسلام کا معنی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ اللہ ربّ العزت حضرت ابراہیمؑ کی تعریف فرماتے ہیں کہ ہم نے اُن سے فرمانبردار بننے کا کہا تو اُنہوں نے بغیر کسی چوں وچرا کے فوراً اطاعت وفرمانبرداری کو اختیار کر لیا، بلکہ اُنہوں نے صرف خود ہی اطاعت وفرمانبرداری کو اختیار نہیں کیا، بلکہ اُنہوں نے تو اپنی اولاد کی بھی ایسی تربیت کی کہ وہ بھی اطاعت وفرمانبرداری کی روش پر رہے اور خود حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے پوتے حضرت یعقوبؑ نے آگے اپنی اولاد کو بھی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کئے رہنے کی وصیت فرمائی۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو چُن لیا ہے، تم مرتے دم تک اسلام کو نہ چھوڑنا۔

اسلام کیا ہے؟:

اللہ ربّ العزت حضرت یعقوبؑ اور اُن کے بیٹوں کی زبان سے اسلام کی وضاحت کروا رہے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ اِس سے پہلے یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے پوتے حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اب اِس کی مزید وضاحت کی جا رہی ہے کہ اسلام کیا ہے؟ یہ کیا سکھلاتا ہے؟ اِس کا وہ کونسا درس ہے کہ جس کے متعلق خاص طور پر حضرت ابراہیمؑ اور

حضرت یعقوبؑ اپنی اولاد کو وصیت فرما رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ کی خصوصی وصیت اور تاکید توحید کی تھی۔ آپؑ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کو معبود مانو گے اور کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے چونکہ بچپن سے ہی اپنے باپ دادوں درس توحید ہی سیکھا تھا لہٰذا انہوں نے جواب میں یہی کہا کہ اے ابا جان! ہم آپ کے معبود کی اور اپنے اجداد حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے کہ جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اُسی اللہ کے فرمانبردار رہیں گے۔

یہود نے کہا تھا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی تھی اِس لئے ہم یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ اللہ رب العزت نے اُن کے رد میں ارشاد فرمایا کہ تم وہاں موجود نہیں تھے کہ تمہیں علم ہو انہوں نے تو اپنی اولاد کو اسلام اور اطاعت و فرمانبرداری کی وصیت کی تھی۔

نجات کا مدار اپنے اعمال پر ہے:

یہود کو اپنے آباء و اجداد پر ناز تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم انبیاء کرامؑ کی نسل سے ہیں اگر ہم سے کوئی غلطی، کوتاہی ہو بھی جائے تو ہمیں پرواہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم نیک لوگوں کی اولاد ہیں وہ خود جنت میں جائیں گے تو ہمیں بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اُن کی اِس خوش فہمی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ تو گذر چکے ہیں، انہیں اُن کے اعمال کا اجر ملے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا۔ اُن کے ساتھ نسبت ہونا تمہارے کام نہیں آ سکے گا۔ تم خود جو کرو گے تمہیں اُسی کا بدلہ ملے گا۔ اچھا کرو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور برا کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے۔ تم سے تمہاری اپنی روش کے متعلق سوال ہونا ہے یہ سوال نہیں ہونا کہ تمہارے باپ دادا کون تھے اور کتنے نیک تھے اور وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟ ہر ایک اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

آیات نمبر 135 تا 138:

وَ	قَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا اَوْ	نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ
اور	کہنے لگے	ہو جاؤ	یہودی یا	نصرانی ہدایت پا جاؤ گے
قُلْ	بَلْ	مِلَّةَ	اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا ؕ وَ مَا
تو کہہ	بلکہ	دین	ابراہیمؑ کا	کہ جو یکسو تھا اور نہیں
كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ۝	قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا
وہ تھا	سے	مشرکوں۔	کہو	ہم ایمان لائے
بِاللّٰهِ	وَ مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَ مَآ
اللہ پر	اور اُس پر کہ جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور اُس پر کہ جو
اُنْزِلَ	اِلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	وَ اِسْمٰعِيْلَ	وَ
نازل کیا گیا	طرف	ابراہیمؑ کی	اور اسماعیلؑ کی	اور
اِسْحٰقَ	وَ يَعْقُوْبَ	وَ الْاَسْبَاطِ	وَ مَآ	
اسحاقؑ کی	اور یعقوبؑ کی	اور اُن کی اولاد کی	اور جو	
اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَ عِيْسٰى	وَ مَآ	اُوْتِيَ
دیا گیا	موسیٰؑ کو	اور عیسیٰؑ کو	اور جو	دیا گیا

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ	
دوسرے نبیوں کو سے اُن کے ربّ نہیں ہم فرق کرتے درمیان	
اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ	
کسی ایک کے اُن میں سے اور ہم ہیں اُسی کے	
مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ	
فرمانبردار۔ پس اگر ایمان لائیں اُس کی مثل کہ جو	
اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ	
تم ایمان لائے جیسے تو تحقیق ہدایت پائیں گے اور اگر	
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ	
وہ منہ پھیریں تو سوائے اِس کے نہیں کہ وہ ہیں میں ضد	
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ	
پس تیری طرف سے اُن کو کافی ہوگا اللہ اور وہ ہے سننے والا	
الْعَلِيْمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ	
جاننے والا۔ (ہم نے اپنایا ہے) رنگ اللہ کا اور کون ہے جو	
اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ وَ نَحْنُ	
زیادہ اچھا ہے سے اللہ رنگ میں اور ہم	
لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝	
اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور کہتے ہیں: ''یہودی یا نصرانی (عیسائی) ہو جاؤ' ہدایت پا جاؤ گے''، تو کہہ: ''بلکہ ابراہیمؑ کا دین' کہ جو یکسو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا''۔ کہو: ''ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُس پر کہ جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اُس پر کہ جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اُن کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو اُن کے ربّ کی طرف سے دیا گیا، ہم اُن میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں''۔ پس اگر وہ ایمان لائیں کہ جیسا کہ تم ایمان لائے ہو تو تحقیق وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر اُنہوں نے منہ پھیرا تو بے شک وہ ضد میں ہیں، پس تیری طرف سے اُن کو اللہ کافی ہوگا، اور وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ (ہم نے) اللہ کا رنگ (اپنا لیا) اور رنگ میں اللہ سے زیادہ اچھا کون ہو سکتا ہے، اور ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

تفسیر: انبیاء کا دین:

یہود لوگوں سے کہتے کہ یہودیت اختیار کر لو ہدایت پا لو گے، نصاریٰ کہتے کہ نصرانیت اختیار کر لو ہدایت پا جاؤ گے، اللہ ربّ

العزت دونوں کا رد فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ اور اہلِ اسلام کو تلقین فرما رہے ہیں کہ آپ اِن کے جواب میں کہو کہ ہم یہودیت و نصرانیت کی بجائے حضرت ابراہیمؑ کا دین تو حید اختیار کرتے ہیں کہ جو شرک و بت پرستی کے باطل نظریات سے کنارہ کش تھے اور خالص اللہ ہی کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ اِن سے مزید کہیں کہ سارے انبیاء کرامؑ کی بھی یہی دعوت تھی کہ جسے ہم اپنا رہے ہیں۔ ہمیں بھی اِسی دین پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور اُن کی اولاد سب کا یہی دین تھا، بلکہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کہ جن کی شریعتوں پر عمل کا تم دعویٰ کرتے ہو اور دیگر انبیاء کرامؑ سب کا یہی دین تھا کہ وہ سب توحید پر قائم تھے، ہم بھی اِن انبیاء کرامؑ کے دین پر ہی قائم ہیں۔ ہم تمہاری طرح بعض نبیوں پر ایمان لانے والے اور بعض کا انکار کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ ہم تو سب پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اِسی روش اور اِسی دین پر قائم ہیں کہ ہم اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں اور توحید کے قائل ہیں۔

صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں:

یہود و نصاریٰ یہودیت و نصرانیت کو معیارِ ہدایت قرار دیتے تھے، اللہ ربّ العزت نے اُن کا رد کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ معیارِ ہدایت تو انبیاء کرامؑ کا راستہ ہے۔ پھر اللہ ربّ العزت حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ انبیاء کرامؑ کا راستہ آپ لوگوں نے اپنایا ہے تو یہ یہود و نصاریٰ بھی اگر آپ لوگوں کی طرح ایمان لے آئیں تو یہ ہدایت پا جائیں گے۔ گویا اللہ ربّ العزت انبیاء کرامؑ کے راستے اور صحابہ کرامؓ کے ایمان کو ہدایت اور حق کا معیار فرما رہے ہیں تو جس کا عقیدہ انبیاء کرامؑ کے عقیدے کے مطابق نہ ہوگا یا جس کا ایمان صحابہ کرامؓ کے ایمان جیسا نہ ہوگا تو وہ ہدایت یافتہ کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اب بھی وہ آپ جیسا ایمان لانے سے اعراض کریں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت ڈھیٹ اور ضدی ہیں۔ ساتھ ہی اللہ ربّ العزت حضور اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے نبی! آپ اِن کی مخالفتوں اور اِن کی کثرتِ تعداد کی پرواہ نہ کریں، اللہ آپ کو اِن کے شر سے محفوظ رکھے گا، اللہ آپ کی طرف سے انہیں کافی ہو جائے گا۔ آپ ہر مشکل میں صرف اُسی کو پکاریں وہی ہر ایک کی سننے والا ہے اور وہی سب کے حال کو جاننے والا بھی ہے۔ آپ اُس کو پکاریں گے تو آپ کی پکار رائیگاں نہیں جائے گی۔

اللہ کا رنگ:

اللہ کے رنگ سے مراد دینِ توحید ہے۔ نصاریٰ اپنے بچوں کو اور نصرانیت قبول کرنے والوں کو ایک خاص قسم کے زرد رنگ میں نہلایا کرتے ہیں۔ اِس رسم کو وہ بپتسمہ کہتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت ان کے رد میں اہلِ اسلام سے کہہ رہے ہیں کہ تم ان کے جواب میں کہو کہ ہمیں آپ کے اِس بپتسمہ والے رنگ کی ضرورت نہیں ہے، ہم نے تو اللہ کے رنگ یعنی دینِ توحید کو اپنا لیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے رنگ سے بڑھ کر اور کوئی رنگ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے جو رنگ اپنایا ہے وہ یہی ہے کہ ہم صرف اور صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔

---------☆---------

آیات نمبر 139 تا 141:

قُلْ	اَتُحَآجُّوْنَنَا	فِی	اللّٰهِ	وَ هُوَ
تو کہہ	کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو	میں (متعلق)	اللہ کے	اور وہ ہی
رَبُّنَا	وَ رَبُّكُمْ	وَ لَنَآ		
ہمارا بھی ربّ ہے	اور تمہارا بھی ربّ ہے	اور ہمارے لئے ہیں		

اَعْمَالُنَا	وَ لَكُمْ	اَعْمَالُكُمْ ۚ	وَ نَحْنُ
ہمارے اعمال	اور تمہارے لئے ہیں	تمہارے اعمال	اور ہم ہیں
لَهٗ	مُخْلِصُوْنَ ۝	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ	اِنَّ
اُسی کے لئے	خالص۔	کیا	تم کہتے ہو	بے شک
اِبْرٰهٖمَ	وَ اِسْمٰعِيْلَ	وَ اِسْحٰقَ	وَ يَعْقُوْبَ
ابراہیمؑ	اور اسماعیلؑ	اور اسحاقؑ	اور یعقوبؑ
وَ الْاَسْبَاطَ	كَانُوْا	هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ	قُلْ
اور اُن کی اولاد	تھے	یہودی یا نصرانی	تو کہہ
ءَاَنْتُمْ	اَعْلَمُ	اَمِ اللّٰهُ ؕ	وَ مَنْ	اَظْلَمُ
کیا تم	زیادہ جانتے ہو	یا اللہ	اور کون	بڑا ظالم ہے
مِمَّنْ	كَتَمَ	شَهَادَةً	عِنْدَهٗ	مِنَ
اُس سے کہ جس نے	چھپائی	وہ گواہی	کہ جو اُس کے پاس ہے	سے
اللّٰهِ ؕ	وَ مَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا
اللہ	اور نہیں ہے	اللہ	غافل	اُس سے کہ جو
تَعْمَلُوْنَ ۝	تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ خَلَتْ ۚ
تم کرتے ہو۔	یہ	ایک جماعت تھی کہ جو	تحقیق گزر چکی
لَهَا	مَا كَسَبَتْ	وَ لَكُمْ	مَّا
اُن کے لئے ہے	جو	اُنہوں نے کمایا	اور تمہارے لئے ہے	جو
كَسَبْتُمْ ۚ	وَ لَا	تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّا
تم نے کمایا	اور نہیں	تم سے پوچھا جائے گا	اُس کے متعلق کہ جو
كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝		
وہ تھے	کرتے۔		

بامحاورہ ترجمہ:

تو کہہ: ''کیا تم ہم سے اللہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہو؟ اور (حالانکہ) وہی ہمارا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے، اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، اور ہم اُسی کے لئے خالص ہیں''۔ کیا تم کہتے ہو: ''بے شک ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اُن کی اولاد یہودی یا نصرانی (عیسائی) تھے''، تو کہہ: ''کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ''، اور اُس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جو اُس گواہی کے چھپائے کہ جو اللہ کی طرف سے اُس کے پاس ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔ یہ ایک جماعت تھی کہ جو تحقیق گزر چکی، جو کچھ اُنہوں نے کمایا وہ اُن کے لئے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لئے ہے، اور جو کچھ وہ کرتے

تھے' تم اُس کے متعلق نہیں پوچھے جاؤ گے (تم سے اُس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا)۔

تفسیر: اللہ کے متعلق جھگڑا:

اللہ کے متعلق جھگڑا کرنے سے مراد اللہ کے دین یا اُس کی توحید کے متعلق اور اُس کے تقرب کے متعلق جھگڑا کرنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اِن یہود و نصاریٰ سے کہیے کہ کیا تم ہم سے اللہ کے دین اور اُس کی توحید کے متعلق جھگڑا کرتے ہو کہ اللہ کا سچا دین یہودیت یا نصرانیت ہی ہے اور یہ کہ حضرت عزیرؑ یا حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور یہ کہ تم اللہ کے چہیتے اور محبوب ہو' تمہارے یہ دعوے بے بنیاد ہیں۔ اللہ جس طرح تمہارا رب ہے اُسی طرح ہمارا بھی رب ہے۔ اللہ کی ربوبیت کسی خاص قوم یا کسی خاص نسل کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ تمہیں یہودی یا نصرانی ہونے کی وجہ سے یا حضرت عزیرؑ یا حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دینے کی وجہ سے یا اللہ کے محبوب اور چہیتے ہونے کی وجہ سے نجات مل جائے اور ہم نجات سے محروم ہو جائیں' بلکہ اللہ تو جیسے تمہارا رب ہے ایسے ہی ہمارا بھی رب ہے۔ ہاں! نجات کا مدار اعمال ہیں۔ جیسے کسی کے اعمال ہوں گے' ویسا اُسے اجر مل جائے گا۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں' آگے اللہ خود فیصلہ فرما دے گا کہ کس کے اعمال درست ہیں اور کس کے نہیں۔ ہمارے اعمال کی بنیاد یہ ہے کہ ہم اُسی کے لئے خالص ہیں، صرف اُسی کو معبود مانتے ہیں، صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں، ہم شرک سے اجتناب کرتے ہیں۔

سابقہ انبیاء کرامؑ کا دین:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ اِن یہود و نصاریٰ سے کہیے کہ تم حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور اُن کی اولاد کے یہودی یا نصرانی ہونے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟ کیا تم اُن کے مسلک اور عقیدہ کے متعلق زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے؟ تم نے یہودیت و نصرانیت کی اصل تعلیمات' کہ جو توحید کے مطابق تھیں' کو فراموش کر کے شرکیہ عقائد اپنا لئے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتے ہو کہ اِن سابقہ انبیاء کرامؑ کے عقائد بھی (معاذ اللہ) تمہاری طرح کے ہی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تو عقیدۂ توحید پر قائم تھے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انبیاء کرامؑ کا دین یہ نہیں تھا اور وہ شرک کرنے والے نہیں تھے، تمہارے پاس تورات و انجیل میں ان انبیاء کرامؑ کے توحید پرست ہونے کی شہادت موجود تھی' لیکن تم نے جان بوجھ کر اِس شہادت کو چھپایا۔ تو جو اپنے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی شہادت کو چھپائے' اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔

نجات کا مدار اپنے اعمال پر ہے:

یہود کو اپنے آباء و اجداد پر ناز تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم انبیاء کرامؑ کی نسل سے ہیں' اگر ہم سے کوئی غلطی، کوتاہی ہو بھی جائے تو ہمیں پرواہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم نیک لوگوں کی اولاد ہیں' وہ خود جنت میں جائیں گے تو ہمیں بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اُن کی اِس خوش فہمی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ تو گذر چکے ہیں، اُنہیں اُن کے اعمال کا اجر ملے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا۔ اُن کے ساتھ نسبت ہونا تمہارے کام نہیں آ سکے گا۔ تم خود جو کرو گے' تمہیں اُسی کا بدلہ ملے گا۔ اچھا کرو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور برا کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے۔ تم سے تمہاری اپنی روش کے متعلق سوال ہونا ہے' یہ سوال نہیں ہونا کہ تمہارے باپ دادا کون تھے اور کتنے نیک تھے اور وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں؟ ہر ایک اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 17:

آیات نمبر 142 تا 145:

سَيَقُوْلُ	السُّفَهَآءُ	مِنَ	النَّاسِ	مَا
عنقریب کہیں گے	بے وقوف	سے	لوگوں	کس چیز نے

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

وَلّٰىهُمْ	عَنْ	قِبْلَتِهِمُ	الَّتِيْ	كَانُوْا
ان کو پھیر دیا	سے	ان کے قبلہ	کہ جو	یہ تھے
عَلَيْهَا ؕ	قُلْ	لِّلّٰهِ	الْمَشْرِقُ وَ	
اُس پر	تو کہہ	اللہ ہی کے لئے ہیں	مشرق	اور
الْمَغْرِبُ ؕ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ	اِلٰى
مغرب	وہ ہدایت دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	طرف
صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝	وَ كَذٰلِكَ		
راستے	سیدھے۔	اور اسی طرح		
جَعَلْنٰكُمْ	اُمَّةً	وَّسَطًا	لِّتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ
ہم نے تمہیں کیا	اُمت	معتدل	تاکہ تم ہو جاؤ	گواہ
عَلَى	النَّاسِ	وَ يَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	عَلَيْكُمْ
پر	لوگوں	اور ہو	رسول	تم پر
شَهِيْدًا ؕ	وَ مَا	جَعَلْنَا	الْقِبْلَةَ	الَّتِيْ
گواہ	اور نہیں	ہم نے کیا تھا	وہ قبلہ	کہ جو
كُنْتَ	عَلَيْهَآ	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ
تو تھا	اُس پر	مگر	تاکہ ہم معلوم کریں	کون
يَّتَّبِعُ	الرَّسُوْلَ	مِمَّنْ	يَّنْقَلِبُ	عَلٰى
پیروی کرے گا	رسول کی	اور کون	پھر جائے گا	پر
عَقِبَيْهِ ؕ	وَ اِنْ	كَانَتْ	لَكَبِيْرَةً	اِلَّا
اُلٹے قدموں	اور اگرچہ	یہ ہے	البتہ بھاری	مگر
عَلَى	الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ ؕ	وَ مَا
اوپر	اُن کے کہ جن کو	ہدایت دی	اللہ نے	اور نہیں
كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	اِيْمَانَكُمْ ؕ	اِنَّ
ہے	اللہ	کہ ضائع کرے	تمہارا ایمان	بے شک
اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ۝	قَدْ
اللہ	لوگوں پر	البتہ شفیق ہے	رحم کرنے والا۔	تحقیق
نَرٰى	تَقَلُّبَ	وَجْهِكَ	فِي	
ہم دیکھتے ہیں	بار بار اُٹھنا	تیرے چہرے کا	میں (طرف)	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً	
آسمان کے پس البتہ ہم تجھے پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف	
تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ	
کہ جس پر تو راضی ہے پس پھیر لے اپنا چہرہ طرف	
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ	
مسجد حرام کی اور جہاں کہیں بھی تم ہو	
فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ	
تو پھیر لو اپنے چہروں کو اُس کی طرف اور بے شک وہ لوگ کہ جو	
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ	
دیئے گئے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے	
مِنْ رَّبِّهِمْ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ	
سے اُن کے رب اور نہیں ہے اللہ غافل	
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ لَئِنْ اَتَيْتَ	
اُس سے کہ جو وہ کرتے ہیں۔ اور اگر تو لائے	
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ	
اُن لوگوں کے پاس کے جو دیئے گئے کتاب ہر نشانی	
مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَ مَاۤ اَنْتَ	
نہیں وہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو	
بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَ مَا بَعْضُهُمْ	
ماننے والا ہے اُن کا قبلہ اور نہ اُن کے بعض	
بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ	
ماننے والے ہیں قبلہ بعض کا اور اگر تو نے پیروی کی	
اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ	
اُن کی خواہشات کی سے بعد جو تیرے پاس آ گیا سے	
الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝	
علم بے شک تو ہو گا تب البتہ سے ظالموں۔	

بامحاورہ ترجمہ:

عنقریب لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے: ''اِن کو کس چیز نے اُس قبلہ سے پھیر دیا کہ جس پر یہ تھے''، تو کہہ: ''مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے''۔ اور اِسی طرح ہم نے تمہیں معتدل اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائے، اور نہیں کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا' مگر تا کہ ہم معلوم کریں کہ رسول (ﷺ) کی پیروی کون کرے گا اور اُلٹے قدموں کون پھرے گا، اور اگر چہ یہ (بات) البتہ بھاری ہے' مگر اُن لوگوں پر کہ جن کو اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے، بے شک اللہ لوگوں پر شفیق، رحم کرنے والا ہے۔ تحقیق ہم نے تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھتا دیکھ لیا، پس البتہ ہم تجھے اُس قبلہ کی طرف پھیریں گے کہ جس پر تو راضی ہے، پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے، اور جہاں کہیں بھی تم ہو تو اپنے چہروں کو اُسی کی طرف پھیرو، اور بے شک وہ لوگ کہ جن کو کتاب دی گئی ہے' وہ البتہ جانتے ہیں کہ یہ ہی اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں' اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔ اور اگر تو ان لوگوں کے پاس کہ جن کو کتاب دی گئی' ہر نشانی بھی لے آیا تو یہ تیرے قبلہ کو نہ مانیں گے، اور نہ ہی تو ان کے قبلہ کو ماننے والا ہے، اور نہ ان کے بعض بعض کے قبلہ کو ماننے والے ہیں، اور اگر تو علم آ جانے کے بعد اِن کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو تب تو تو البتہ ظالموں میں سے ہوگا۔

تفسیر: تحویلِ قبلہ:

تحویلِ قبلہ کی پیشگی خبر:

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ ..... الخ﴾ تحویلِ قبلہ کے حکم کے بعد نازل ہوئی اور اُنہوں نے لفظ ﴿سَيَقُوْلُ﴾ کا معنیٰ ماضی کے لفظ کے ساتھ کیا ہے' لیکن زیادہ تحقیقی بات یہی ہے کہ یہ آیت تحویلِ قبلہ کے حکم سے پہلے نازل ہوئی اور یہ ایک پیشگی اطلاع تھی' تا کہ مسلمان اِس کے لئے ذہنی طور پر پہلے سے تیار رہیں۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں ابتداء میں مسلمانوں کے لئے قبلہ بیت المقدس بنایا گیا تھا اور کچھ عرصہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔ یہاں مسلمانوں کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ عنقریب تمہارا قبلہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو بنا دیا جائے گا اور اِس پر بے وقوف لوگوں کی طرف سے آپ لوگوں کو اعتراضات کا سامنا ہوگا۔ بے وقوف لوگوں سے اعتراض کرنے والے تمام افراد مراد ہیں' خواہ وہ یہود میں سے ہوں یا مشرکینِ عرب میں سے اور یا بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لینے والے منافقین میں سے۔

مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں:

مسلمانوں کو تحویلِ قبلہ کی پیشگی اطلاع کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا گیا کہ اِس حکم کے نزول کے ساتھ ہی بے وقوف لوگوں کی طرف سے ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہو جائے گا اور وہ اِس پر اعتراضات کریں گے اور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر اُنہیں اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کریں گے' لیکن تم ثابت قدم رہنا اور تحویلِ قبلہ کے متعلق اُن کے شبہ کے جواب میں کہنا کہ تمام سمتیں اللہ کی ہیں' کسی ایک خاص سمت میں اللہ نے کوئی ایسا تقدس نہیں رکھا کہ صرف اُسی طرف رُخ کرنے سے ثواب ہو۔ اصل میں تو تعمیلِ حکم میں ثواب ہے۔ اللہ جس سمت بھی رُخ کرنے کا حکم دے دے' ہمیں تعمیل کرنا چاہیے۔ جب وہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم دے تو بیت المقدس کی طرف رُخ کرنا ثواب ہوگا اور جب وہ بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دے دے تو بیت اللہ کی طرف رُخ کرنا ثواب ہو جائے گا۔ اللہ جس کو چاہتا ہے صحیح راہ کی راہنمائی کر دیتا ہے۔

نوٹ: تحویلِ قبلہ کے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان ''تحویلِ قبلہ'' (صفحہ نمبر 306)، علاوہ ازیں اِسی باب کے مزید عنوانات ''مؤمن و منافق کی جانچ'' (صفحہ نمبر 213)، ''آقا ﷺ کی پسند کا قبلہ'' (صفحہ نمبر 213)، ''تحویلِ قبلہ کا حکم'' (صفحہ نمبر 214)، ''کیا کعبہ کی طرف رُخ ضروری ہے؟'' (صفحہ نمبر 214)، ''ہر ایک کا اپنا قبلہ'' (صفحہ نمبر 215)، ''قبلہ کی طرف رُخ کرنے

کی تاکید" (صفحہ نمبر 219)، "اہل کتاب و مشرکین کے اعتراضات کا سدِ باب" (صفحہ نمبر 220)۔

امت وسط:

امت وسط کا معنٰی معتدل امت کیا جاتا ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہیں بہترین اور خیر امت بنا دیا ہے، تمہاری حیثیت باقی امتوں سے ممتاز ہے، تم بغیر کسی ٹیڑھ اور کجی کے بالکل صحیح سیدھی راہ پر چلنے والے ہو۔ تمہارا جو قبلہ متعین کیا جا رہا ہے وہ بھی سب سے افضل ہے اور تم خود بھی تمام امتوں سے افضل ہو۔ روزِ محشر تمہیں یہ امتیاز حاصل ہوگا کہ سارے انبیاء کرامؑ کی اُمتیں اپنے انبیاء کرامؑ کے پیغامِ حق پہنچانے کی تکذیب کر رہی ہوں گی اور کہہ رہی ہوں گی کہ ہمیں تو کسی نے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی ہی نہیں کی، اُس وقت تم انبیاء کرامؑ کی طرف سے گواہی کے لئے پیش ہو گے اور یہ گواہی دو گے کہ انبیاء کرامؑ نے اپنی امتوں کی طرف پیغامِ حق واقعی پہنچایا تھا، یہ انکار کرنے والے جھوٹے ہیں۔ وہ اُمتیں اعتراض کریں گی کی یہ امتِ محمدیہ تو ہمارے دور میں موجود ہی نہیں تھی، یہ ہمارے خلاف اور انبیاء کرامؑ کے حق میں کیسے گواہی دے رہی ہے؟ تو تم کہو گے کہ ہم اگرچہ تمہارے پاس موجود نہیں تھے، لیکن ہمیں تمہارے حالات کی خبر اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی ﷺ نے اور اللہ کی سچی کتاب قرآن حکیم نے دی تھی۔ اِس وقت ہادیٔ عالم ﷺ پیش ہوں گے اور وہ تمہاری توثیق کریں گے اور تمہارے حق میں شہادت دیں گے کہ واقعی انہیں اللہ کی کتاب اور میری تعلیم کے ذریعے اِس حقیقت سے آگاہی ہوئی تھی۔

بعض مفسرین نے آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اِس آیت میں خاص طور پر صحابہ کرامؓ کو خطاب کر کے فرمایا جا رہا ہے کہ میرا پیغمبر ﷺ تم کو میری توحید بتلائے اور سکھلائے اور تم اِس پیغام توحید کو دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ۔

نوٹ: امت وسط کے متعلق تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: اِسی کتاب کے باب نمبر 4 کا عنوان "امت وسط" (صفحہ نمبر 302)۔

کیا نبی ﷺ ہر جگہ موجود ہیں؟:

آیت مبارکہ کے الفاظ ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائے۔] سے بعض لوگوں نے یہ غلط استدلال کیا کہ گواہ تو وہ ہوتا ہے کہ جو اُس کے پاس موجود ہو کہ جس کی گواہی دے رہا ہے تو حضور اکرم ﷺ ساری اُمت کے گواہ تبھی ہو سکتے ہیں کہ جب آپؐ ہر وقت ساری اُمت کے پاس موجود ہوں۔ چنانچہ آپؐ ہر وقت ہر جگہ موجود ہیں۔

اِس استدلال کے جواب میں ہم یہاں صرف اتنا عرض کریں گے کہ ایک تو یہ ہے کہ گواہ کا قریب موجود ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ حضرت یوسفؑ کے معاملہ میں شہادت دینے والے کے متعلق قرآن حکیم نے خود یہ لفظ استعمال فرمائے ہیں کہ

﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا﴾ (12 یوسف 26)

[اور اُس (عورت) کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔]

یہاں اللہ ربّ العزت واضح طور پر اُس شخص کے لئے ﴿شَاهِدٌ﴾ کا لفظ استعمال کر رہے ہیں، لیکن اِس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ یہ شخص حضرت یوسفؑ کے معاملہ کے وقت آپؑ کے قریب موجود نہیں تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اِس طرح حضور اکرم ﷺ کا ہر وقت ہر جگہ موجود ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر تو ساری امتِ محمدیہ کا بھی ہر وقت ہر جگہ موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ حضور اکرم ﷺ کا تو صرف اپنی امت کے پاس موجود ہونا ثابت ہوتا ہے اور امت محمدیہ کے افراد کا تو تمام سابقہ امتوں کے قریب موجود ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہاں ﴿شَهِيدًا﴾ کا لفظ صرف حضور اکرم ﷺ کے لئے ہی استعمال نہیں ہوا، بلکہ پوری امتِ محمدیہ کے لئے بھی ﴿شُهَدَاءَ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے کہ جو اُسی لفظ ﴿شَهِيدًا﴾ کی جمع ہے:

﴿لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (2 البقرہ 143)

[تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔]

مؤمن ومنافق کی جانچ:

اللہ رب العزت تحویلِ قبلہ کی ایک حکمت ذکر فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو یہ قبلہ تبدیل کرنے کا حکم دیا ہے یہ مؤمنین ومنافقین کے امتیاز کے لئے دیا ہے۔ اس حکم کے آجانے سے یہ بات نکھر کر سامنے آجائے گی کہ سچے مؤمن کون ہیں کہ جو بلا چوں وچرا تعمیلِ ارشاد کرتے ہیں اور منافق کون ہیں کہ جن کے لئے یہ تبدیلی اور تحویل شاق ہے اور وہ اس سے قبل تو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے اور اب اعلانیہ طور پر اللہ کے حکم پر اعتراض کر رہے ہیں اور وہ ظاہری لبادہ اُتار کر دوبارہ اپنے پرانے دین میں لوٹ گئے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آجانے پر بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔ یہ درحقیقت پہلے ہی سچے مسلمان نہیں تھے صرف اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔

آقا ﷺ کی پسند کا قبلہ:

اکثر مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ بیت اللہ کی طرف منہ پھیرا جانا چاہتے تھے اور اس کے لئے بار بار اس اُمید کے ساتھ آسمان کی طرف نظریں کیا کرتے تھے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آجائے۔ اسی چیز کو اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ (2 البقرہ 144)

[تحقیق ہم نے تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھتا دیکھ لیا، پس البتہ ہم تجھے اُس قبلہ کی طرف پھیریں گے کہ جس پر تو راضی ہے۔]

بعض مفسرین نے البتہ اس سے یہ مراد لیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس وقت تحویلِ قبلہ نہیں چاہتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ فی الوقت اہل کتاب والا قبلہ ہی ہمارا قبلہ رہے تاکہ اہل کتاب قبلہ کی اس موافقت کی وجہ سے ہی شاید ایمان قبول کر لیں۔ آپ کا بار بار آسمان کی طرف نگاہ کرنا تحویلِ قبلہ کے حکم کے انتظار میں نہیں تھا بلکہ آپ بار بار آسمان کی طرف اس لئے دیکھتے کہ کہیں تحویلِ قبلہ کا حکم فوری آ نہ جائے۔

﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا﴾ کے متعلق ان مفسرین کا کہنا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ [پس البتہ ہم تجھے اُس قبلہ کی طرف پھیریں گے کہ جس پر تو راضی ہوگا۔] گویا یہ مستقبل میں راضی ہونے کی بات ہے۔ البتہ اگر اس کا معنی مستقبل کی بجائے حال والا ہی کرنا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس کی طرف شوق اور خواہش تو ہے لیکن وقتی حالات کے پیشِ نظر ابھی فوری ایسا نہیں چاہتے۔

تحویلِ قبلہ کا حکم:

ابتداء میں صرف پیشین گوئی تھی کہ عنقریب تحویلِ قبلہ کا حکم آنے والا ہے اور اس حکم کے آنے پر بے وقوف لوگ بہت طوفان اُٹھائیں گے پھر حکم دے دیا گیا کہ

﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (2 البقرہ 144)

[پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے، اور جہاں کہیں بھی تم ہو تو اپنے چہروں کو اُسی کی طرف پھیر لو۔]

ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ یہود اگرچہ تحویلِ قبلہ کے اس حکم کی وجہ سے بہت باتیں بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر انہیں اسلام سے متنفر کرنا چاہ رہے ہیں لیکن درحقیقت یہ اپنی سابقہ کتب کی پیشین گوئیوں کی بناء پر اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے دو قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنی ہے۔ جانتے بوجھتے بھی انہوں نے جو انکار کی روش اپنا رکھی ہے اللہ ان کی اس روش سے غافل نہیں ہے اس کے متعلق ان سے پوچھ ہوگی۔

کیا کعبہ کی طرف رُخ ضروری ہے؟:

مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے لیکن آیت مبارکہ میں خانہ کعبہ کی بجائے مسجد حرام کی طرف رُخ پھیرنے کا کہا گیا ہے۔ مفسرین

کرام نے اِس سے استدلال کیا ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا ضروری نہیں ہے صرف کعبہ کی سمت میں رُخ کرنا کافی ہو جائے گا۔ جس جگہ سے کعبہ نظر آ رہا ہو وہاں سے البتہ عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا ہی ضروری ہوگا۔ استاذی مکرم حضرت مولانا سید شبیر احمد کاکاخیل لکھتے ہیں:

"اسلام میں قبلہ خانہ کعبہ کی سمت ہے، یعنی جس طرف خانہ کعبہ واقع ہے اُس سمت کو رُخ کرنا نماز میں فرض ہے۔ اگر نمازی اور خانہ کعبہ کو ملانے والا ایک خط کھینچا جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس خط کے دائیں بائیں 45 درجے تک کی غلطی معاف ہے۔"

حضرت کاکاخیل مزید لکھتے ہیں کہ

"فتویٰ اسی پر ہے: اہلِ مکہ کے لئے عین مسجد حرام کی طرف رُخ کرنا، مسجد حرام میں عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا اور مکہ سے باہر خانہ کعبہ کی سمت نماز میں رُخ کرنا لازمی ہے۔"

ہر ایک کا اپنا قبلہ:

حضور اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی! اگر آپ ان یہود و نصاریٰ سے یہ اُمید رکھیں کہ یہ آپ کے قبلہ کو تسلیم کر لیں گے تو آپ کی یہ اُمید عبث ہے، اگر آپ ان کے پاس ہر قسم کی نشانیاں بھی لے آئیں، تو بھی انہوں نے آپ کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرنا۔ ان دونوں کا تو قبلہ بیت المقدس ہی ہونے کے باوجود آپس میں بھی قبلہ کا اختلاف ہے کہ یہود کا قبلہ صخرہ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ کا رفع روح ہوا تھا، تو اے نبی! جب یہ بیت المقدس کو ہی قبلہ سمجھنے کے باوجود آپس میں بھی قبلہ پر متفق نہیں ہو سکے، تو آپ کا قبلہ یہ کیسے تسلیم کر لیں گے۔

یہود حضور اکرم ﷺ سے کہتے کہ اگر آپ بیت اللہ کی بجائے دوبارہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دے لیں، تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ تو اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کو تسلیم کرنے والے ہیں اور نہ ہی آپ کے قبلہ کو تسلیم کرنے والے ہیں، تو اے نبی! آپ بھی اِن کے قبلہ کو تسلیم نہ کیجئے۔

اہل کتاب کی خواہشات کی پیروی:

حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اے نبی! اگر آپ علم آ جانے کے باوجود اِن اہل کتاب کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ سے یہ توقع رکھنا کہ آپ اہل کتاب کی خواہشات کے تابع ہو جائیں گے، یہ تو ایک امر محال اور ناممکن بات ہے۔ آپ کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد فرمانے کی غرض یہ ہے کہ اِس طرح اہل باطل کی پیروی کی قباحت زیادہ واضح ہو جائے اور اِس طرح سے امت محمدیہ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ خبردار! اگر تم کسی معاملہ میں اہل باطل کی پیروی کرنے لگو تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

آیات نمبر 146 و 147:

اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَعْرِفُوْنَهٗ	كَمَا
وہ لوگ کہ جو	ہم نے اُن کو دی	کتاب	وہ اسے پہچانتے ہیں	کہ جیسے
يَعْرِفُوْنَ	اَبْنَآءَهُمْ ؕ	وَ اِنَّ	فَرِيْقًا	
وہ پہچانتے ہیں	اپنے بیٹوں کو	اور بے شک	ایک گروہ	

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

مِنْهُمْ	لَيَكْتُمُوْنَ	الْحَقَّ	وَهُمْ	
اُن میں سے	البتہ وہ چھپاتے ہیں	حق کو	اور وہ	
يَعْلَمُوْنَ ۝	اَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا
جانتے ہیں۔	حق وہی ہے	جو ہے	تیرے رب	پس ہرگز نہ
تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُمْتَرِيْنَ ۝		
تو ہو	سے	شک کرنے والوں۔		

بامحاورہ ترجمہ:

وہ لوگ کہ جنہیں کتاب دی گئی ہے وہ اِسے ایسے پہچانتے ہیں کہ جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بے شک اُن میں سے ایک گروہ البتہ وہ حق کو چھپاتے ہیں اور (حالانکہ) وہ جانتے ہیں۔ حق وہی ہے کہ جو تیرے رب کی طرف سے ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہو۔

تفسیر: اہل کتاب کا حق پہچانتے ہوئے چھپانا:

مذکورہ بالا آیت میں ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض مفسرین نے رسول اللہ ﷺ کو بنایا ہے اور بعض نے امرِ قبلہ کو۔ مراد یہ ہے کہ اہل کتاب حضور اکرم ﷺ کو یا تحویل قبلہ کے معاملہ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ انہوں نے اپنی سابقہ کتب میں حضور اکرم ﷺ کے نشانات یا تحویل قبلہ کے معاملہ کا مطالعہ کیا ہے اور یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ واقعی اللہ کے آخری نبی ہیں اور نبی آخر الزمان کے متعلق سابقہ الہامی کتب میں جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں وہ سب حضور اکرم ﷺ پر پوری طرح صادق آتی ہیں یا یہ کہ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے دو قبلوں کی طرف رُخ کرنا ہے اس کے باوجود یہ صرف تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ جانتے بوجھتے کتمانِ حق کرنا ان کی عادت ہے۔

---☆---☆---☆---☆---☆---

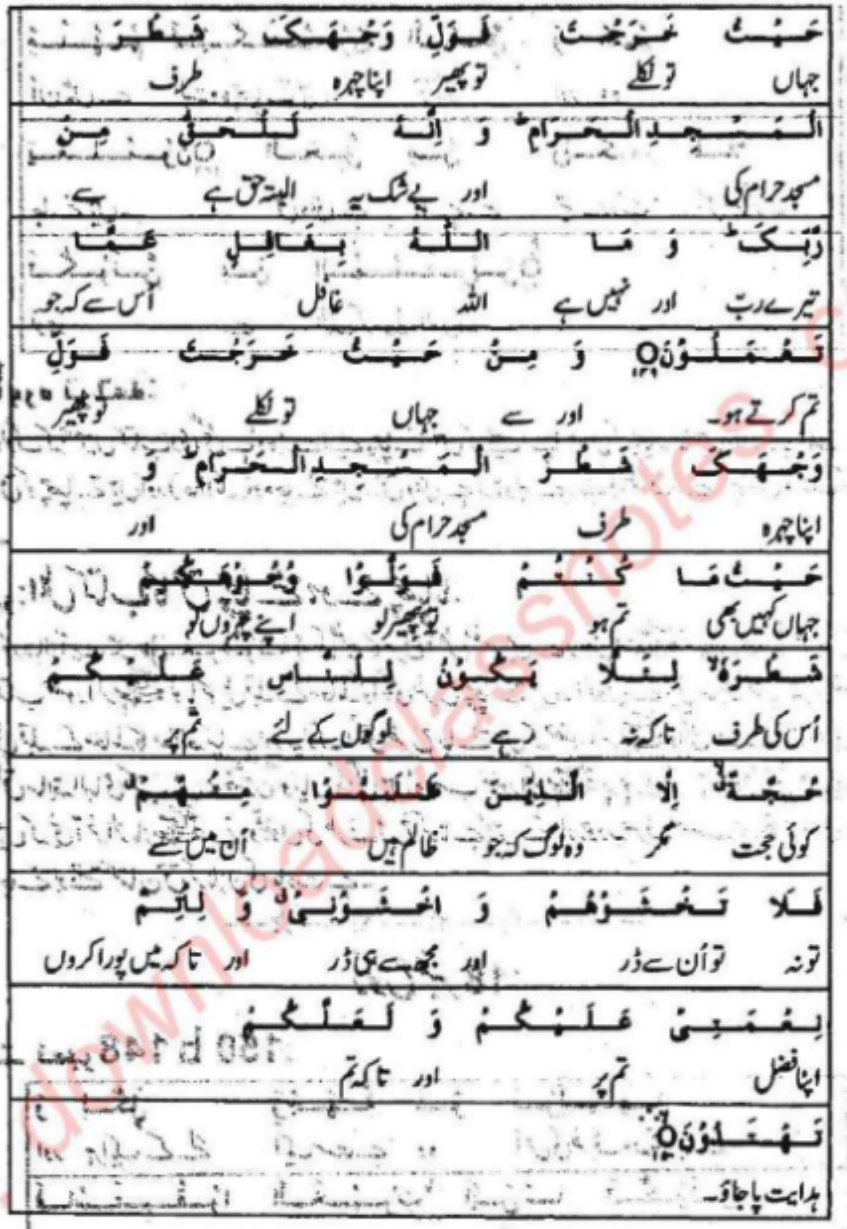
رکوع نمبر 18:

آیات نمبر 148 تا 150:

وَلِكُلٍّ	وِّجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا	
اور ہر ایک کے لئے	ایک سمت ہے	وہ	اُس کی طرف منہ پھیرتا ہے	
فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ ؕ	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا	
پس تم سبقت کرو	نیکیوں میں	جہاں کہیں	تم ہوگے	
يَاْتِ	بِكُمُ	اللّٰهُ	جَمِيْعًا ؕ	اِنَّ
کرلائے گا	تمہیں	اللہ	اکٹھا	بے شک
اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝١٤٨
اللہ	پر	ہر	چیز	قادر ہے۔

وَمِنْ				
اور سے				

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)



حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ
جہاں	تو نکلے	تو پھیر
وَجْهَكَ	شَطْرَ	
اپنا چہرہ	طرف	
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ	وَ	إِنَّهُ
مسجد حرام کی	اور	بے شک یہ
لَلْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ ؕ
البتہ حق ہے	سے	تیرے رب
وَ	مَا	اللّٰهُ
اور	نہیں ہے	اللہ
بِغَافِلٍ	عَمَّا	
غافل	اُس سے کہ جو	
تَعْمَلُوْنَ ۝	وَ	مِنْ
تم کرتے ہو۔	اور	سے
حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ
جہاں	تو نکلے	تو پھیر
وَجْهَكَ	شَطْرَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ
اپنا چہرہ	طرف	مسجد حرام کی
وَ	حَيْثُ	مَا
اور	جہاں	کہیں بھی
كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ
تم ہو	تو پھیر لو	اپنے چہروں کو
شَطْرَهٗ ؕ	لِئَلَّا	يَكُوْنَ
اُس کی طرف	تاکہ نہ	رہے
لِلنَّاسِ	عَلَيْكُمْ	
لوگوں کے لئے	تم پر	
حُجَّةٌ	إِلَّا	الَّذِيْنَ
کوئی حجت	مگر	وہ لوگ کہ جو
ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	
ظالم ہیں	اُن میں سے	
فَلَا	تَخْشَوْهُمْ	وَ
تو نہ	تو اُن سے ڈر	اور
اخْشَوْنِيْ ؗ	وَ	لِأُتِمَّ
اور مجھ سے ہی ڈر	اور	تاکہ میں پورا کروں
نِعْمَتِيْ	عَلَيْكُمْ	وَ
اپنا فضل	تم پر	اور
لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ ۝	
تاکہ تم	ہدایت پاجاؤ۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے کہ جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے، پس تم نیکیوں میں سبقت کرو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے، اللہ تمہیں اکٹھا کر لائے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جہاں سے تو نکلے تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر، اور بے شک یہی البتہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے غافل نہیں ہے۔ اور جہاں سے تو نکلے تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر، اور جہاں کہیں تم ہو تو اپنے چہروں کو اُسی کی طرف پھیرو، تاکہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت نہ رہے، مگر وہ لوگ کہ جو اُن میں سے ظالم ہیں، تو تو اُن سے نہ ڈر اور تو مجھ ہی سے ڈر، اور تاکہ میں تم پر اپنا فضل پورا کروں اور تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

تفسیر: قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی تاکید:

اللہ ربّ العزت مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر مذہب کے افراد کسی نہ کسی قبلہ کی طرف رُخ کرتے ہیں اور سب اسی زعم میں ہوتے ہیں کہ ہم نیکی کر رہے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی شرک میں مبتلا ہے اور اُس نے کسی بت وغیرہ کو بھی اپنا قبلہ بنایا ہوا ہے تو وہ بھی اسی زعم میں ہے کہ میں نیکی کر رہا ہوں۔ تو اے مسلمانو! تم تو اللہ کی عبادت کرنے والے ہو اور صحیح معنوں میں نیکی کی راہ پر ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس راہ پر زیادہ سے زیادہ آگے بڑھو اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کماؤ۔ قیامت کے روز اللہ سب کو اُس کے اعمال کا اجر دینے کے لئے اکٹھا کرے گا اور وہاں تمہیں بھی اپنی نیکیوں کی جزا ملے گی۔ یہ چیز اللہ کے لئے مشکل یا ناممکن نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ ربّ العزت بار بار قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمایا کہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا یہ حکم صرف مدینہ کے لئے خاص نہیں ہے، بلکہ جہاں کہیں بھی تم اب تمہارے لئے کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا تم جہاں کہیں بھی ہو کعبہ کی سمت ہی رُخ کرو۔

اہل کتاب و مشرکین کے اعتراضات کا سدِ باب:

ارشادِ باری تعالیٰ ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ﴾ [تاکہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت نہ رہے، مگر وہ لوگ کہ جو اُن میں سے ظالم ہیں۔] میں تحویلِ قبلہ کی ایک علت و حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر یہ حکم نہ کیا جاتا تو اہل کتاب نے یہ اعتراض کرنا تھا کہ ہم نے سابقہ کتب میں یہ دیکھا ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف رُخ کرے گا اور یہ کہ اُس کا قبلہ کعبہ ہوگا لیکن آپ تو بیت المقدس کی طرف ہی رُخ کر رہے ہیں تو آپ وہ نبی نہیں ہو سکتے کہ جن کے متعلق ہماری کتب میں پیشین گوئیاں ہیں اور مشرکین نے یہ اعتراض کرنا تھا کہ آپ دعویٰ تو ملتِ ابراہیمی کا کرتے ہیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تحویلِ قبلہ کے حکم سے اہل کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کا سدِ باب ہو جائے گا۔ ہاں! البتہ جو ظالم و ڈھیٹ لوگ ہیں تو اُنہوں نے تو کسی نہ کسی انداز میں اعتراض کرنا ہی ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین کے جو کچھ علمی نوعیت کے اعتراضات تھے اُن کا تو سدِ باب ہو چکا ہے، لیکن اب ظالم و ڈھیٹ اور جاہل لوگ الزامی قسم کے اعتراضات کریں گے کہ مثلاً اہل کتاب کہیں گے کہ اپنے آبائی علاقے کی محبت کی وجہ سے کعبہ کو قبلہ قرار دے لیا ہے اور مشرکین کہیں گے کہ اب قبلہ تو ہمارے والا مان ہی لیا ہے، عنقریب ہمارا دین بھی مان لیں گے وغیرہ۔ اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ آپ ان کے ایسے بوگس اعتراضات کی پرواہ نہ کیجئے اور ان کے اعتراضات سے نہ گھبرایئے اور اپنے دل میں صرف اللہ کا ڈر رکھتے ہوئے اللہ کے حکم کے مطابق اب کعبہ کی طرف ہی رُخ کیجئے۔

تکمیلِ نعمت:

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کعبہ کو قبلہ قرار دے کر آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کر رہے ہیں۔ کعبہ کو قبلہ و مرکز بنانے سے آپ کو وہ شرف اور برتری حاصل ہوگی کہ جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور اس کے سبب سے آپ ہمارے انعام و اکرام کے علاوہ ہماری ہدایت کے بھی پورے مستحق ہو جائیں گے۔

---☆---

آیات نمبر 151، 152:

كَمَا	أَرْسَلْنَا	فِيكُمْ	رَسُولًا	مِنْكُمْ
جیسا کہ	ہم نے بھیجا	تم میں	رسول	تمہی میں سے

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

يَتْلُوْا	عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ
کہ جو پڑھتا ہے	تم پر ہماری آیتیں اور تم کو پاکیزہ کرتا ہے
وَ يُعَلِّمُكُمُ	الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ
اور تمہیں سکھلاتا ہے	کتاب اور حکمت اور
يُعَلِّمُكُمْ	مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا
تمہیں سکھلاتا ہے	وہ کہ جو نہیں تھے
تَعْلَمُوْنَ	فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ
تم جانتے۔	پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور
اشْكُرُوْا	لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ
شکر گزار ہو جاؤ	میرے اور نہ میری ناشکری کرو۔

بامحاورہ ترجمہ:

جیسا کہ ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول (ﷺ) بھیجا کہ جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاکیزہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھلاتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھلاتا ہے کہ جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرے شکر گزار ہو جاؤ اور میری ناشکری نہ کرو۔

تفسیر:

حضور اکرم ﷺ کی بعثت:

حضرت ابراہیمؑ نے دُعا فرمائی تھی:

﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ﴾ (2 البقرہ 129)

[اے ہمارے ربّ! ان میں اُنہی میں سے ایک رسول مبعوث کر کہ جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھلائے اور اُن کو پاکیزہ کرے۔]

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دُعا میں چار خصوصیات کے حامل نبی کی بعثت کا سوال کیا تھا:

1: ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ 2: انہیں کتاب کی تعلیم دے۔
3: انہیں حکمت کی تعلیم دے۔ 4: انہیں پاکیزہ کرے۔

یہاں اِس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کی قبولیت کا ذکر فرمایا کہ ہم نے ایسا نبی بھیجا ہے کہ جس میں یہ چاروں صفات پائی جاتی ہیں بلکہ یہاں آپؐ کی ایک پانچویں صفت کا بھی ذکر فرما دیا کہ آپ لوگوں کو تمام امور دین سکھلاتے ہیں کہ جو لوگوں کو معلوم نہ ہوں۔

اللہ کا ذکر و شکر:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ جس طرح میں نے تم پر انعام و اکرام کیا اور تمہیں ہدایت سے نوازا اور تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا

کہ جو تم پر میری آیات کی تلاوت بھی کرتا ہے، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے، تمہارا تزکیہ نفس بھی کرتا ہے اور تمہیں امور دین بھی سکھلاتا ہے تو اب تمہیں بھی چاہیے کہ تم بھی ذکر و شکر کی راہ اختیار کرو۔

اللہ فرماتے ہیں کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ حدیث قدسی ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان کرتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ محفل میں میرا ذکر کرتا ہے، میں اُس سے بہتر محفل میں اُس کا ذکر کرتا ہوں۔"

دوسرے مقام پر رحمت کونین ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اُن پر رحمت چھا جاتی ہے اور اُن پر تسکین نازل کی جاتی ہے اور اللہ بھی اُن کا فرشتوں کی مجلس میں ذکر کرتے ہیں۔"

ذکر کے ساتھ ساتھ یہاں شکر کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے کہ میرے شکر گزار بنو اور میری ناشکری نہ کرو۔ اللہ کے شکر گزار بندے بننے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کی توحید کو پوری طرح اپنائیں، اُس کے حکموں پر پوری طرح عمل پیرا ہوں اور اُس کی عبادات میں مشغول رہیں نیز یہ کہ ہم کفر و شرک اور طغیان و عصیان کی راہ پر چل کر اُس کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری کے مرتکب نہ ہوں۔ ہادی عالم ﷺ نماز میں اتنے طویل قیام و رکوع وغیرہ فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں، جبکہ آپ کے تو سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 19:

آیات نمبر 153 تا 157:

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اسْتَعِيْنُوْا
اے	لوگو کہ جو	ایمان لائے ہو	مدد چاہو
بِالصَّبْرِ	وَ الصَّلٰوةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
صبر کے ساتھ	اور نماز کے ساتھ	بے شک	اللہ ہے
مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ ۝	وَ لَا تَقُوْلُوْا	لِمَنْ
ساتھ	صبر کرنے والوں کے۔	اور نہ تم کہو	اُن کو کہ جو
يُّقْتَلُ	فِيْ سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ ؕ
مارے گئے ہوں	میں راہ	اللہ کی	مردہ
بَلْ	اَحْيَآءٌ	وَّ لٰكِنْ	لَّا
بلکہ	وہ زندہ ہیں	اور لیکن	نہیں
تَشْعُرُوْنَ ۝	وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ		
تم خبر رکھتے۔	اور البتہ ہم تمہیں آزمائیں گے		

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ	
تھوڑے سے سے خوف اور بھوک اور نقصان	
مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ	
سے مالوں کے اور جانوں کے اور پھلوں کے اور	
بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ	
خوشخبری سُنادے صبر کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جو جب	
اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا	
اُن کو پہنچتی ہے کوئی مصیبت کہتے ہیں بے شک ہم	
لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝	
اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔	
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ	
وہی لوگ ہیں کہ اُن پر ہیں عنایتیں سے اُن کے رب اور	
رَحْمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝	
رحمت اور وہی لوگ ہیں وہ ہدایت پانے والے۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم خبر نہیں رکھتے۔ اور البتہ ہم تمہیں تھوڑے سے خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سُنادو۔ وہ لوگ کہ جب اُن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں: "بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔ وہی لوگ ہیں کہ اُن پر اُن کے رب کی طرف سے عنایتیں اور رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

تفسیر:

صبر اور نماز کے ساتھ مدد:

مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ اگر اللہ کے دین کی راہ میں کوئی مصیبت یا پریشانی آئے تو صبر و استقامت اختیار کرنا، اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے رکھنا اور اسی کے سامنے سربسجود رہنا تو اللہ کی مدد تمہارے شاملِ حال ہو جائے گی۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حیاتِ شہداء:

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں اُنہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں! تم اُن کی

زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ تم اُن کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے' اس بات کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا کہ شہداء کو زندگی تو حاصل ہے' لیکن وہ دُنیاوی زندگی نہیں' بلکہ اُن کی زندگی اُنہی زندگی ہے کہ جس کا تمہیں شعور نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران 169)

[اور وہ لوگ کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے' تو اُن کو مردہ نہ سمجھ' بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔]

اس آیت مبارکہ میں حیاتِ شہداء کی حقیقت کو مزید واضح فرمایا گیا کہ وہ دُنیاوی زندگی نہیں ہے' بلکہ وہ زندگی اللہ کے ہاں ہے اور وہ اُس میں کھا پی بھی رہے ہیں' اُنہیں رزق بھی دیا جا رہا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اُن کے ظاہری جسم تو قبروں میں ہیں اور قبروں میں تو اُن کو رزق نہیں دیا جا رہا' تو معلوم ہوا کہ ان ظاہری جسموں کے علاوہ انہیں کوئی اور مثالی جسم عطا کئے گئے ہیں کہ جن جسموں کے ذریعے وہ کھاتے پیتے ہیں۔

اس کی مزید وضاحت احادیث نبویہ سے ہوتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے آیت ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ..... الخ﴾ کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کیسے زندہ ہیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"اُن کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں، اُن کے لئے عرش کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں' سیر کرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑتی ہیں۔"

اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شہداء کی حیات دُنیاوی نہیں ہے' بلکہ برزخی ہے اور اُن کی ارواح کا اُنہی جسموں کے ساتھ تعلق نہیں ہے' بلکہ انہیں اعلیٰ علیین میں پرندوں کے مثالی اجساد دیئے گئے ہیں کہ جن اجساد کے ساتھ وہ جنت میں سیر کرتی ہیں۔

حیاتِ انبیاء کرامؑ:

آیت مبارکہ میں شہداء کو مردہ نہ کہنے اور اُن کے زندہ ہونے کے متعلق کہا گیا تو اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ چونکہ انبیاء کرامؑ کا درجہ تو شہداء سے بھی بلند ہے تو اگر شہداء زندہ ہیں تو پھر انبیاء کرامؑ کا زندہ ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ البتہ ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح شہداء کے متعلق ہم نے ثابت کیا ہے کہ اُن کی زندگی دُنیاوی نہیں بلکہ برزخی ہے اسی طرح انبیاء کرامؑ کی زندگی بھی برزخی ہے اور وہ بھی اعلیٰ علیین میں مثالی اجساد کے ساتھ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے امام نسفیؒ سے نقل کیا ہے کہ

"انبیاءؑ کی ارواح اُن کے جسموں سے نکل کر اُن کے مماثل مشک و کافور کے جسموں میں متشکل ہو جاتی ہیں اور جنت میں کھاتی پیتی اور نعمتیں حاصل کرتی ہیں۔"

آزمائشیں اور صبر:

اللہ ربّ العزت مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہیں مختلف آزمائشوں اور امتحانات سے گزرنا پڑے گا: تم پر دشمن وغیرہ کا خوف بھی مسلط ہو سکتا ہے، تمہیں قحط سالی وغیرہ کی وجہ سے بھوک کا سامنا بھی ہو سکتا ہے، تمہیں کاروباری نقصانات وغیرہ کے ساتھ اموال کی کمی بھی برداشت کرنا پڑ سکتی ہے، تمہیں بیماریوں وغیرہ کے حملوں کے ذریعے جانوں کی ہلاکت کا سامنا بھی ہو سکتا ہے، تمہیں فصلوں کی کمی اور باغات کے اُجڑنے وغیرہ کی وجہ سے پھلوں کی کمی کا بھی سامنا ہو سکتا ہے' تمہیں کئی طرح سے آزمایا جائے گا کہ تم صبر سے کام لیتے ہو یا نہیں۔ جو ہماری آزمائشوں پر پورا اُترے اور صبر سے کام لے' تو ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری ہے۔

صابر کون ہیں؟:

صبر کرنے والوں کی صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ صبر کرنے والے وہ ہوتے ہیں کہ جو ہر مشکل اور مصیبت کو اللہ کی رضا سمجھ کر

برداشت کرتے ہیں، وہ مشکل آنے پر یا کوئی نقصان ہو جانے پر واویلا نہیں مچانا شروع کر دیتے' بلکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں، وہ ہمارا آقا و مالک ہے، اُسے ہمارے معاملات میں ہر قسم کے تصرف کے اختیارات ہیں، ہم نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اگر ہمیں دُنیا میں کسی قسم کی تکلیف و مصیبت برداشت کرنا پڑ گئی ہے تو کوئی پرواہ نہیں' ہم اُن کے پاس آخرت میں حاضر ہونے والے ہیں' وہ ہمیں ہمارے اعمال کا اجر عطا فرمائے گا، دُنیا میں ہماری اگر مشکلوں میں کٹ رہی ہے تو کوئی بات نہیں' آخرت میں ہماری زندگی پرسکون ہوگی۔ اللہ فرماتے ہیں کہ جو مصیبت پیش آنے پر جزع و فزع کرنے اور واویلا مچانے کی بجائے صرف ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۝﴾ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں' اُن پر اللہ کی عنایات اور رحمتیں ہوتی ہیں اور وہ سیدھی راہ پر ہوتے ہیں۔

آیت نمبر 158:

اِنَّ	الصَّفَا	وَ	الْمَرْوَةَ	مِنْ
بے شک	صفا	اور	مروہ	ہیں سے
شَعَآئِرِ	اللّٰهِ	فَمَنْ	حَجَّ	الْبَيْتَ
نشانیوں	اللہ کی	پس جو کوئی	حج کرے	اُس گھر کا
اَوِ	اعْتَمَرَ	فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِ
یا	عمرہ کرے	تو نہیں	کوئی گناہ	اُس پر
اَنْ	يَّطَّوَّفَ	بِهِمَا	وَ	مَنْ
اس میں کہ	طواف کرے	ان دونوں کا	اور	جو کوئی
تَطَوَّعَ	خَيْرًا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	شَاكِرٌ
اپنی خوشی سے کرے	کوئی بھلائی	تو بے شک	اللہ	قدردان ہے
عَلِيْمٌ۝				
جاننے والا۔				

بامحاورہ ترجمہ:

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو کوئی اُس گھر (خانہ کعبہ) کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اُس پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے، اور جو کوئی اپنی خوشی سے کوئی بھلائی کرے تو بے شک اللہ قدردان، جاننے والا ہے۔

تفسیر: صفا و مروہ کے درمیان سعی:

سعی کیا ہے؟:

صفا اور مروہ کے درمیان سعی سے مراد حج و عمرہ کا ایک اہم رکن ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والے اس رکن کو ادا کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ حاجی یا معتمر پہلے صفا پر چڑھتا ہے اور پھر وہاں سے اُتر کر مروہ پر چڑھتا ہے۔ صفا سے مروہ تک کے اس فاصلہ کو ایک چکر قرار دیا جاتا ہے۔ اُس کے بعد مروہ سے واپس صفا کی طرف جاتا ہے۔ اسے دوسرا چکر شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پھر صفا سے مروہ تک تیسرا، مروہ سے صفا تک چوتھا، پھر صفا سے مروہ تک پانچواں، مروہ سے صفا تک چھٹا اور پھر صفا سے مروہ تک ساتواں چکر شمار کیا جاتا ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان ان سات چکروں کو سعی کہا جاتا ہے۔ ابتداء صفا سے ہوتی ہے اور انتہاء مروہ پر۔ ہر دفعہ جب حاجی یا معتمر صفا یا مروہ پر چڑھتا

ہے تو قبلہ رو ہو کر دُعا بھی مانگتا ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیانی فاصلہ میں سے ایک مخصوص حصہ دوڑ کر طے کیا جاتا ہے۔

سعی کا پس منظر:

اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کے کئی امتحانات لئے' انہی میں سے ایک امتحان یہ تھا کہ آپؑ کو حکم ہوا کہ اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہؑ اور اپنے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ایک مخصوص بیابان میں چھوڑ آئیں۔ یہ وہی مقام ہے کہ جہاں اب مکۃ المکرمہ آباد ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیلِ ارشاد میں اپنی اہلیہ اور اپنے صاحبزادے کو یہاں چھوڑ دیا۔ ہر طرف ریگستان تھا اور آبادی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ان دونوں کو چھوڑ کر واپس ہو جانے کے بعد جب خوراک و پانی کا معمولی سا ذخیرہ' جو پاس موجود تھا ختم ہو گیا اور بچے کو بھوک و پیاس سے بیتاب پایا' تو حضرت ہاجرہؑ قریب موجود ایک پہاڑی پر چڑھیں کہ کہیں کچھ پانی وغیرہ کے یا کسی آبادی وغیرہ کے آثار نظر آئیں یا کوئی قافلہ گزرتا ہو نظر آ جائے۔ صفا سے کچھ نظر نہ آیا تو قریب موجود دوسری پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں۔ یہاں سے بھی کچھ نظر نہ آیا تو دوبارہ اس اُمید سے صفا پر چڑھیں کہ شاید اب کچھ نظر آ جائے۔ حضرت ہاجرہؑ اسی طرح کبھی صفا پر اور کبھی مروہ پر چڑھتی رہیں' یہاں تک کہ سات چکر ہو گئے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر اور پھر مروہ سے صفا تک دوسرا چکر شمار کرنے سے سات چکر ہوئے اور آخری چکر مروہ پر ختم ہوا۔ آخری دفعہ جب مروہ پر چڑھیں تو بچے کی طرف سے کچھ آواز محسوس ہوئی۔ دوڑ کر بچے کے پاس آئیں تو یہاں ایک چشمہ جاری ہو چکا تھا' جسے زم زم کہا جاتا ہے۔ حضرت ہاجرہؑ کے صفا و مروہ کے درمیان انہی سات چکروں کی یاد میں حج اور عمرہ کے دوران صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔

سعی کے متعلق اشکال:

مشرکینِ مکہ نے صفا اور مروہ پر دو بت نصب کر دیئے تھے۔ صفا پر اساف کا اور مروہ پر نائلہ کا بت نصب تھا۔ مشرکین سعی کے دوران ان بتوں کو چھوتے اور چومتے اور ان کا احترام کرتے۔ آہستہ آہستہ لوگ اس چیز کو فراموش کر تے گئے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی حضرت ہاجرہؑ کی یادگار ہے اور یہی سمجھنے لگے کہ یہ سعی ان دو بتوں کی تعظیم کے لئے ہے۔ جب لوگ مسلمان ہو گئے اور بت پرستی سے تائب ہو کر توحید کو اپنا لیا تو اب خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کے درمیان تو ان بتوں کی تعظیم کے لئے سعی' اس لئے اب ہمیں یہ سعی نہیں کرنا چاہیے۔ اُن کے دلوں میں سعی سے کراہت پیدا ہو گئی۔ اس اشکال اور شبہ کے خاتمہ کے لئے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ صفا اور مروہ اساف اور نائلہ کی آماجگاہیں نہیں' بلکہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ جو کوئی اللہ کے گھر کا حج یا عمرہ کرے' تو اُسے ان کے درمیان سعی کرنے میں حرج نہیں سمجھنا چاہیے' بلکہ سعی کرنی چاہیے۔

سعی کی حیثیت:

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک حج اور عمرہ کے دوران سعی واجب کا درجہ رکھتی ہے۔ دیگر ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کے نزدیک سعی کا درجہ فرض کا ہے۔

آیات نمبر 159 تا 163:

إِنَّ	الَّذِينَ	يَكْتُمُونَ	مَا	أَنزَلْنَا
بے شک	وہ لوگ کہ جو	چھپاتے ہیں	اُس کو کہ جو	ہم نے نازل کئے
مِنَ	الْبَيِّنَاتِ	وَ	الْهُدَىٰ	مِن
سے	واضح احکام	اور	ہدایت	سے
بَعْدِ	مَا	بَيَّنَّاهُ	لِلنَّاسِ	فِي
بعد	جو	ہم اُسے واضح کر چکے	لوگوں کے لئے	میں
الْكِتَابِ	أُولَٰئِكَ			
کتاب	وہی لوگ ہیں			

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ	
کہ اُن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور اُن پر لعنت کرتے ہیں	
اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ	
لعنت کرنے والے۔ مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے توبہ کی اور	
اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ	
اصلاح کی اور حق بیان کیا تو وہی لوگ ہیں کہ میں معاف کرتا ہوں	
عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝	
اُن کو اور میں ہوں توبہ قبول کرنے والا مہربان۔	
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ	
بے شک وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا اور مر گئے اور	
هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ	
وہ تھے کافر ہی وہی لوگ ہیں کہ اُن پر ہے لعنت اللہ کی	
وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝	
اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب۔	
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ	
وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہیں ہلکا کیا جائے گا اُن سے	
الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَ اِلٰهُكُمْ	
عذاب اور نہ ہی وہ مہلت دیئے جائیں گے۔ اور تمہارا معبود	
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	
معبود ہے ایک ہی نہیں کوئی معبود مگر وہی	
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝	
بہت مہربان ہے نہایت رحم کرنے والا۔	

بامحاورہ ترجمہ:

بے شک وہ لوگ کہ جو ہمارے نازل کئے ہوئے واضح احکام اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اُن کو لوگوں کے لئے کتاب میں واضح کر چکے ہیں وہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور اُن پر لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور حق بیان کیا تو وہی لوگ ہیں کہ جن کو میں معاف کرتا ہوں، اور میں توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہوں۔ بے شک وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا اور وہ کفر کی حالت میں ہی مر گئے اُن پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے، اُن سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی وہ مہلت دیئے جائیں گے (نہ ہی اُن کو مہلت دی جائے گی)۔ اور

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہ بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر:

کتمانِ حق پر لعنت:

یہود و نصاریٰ نے الہامی کتب میں تحریفات بھی کیں اور اِس کے علاوہ وہ کتمانِ حق کے بھی مرتکب ہوئے۔ عوام الناس کو الہامی کتب کی صحیح اور پوری تعلیمات سے روشناس نہ کرتے تھے۔ جو چیز کسی نہ کسی انداز سے اُن کی خواہشات کی تسکین کا سبب بن سکتی یا جس چیز سے اُنہیں اپنی امامت و چودھراہٹ اور نذرانوں کی وصولی کے سلسلہ میں خطرہ محسوس نہ ہوتا' اُسے لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے اور جس چیز سے اُنہیں اپنی خواہشات یا امامت و چودھراہٹ اور نذرانوں وغیرہ کے سلسلہ میں خدشہ محسوس ہوتا' اُسے چھپا لیتے۔ اللہ رب العزت اُن کے متعلق فرماتے ہیں کہ اُن پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور دیگر لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔

کتمانِ حق پر لعنت سے متعلق آیت مبارکہ کے براہِ راست مصداق اگرچہ یہود و نصاریٰ ہیں' لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر کتمانِ حق کے مرتکب ہوں تو اُن پر تو لعنت ہو' لیکن اگر ان کے علاوہ کوئی اور کتمانِ حق کا مرتکب ہو تو اُس کے لئے معافی ہے' بلکہ اِس کا حکم عام ہے اور کتمانِ حق کا مرتکب خواہ کوئی بھی ہو' وہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ کتمانِ حق کرنے والا خواہ یہودی یا نصرانی کہلاتا ہو اور خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ کہلاتا ہو' جب وہ اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ احکام کو چھپا رہا ہے اور عوام الناس کو غلط راہنمائی کر رہا ہے' تو بہر حال وہ لعنت کا مستحق ہوگا۔

توبہ کر لینے والوں کے لئے معافی:

کتمانِ حق کرنے والوں کے لئے اللہ نے لعنت ذکر فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر ان کتمانِ حق کرنے والوں میں سے کوئی تائب ہو جائے اور کتمانِ حق کی روش چھوڑ کر بیانِ حق اور اشاعتِ حق کو اپنا لے' تو اُن کے لئے معافی ہوگی۔ اللہ توبہ قبول کرنے والے، مہربان ہیں۔

کفار پر لعنت:

کتمانِ حق کرنے والوں پر لعنت کے ذکر کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے یہ بھی فرما دیا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور پھر اپنے کفر پر ڈٹے رہے' یہاں تک کہ کفر کی حالت میں ہی اُن پر موت آ گئی تو اُن پر بھی اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اِس لعنت میں رہیں گے اور اُن سے عذاب میں بھی کوئی تخفیف نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اُنہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔

توحیدِ باری تعالیٰ:

اللہ رب العزت دو ٹوک الفاظ میں مسئلۂ توحید بیان فرما رہے ہیں کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یعنی ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اُسی کے لئے جائز اور روا ہے۔ قیام و قعود صرف اُسی کی بارگاہ میں جائز ہیں، رکوع و سجود صرف اُسی کے سامنے روا ہیں، جبینِ نیاز صرف اُسی کے سامنے جھکائی جا سکتی ہے، طواف صرف اُسی کے گھر کا کیا جا سکتا ہے، نذر و نیاز صرف اُسی کے نام کی دی جا سکتی ہے، دامن صرف اُسی کے آگے پھیلایا جا سکتا ہے، حاجت روائی صرف اُسی سے چاہی جا سکتی ہے، مشکلات میں صرف اُسی کو پکارا جا سکتا ہے، عاجزیاں صرف اُسی کے دربار میں کی جا سکتی ہیں، لو صرف اُسی سے لگائی جا سکتی ہے، مدد صرف اُسی سے طلب کی جا سکتی ہے، غرضیکہ ہر وہ کام کہ جو عبادت کے ذیل میں آتا ہے' وہ صرف اور صرف اُسی کے لئے روا اور جائز ہے' کسی اور کے لئے درست نہیں ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے عبادت کی ایک خوبصورت تعریف کی ہے، اُن کی تعریف میں قدرے وسعت پیدا کرتے ہوئے ہم عبادت کی

تعریف اس طرح سے کر سکتے ہیں:

"کسی ہستی کے پاس علم اور تصرف کی ایسی مافوق الاسباب غیبی طاقت تسلیم کرتے ہوئے کہ جس کے ذریعے وہ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے اُس ہستی کو راضی کرنے کی ہر کوشش اُس کی عبادت ہے۔"

---☆---☆---☆---☆---☆---

رکوع نمبر 20:

آیت نمبر 164:

اِنَّ	فِیْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَ
بے شک	میں	پیدائش	آسمانوں کی		اور زمین کی	اور
اخْتِلَافِ	الَّیْلِ	وَ	النَّهَارِ	وَ	الْفُلْكِ
بدلنے میں	رات	اور	دن کے	اور	کشتیوں میں
الَّتِیْ	تَجْرِیْ	فِی	الْبَحْرِ	بِمَا
کہ جو	چلتی ہیں	میں	سمندر	اُن چیزوں کے ساتھ کہ جو
یَنْفَعُ	النَّاسَ	وَ	مَاۤ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ
نفع دیتی ہیں	لوگوں کو	اور	اُس میں کہ جو	نازل کیا	اللہ نے	سے
السَّمَآءِ	مِنْ	مَّآءٍ	فَاَحْیَا	بِهِ	الْاَرْضَ
آسمان	سے	پانی	پس زندہ کیا	اس کے ساتھ	زمین کو
بَعْدَ	مَوْتِهَا	وَ	بَثَّ	مِنْ	كُلِّ
بعد	اُس کے مرجانے کے	اور	پھیلائے	سے (کے)	ہر قسم
دَآبَّةٍ	وَّ	تَصْرِیْفِ	الرِّیٰحِ	وَ	السَّحَابِ
جانور	اور	پھیرنے میں	ہواؤں کے	اور	بادل میں
الْمُسَخَّرِ	بَیْنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ
کہ جو مسخر کیا ہوا ہے	درمیان	آسمان	اور	زمین کے
لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ
البتہ نشانیاں ہیں	اُس قوم کے لئے	کہ جو عقل کرتے ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ:

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اُن کشتیوں میں کہ جو لوگوں کی نفع والی چیزوں کے ساتھ سمندر میں چلتی ہیں اور اُس پانی میں کہ جو اللہ نے آسمان سے نازل کیا پس اُس کے ساتھ زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور اُس بادل میں کہ جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے البتہ ایسی قوم کے لئے نشانیاں ہیں کہ جو عقل کرتے ہیں۔

تفسیر:

اہلِ عقل کے لئے نشانیاں:

اللہ رب العزت اہلِ عقل کو توجہ دلاتے ہیں کہ تم اپنے اردگرد پر نظر کرو تو تمہیں ہر چیز میں میری ذات کے متعلق اور میری توحید کے متعلق دلیل ملے گی۔ ذرا آسمانوں کی تخلیق میں غور کرو، کیا کھربوں نوری سال کی وسعت والی اس کائنات کو ہر طرف سے گھیر لینے والے یہ آسمان کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گئے ہیں اور کیا ان کا کوئی خالق و مدبّر نہیں ہے؟ وہ کون ہے کہ جس نے بغیر ستونوں کے انہیں چھت بنا رکھا ہے؟ کیا کوئی نہیں ہے؟ ذرا زمین کی تخلیق پر غور کرو، کیا 12756 کلومیٹر استوائی قطر اور 598 کھرب کلوگرام وزن والی یہ وسیع و عریض زمین خود بخود پیدا ہو گئی ہے اور کیا کوئی اس کا بنانے والا اور اس کا انتظام چلانے والا نہیں ہے؟ وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو سورج کے گرد چلا کر ہمارے لئے شمسی کیلنڈر کا اہتمام کر دیا؟ وہ کون ہے کہ جس نے چاند کو زمین کے گرد چلا کر ہماری لئے قمری کیلنڈر کا اہتمام کر دیا؟ وہ کون ہے کہ جس نے زمین کو اپنے محور پر 23.5 درجے جھکا کر ہمارے لئے مختلف موسموں سے لطف اندوز ہونے کا سامان کر دیا؟ وہ کون ہے کہ جس نے زمین کی محوری حرکت سے ہمارے لئے دن رات بنا دیئے؟ وہ کون ہے کہ جس نے زمین پر کرۂ ہوا بنا کر ہمارے لئے جینا ممکن بنا دیا؟ وہ کون ہے کہ جس نے زمین کے گرد اوزون کا حصار بنا کر ہمیں الٹراوائلٹ شعاعوں جیسی آسمانی بلاؤں سے محفوظ کر دیا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین کے اتنے انتظامات خود بخود ہو گئے ہوں اور کوئی ان کا کرنے والا نہ ہو؟ ذرا رات اور دن کے بدلنے پر غور کرو، کیا رات اور دن کے بدلنے کا یہ نظام کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گیا ہے؟ کیا سورج کے روزانہ مشرق سے طلوع اور مغرب میں غروب کا سلسلہ خود بخود چل رہا ہے؟ کیا سردیوں اور گرمیوں کے مشرق و مغرب میں تبدیلی کے ذریعے سردیوں کی راتوں کو طویل اور دنوں کو مختصر اور گرمیوں کی راتوں کو مختصر اور دنوں طویل کر دینے والی ہستی کوئی نہیں ہے؟ ذرا سمندروں کے سینے چیرتی ہوئی کشتی پر غور کرو، وہ کون ہے کہ جس نے لکڑی کی کثافت کو پانی کی کثافت سے کم کر کے لکڑی کو تیرنے کے قابل بنایا اور پھر تم اُس سے کشتی بنانے میں کامیاب ہوئے؟ وہ کون ہے کہ جس نے سمندروں کی طوفانی موجوں کو کشتی کے معمولی چپوؤں کے نیچے بچھنے پر مجبور کر دیا؟ کیا یہ سب خود بخود ہے؟ ذرا بادلوں سے برستے پانی پر غور کرو، کیا سمندروں سے بخارات اُٹھنے اور بادل بننے کا عمل خود بخود ہو جاتا ہے؟ کیا اس بادل کو برسنے کا سلیقہ خود بخود آ جاتا ہے؟ کیا پانی کو ترسی ہوئی زمینوں کو بادلوں سے سیرابی کا سلسلہ خود بخود چل رہا ہے؟ کیا بے آب و گیاہ میدانوں کو بادلوں سے سیراب کر کے گلزار میں تبدیل کر دینے والی ہستی کا کوئی وجود نہیں ہے؟ کیا مختلف موسموں اور مختلف علاقوں کے لئے بادو باراں کے نظاموں میں اختلاف خود بخود ہو گیا ہے؟ کیا اس سارے سلسلہ کا کوئی مدبّر نہیں ہے؟ ذرا ہواؤں کے چلنے پر غور کرو، وہ کون ہے کہ جو ان کو چلا رہا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو کبھی ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے اور کبھی ان میں شدت پیدا کر دیتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو کبھی انہیں طوفانوں کا روپ دھارنے کا حکم دیتا ہے اور کبھی انہیں بادِ صبا بنا دیتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو کبھی اسی ہوا سے قومِ عاد کے پہلوانوں کو اُٹھا اُٹھا کر زمین پر پٹختا ہے اور کبھی اسے پھولوں پر سے ایسے گزار دیتا ہے کہ پھولوں کی شاخیں جھک جانے کے باوجود پھول کی ایک پتی بھی پھول سے جدا نہیں ہو پاتی؟ کیا کوئی نہیں ہے؟ ذرا بادلوں پر غور کرو، وہ کون ہے کہ جو کبھی انہیں برسا دیتا ہے اور کبھی بن برسے اُڑا دیتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو انہیں مختلف رنگتیں عطاء کرتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو انہی کے ذریعے کبھی ڈراتا ہے اور کبھی انہی کو امیدوں کا مرکز بنا دیتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جو کبھی انہیں گرجنے کا حکم دیتا ہے اور کبھی برسنے کا؟ کیا یہ بادل بغیر کسی خالق و مدبّر کے خود بخود آسمان و زمین کے درمیان کی وسعتوں میں تیر رہے ہیں؟ اے اہلِ عقل! ذرا غور کرو تمہیں یہ ہی جواب ملے گا کہ یہ سب کچھ کرنے والا یقیناً کوئی موجود ہے اور مزید غور کرو تو تم اس نتیجہ پر بھی پہنچ جاؤ گے کہ یہ سب کچھ کرنے والی ہستی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اگر اس کائنات ارض و سما کے خالق و مدبّر ایک سے زیادہ ہوتے تو اُن میں یقیناً اختلاف ہو جاتا اور سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو جاتا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (21 الانبیاء 22)

[اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو البتہ ان دونوں میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔]

ISLAMIC STUDIES NOTES FOR 2nd YEAR CLASS (PUNJAB)

آیات نمبر 165 تا 167:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	
اور سے لوگوں جو بناتے ہیں سے علاوہ (ساتھ) اللہ کے	
اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ	
شرکاء اُن سے محبت کرتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور	
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ	
وہ لوگ کہ جو ایمان لائے زیادہ ہیں محبت کرنے میں اللہ سے اور	
لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ	
اگر دیکھ لیں وہ لوگ کہ جنہوں نے ظلم کیا اُس وقت کو کہ جب	
يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ	
وہ دیکھیں گے عذاب یہ کہ طاقت اللہ ہی کے لئے ہے	
جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝	
ساری اور یہ کہ اللہ ہے سخت عذاب والا۔	
اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ	
جب بیزار ہو جائیں گے وہ لوگ کہ جن کی پیروی کی گئی سے	
الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ	
اُن لوگوں کہ جنہوں نے پیروی کی اور وہ دیکھیں گے عذاب اور	
تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَ قَالَ	
منقطع ہو جائیں گے اُن سے سب تعلقات۔ اور کہیں گے	
الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا	
وہ لوگ کہ جنہوں نے پیروی کی اگر یہ کہ ہمارے لئے ہوتا	
كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا	
واپس لوٹنا تو ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسا کہ	
تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ	
یہ بیزار ہوئے ہیں ہم سے اسی طرح اُن کو دکھلائے گا اللہ	
اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَا	
اُن کے اعمال حسرت دلانے کے لئے اُن پر اور نہیں ہیں	

هُمْ	بِخٰرِجِيْنَ	مِنَ	النَّارِ ۝	
وہ	نکلنے والے	سے	آگ۔	

بامحاورہ ترجمہ:

اور لوگوں میں سے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں' وہ اُن سے اللہ کی محبت کی طرح محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ کہ جو ایمان والے ہیں' وہ اللہ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں، اور وہ لوگ کہ جو ظالم ہیں' اگر اُس وقت کو دیکھ لیں کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے' یہ کہ ساری طاقت اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔ جب وہ لوگ کہ جن کی پیروی کی گئی' پیروی کرنے والوں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب دیکھ لیں گے اور اُن سے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے پیروی کی' کہیں گے: ''اگر ہمارے لئے واپس لوٹنا ہوتا تو ہم بھی اِن سے ایسے ہی بیزار ہو جاتے کہ جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے ہیں''، اِسی طرح اللہ اُن کو اُن کے اعمال اُن پر حسرت دلانے کے لئے دکھلائے گا، اور وہ آگ سے نکلنے والے نہیں ہوں گے۔

تفسیر:

اللہ کی محبت اور غیر اللہ کی محبت:

حقیقت یہ ہے کہ ہر مخلوق کو اپنے خالق و مالک اور اپنے ربّ سے محبت ہونی چاہیے جیسا کہ خالق کو بھی اپنی مخلوق سے محبت ہوتی ہے چنانچہ انسان کو بھی اپنے خالق و مالک اور ربّ العزت سے محبت ہونی چاہیے۔ انسان کو اپنے خالق و مالک اور ربّ سے محبت کیوں ہونی چاہیے؟ اس لیے کہ اللہ ہی نے اسے پیدا کیا' اس پر بے شمار احسانات و انعامات کئے' اسے اشرف المخلوقات بنایا' اسے عقل و شعور بخشا' اسکی ہدایت و راہنمائی کے انتظامات کئے' وہ ہر وقت اس پر نظر رکھے ہوئے ہے' وہ اسکی مصیبتوں اور تکلیفوں میں اسکی مدد کرتا ہے' وہ اس کے لیے رحمٰن و رحیم ہے' اگر یہ کوئی غلطی اور کوتاہی بھی کر دے تب بھی وہ اسکی خطاؤں کو بخش دیتا ہے' یہ گناہوں میں مبتلا ہو پھر بھی وہ شفقت و رحمت کئے جاتا ہے لہٰذا اس بندے کے لیے بھی ضروری ہے کہ یہ بھی اس سے محبت رکھے۔

اپنے خالق و مالک اور ربّ سے محبت ہونا تو ایک فطری اور ضروری چیز ہے' لیکن کچھ لوگ ایک غلط روش اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں اور پھر ان شرکاء سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ اللہ کی محبت جن چیزوں کے متعلق تقاضا کرتی ہے' وہ انہی چیزوں کو غیر اللہ کی محبت میں غیر اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ عبادت صرف اُسی کی ہو' لوگ غیر اللہ کو معبود بنا بیٹھے ہیں، اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ جبینِ نیاز صرف اُسی کے آگے جھکے' لوگ غیر اللہ کو مسجود بنا بیٹھے ہیں، اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ لوگ اُسی سے امیدیں وابستہ کریں' لوگ غیر اللہ کو حاجت روا و مشکل کشا بنا بیٹھے ہیں، اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ دامن صرف اُسی کے آگے پھیلایا جائے' لوگ غیر اللہ کو داتا بنا بیٹھے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مشرک لوگ غیر اللہ سے وہ محبت کرنے لگے ہیں کہ جو محبت صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے روا اور جائز تھی' یہ ظالم لوگ ہیں' جب یہ عذاب دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہر قسم کے اختیارات کا مالک تو صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ اُس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے غیر اللہ سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں، ہم جو انہیں حاجات میں پکارا کرتے تھے، ہم جو انہیں راضی کرنے کے لئے اُن کے آگے جھکا کرتے تھے، ہم جو انہیں راضی کرنے کے لئے اُن کے نام کی نذر و نیاز دیا کرتے تھے' وہ سب کچھ عبث اور فضول تھا۔ ہمارا خالق و مالک اللہ تھا، ہمارا ربّ اللہ تھا، ہمارا حاجت روا اللہ تھا، ہمارا مشکل کشا اللہ تھا' ہمیں صرف اُسی کو اختیارات کا مالک سمجھتے ہوئے صرف اُسی سے امیدیں وابستہ کرنی چاہئیں تھیں اور صرف اُسی کی عبادت کرنا چاہیے تھی' لیکن ہم غلط کرتے رہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اُس دن اِن پر ساری بات واضح ہو جائے گی' لیکن اُس دن کا سمجھنا اِن کے کام نہیں آ سکے گا اور یہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

مشرک پیشواؤں کی اپنے پیروکاروں سے برأت:

اللہ ربّ العزت ایسے لوگ کہ جو جعلی ملاؤں اور مذہب کے نقلی ٹھیکیداروں کے پیچھے لگ کر اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو معبود بنا بیٹھے ہیں' اُنہیں عبرت دلانے کے لئے قیامت کا ایک نقشہ اُن کے سامنے رکھتے ہیں کہ آج یہ تمہارے وڈیرے اور تمہارے مُلّاں و پیر تمہیں بڑی اُمیدیں دلاتے ہیں کہ ہماری پیروی کرو، ہم تمہیں آگ سے بچالیں گے' لیکن خیال کرنا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ تمہارے کام نہیں آ سکیں گے، اُس وقت انہیں اپنی پڑی ہوگی اور تم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہوں گے، اُس وقت تم اِن کا اپنے ساتھ رویہ دیکھ کر یہ خواہش کرو گے کہ تمہیں ایک دفعہ پھر دُنیا میں بھیجا جائے تو ہم اس دوبارہ کی زندگی میں اِن جعلی مُلّاؤں و پیروں کو ایسے ہی ٹھکرا دیں گے کہ جیسے آج انہوں نے ہم سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، اُس وقت تم سوچو گے کہ اگر ہمیں ایک دفعہ دوبارہ زندگی مل جائے تو ہم شرک سے اجتناب کریں گے اور توحیدی بن کر رہیں گے' لیکن لوگو! تمہاری اُس وقت کی یہ خواہشات پوری نہیں ہوں گی، تمہیں دوبارہ دُنیا میں بھیجنے کی بجائے آگ میں بھیجا جائے گا کہ تم نے دُنیا میں عقل سے کام نہیں لیا تھا، تم نے انبیاء کرامؑ کے دین کو پسِ پشت ڈال دیا تھا، تم نے الہامی کتب کی تعلیمات سے روگردانی کی تھی، تمہیں سمجھانے والے تمہیں دن رات شرک و کفر سے اجتناب کی تلقین کرتے رہے' لیکن تم اُس وقت نہیں سوچتے تھے' اب تمہارے لئے دُنیا میں واپسی کی بجائے صرف عذاب ہی عذاب ہے، تم اللہ کے عذاب سے بچ کر نکل نہیں سکو گے۔

اللہ ہم سب کو شرک و کفر سے بچے رہنے اور دینِ توحید کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

سوالات کے مختصر جوابات:

1: منافقین سے جب کہا جاتا ہے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کیا جواب دیتے؟

O: وہ جواب میں کہتے: "بے شک ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں"۔

2: قرآن حکیم کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرنے والوں کو سورۃ البقرہ میں اللہ ربّ العزت نے کیا چیلنج فرمایا؟

O: اللہ ربّ العزت نے اُنہیں چیلنج فرمایا کہ اِس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دکھادو۔

3: حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور پر کتنی رات کے اعتکاف پر تورات دینے کا وعدہ کیا گیا تھا؟

O: ابتداء میں تیس (30) رات اور پھر مدت دس (10) راتیں بڑھا کر چالیس (40) رات کر دی گئی تھی۔

4: سبت سے کیا مراد ہے؟ اور سبت والوں کو بندر کیوں بنا دیا گیا؟

O: سبت ہفتے کے دن کو کہا جاتا ہے۔ یہود کے لئے اِس دن تلاشِ معاش کے سلسلہ کا کوئی بھی کام حرام تھا' لیکن اس قوم نے اُلٹے حیلے استعمال کر کے سبت کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے ہفتے کو روز مچھلیاں پکڑنا شروع کر دی تھیں۔

5: بنی اسرائیل اپنی طرف سے تحریریں لکھ کر اُنہیں اللہ کا لکھا ہوا کیوں ظاہر کرتے تھے؟

O: مالی منفعت اور دُنیاوی فوائد کے حصول کی خاطر۔

6: کوئی سے دو انبیاء کرامؑ کے نام بتلایئے کہ جنہیں بنی اسرائیل نے قتل کر دیا تھا:

O: i: حضرت زکریاؑ ii: حضرت یحییٰؑ

7: اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟

O: "کُن" [ہو جا]۔

8: حضرت یعقوبؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کیا سوال کیا تھا؟

O: آپؑ نے سوال کیا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

9: عبادت کی جامع تعریف کیجئے:

O: "کسی ہستی کے پاس علم اور تصرف کی ایسی مافوق الاسباب غیبی طاقت تسلیم کرتے ہوئے کہ جس کے ذریعے وہ نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے' اُس ہستی کو راضی کرنے کی ہر کوشش اُس کی عبادت ہے۔" ☆☆☆